ماہنامہ خالد

صرف احمدی نوجوانوں کیلئے

نومبر، دسمبر 2002ء

"گولڈن جوبلی نمبر"

مدیر

اسفندیار منیب

خصوصی پیغام محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۶ دسمبر ۱۹۰۲ء کی رات ایک لطیف رؤیا دیکھی۔ خاکسار اس کو بیان کر کے آپ کی توجہ دعاؤں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ اسی حالت میری آنکھ لگ گئی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر میں ہوں اور وہ کوچہ سربستہ سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بھینسے آئے ہیں۔ ایک اُن میں سے میری طرف آیا تو میں نے اُسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اُسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُر زور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مفر نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہوا تو اُس نے اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ میں نے اُس وقت یہ غنیمت سمجھا کہ اُس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ میں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا مگر میں نے پھر کر نہ دیکھا۔ اس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر مندرجہ ذیل دعا القا کی گئی۔

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

(ترجمہ از مرتب تذکرہ: اے میرے ربّ! ہر ایک چیز تیری خدمت گذار ہے۔ اے میرے ربّ! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما)

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہوگی''۔ ''یہ دعا ایک حرز اور تعویذ ہے .... میں اس دعا کو اب التزاماً ہر نماز میں پڑھا کروں گا۔ آپ بھی پڑھا کریں''۔ (''البدر'' جلد ا نمبر ۷ صفحہ ۵۴۔ ''الحکم'' جلد ۶ نمبر ۴۴ صفحہ ۱۰۔ بحوالہ تذکرہ حصہ اوّل صفحہ نمبر ۴۲۰)

آپ سے بھی یہ درخواست ہے کہ اس دعا کو بکثرت اپنی نمازوں اور دیگر اوقات میں کیا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر لحاظ سے اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ
خالد

نومبر، دسمبر 2002 ۔ نبوت، فتح 1381 ہش

مدیر
اسفندیار منیب
مجلس ادارت
فرید احمد ناصر ۔ میر انجم پرویز
احمد طاہر مرزا ۔ سہیل احمد ثاقب

جلد نمبر 49
شمارہ نمبر 11,12

فہرست مضامین

باقی اگلے صفحہ پر

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ نصیر احمد پبلشر: قمر احمد محمود مینیجر: سلطان احمد خالد پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی

قیمت پرچہ ہذا -/30روپے

سالانہ چندہ -/100روپے

ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
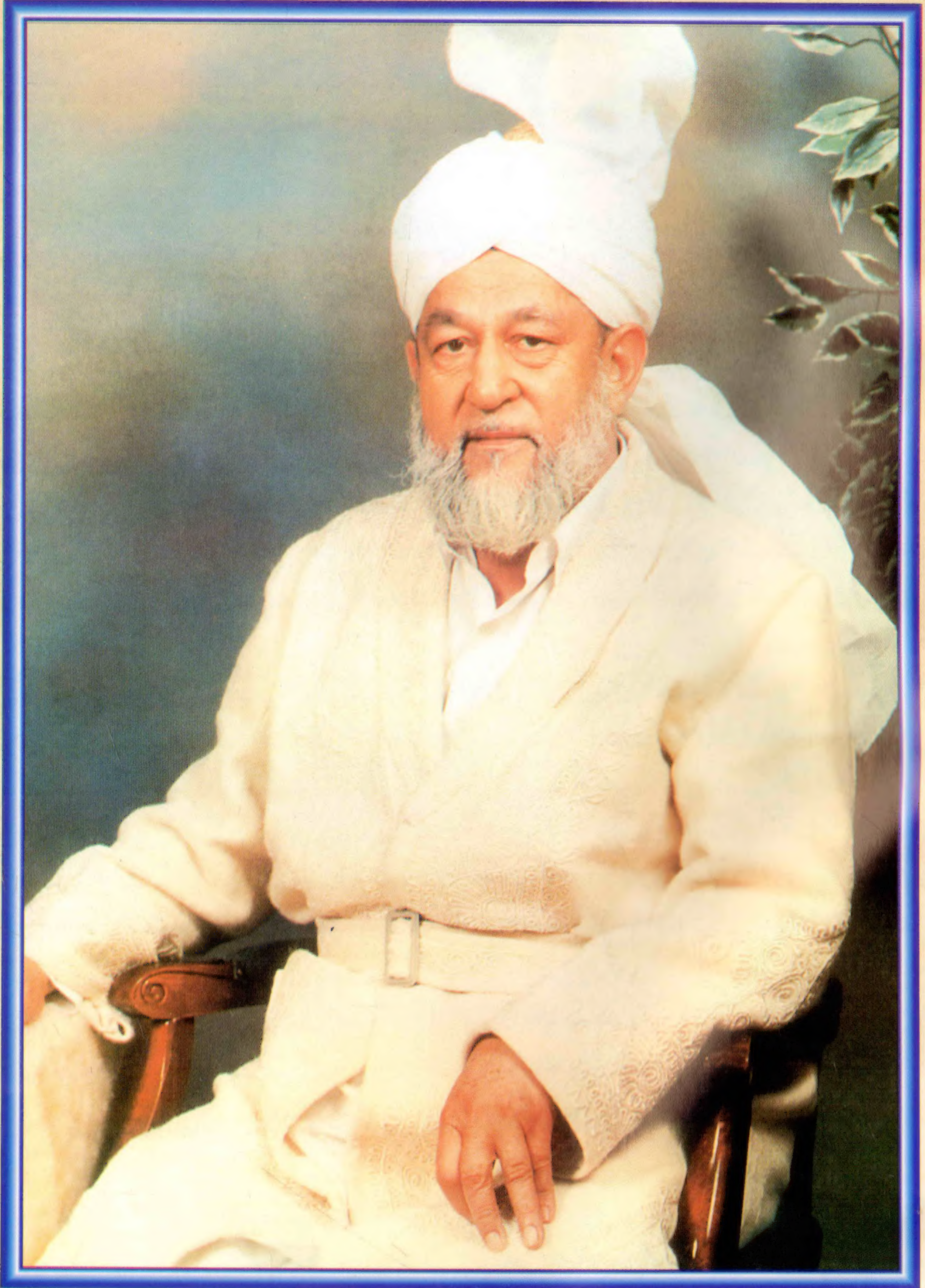
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اداریہ

پرواز کے پر اور لہریں

جن آنکھوں نے سمندر کی لہروں کے زیر و بم کو دیکھا ہے۔ وہ جانتی ہیں کہ اُڑتے ہوئے پرندوں کے پروں کا زیر و بم ان سے کس قدر مشابہ نظر آتا ہے۔ دونوں ہی ایک فطری ترتیب اور ترنم کے مطابق اُٹھتے اور گرتے، گرتے اور اُٹھتے رہتے ہیں لیکن ایک فرق ہے ان دونوں میں۔ اور کتنا نمایاں ہے یہ فرق!

پرندوں کے پروں کی حرکت انہیں حسب مقدور بلندیوں کی طرف اُڑائے جانے کی اہلیت بھی رکھتی ہے اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف لے جانے کی بھی۔ لیکن سمندر کی لہروں کا زیر و بم ایک بظاہر حرکت کے باوجود سکوت اور جمود کا ایک دردناک پہلو لئے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ پیہم حرکت سطح سمندر کو مستقلاً ایک انچ بھی بلند کرنے کی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتی۔ اور اس حرکت کے نتیجہ میں کبھی سمندر کے محیط پھیلتے اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف حرکت کرتے نظر نہیں آتے۔ کیا صاحب نظر مومنوں کے لئے اس میں کوئی سبق نہیں؟ کیا میرے معزز خدام بھائی، میرے رفقائے کار، وہ جملہ عہدیداران خدام الاحمدیہ جن پر احمدیت کی خدمت کرنے اور کروانے کی عظیم ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اس مشابہت اور اس فرق سے کوئی نصیحت حاصل نہیں کر سکتے؟

سنیے! اور اپنے ذہن کے حفاظت خانوں میں اس حقیقت کو خوب محفوظ کر لیجئے کہ احمدیت یعنی (دین حق) کو ایسی فضول محنت اور کوشش اور جدوجہد کی کوئی ضرورت نہیں جس کے نتیجہ میں ہر آنے والا کل گذرے ہوئے کل کی نسبت آپ کو بلند تر مقام پر نہ دیکھے اور اپنی منزل سے زیادہ قریب نہ پائے۔ یہ تو سمندر کی لہروں کی سی حرکت ہے جو اپنی تخلیق کے دن سے لے کر آج تک اپنی لامتناہی کوشش کے باوجود نہ تو اپنا مقام تبدیل کر سکیں نہ سطح۔ احمدیت یعنی (دین حق) کو ضرورت ہے آپ کی ایسی جدوجہد کی اور ایسے متلاطم نیک اعمال کی جو ہر آن آپ کے مقام کو ارفع اور منزل سے قریب تر کرتے چلے جائیں۔

پس اے خدام احمدیت! اپنی کوششوں کو ضائع نہ ہونے دو اور پرواز کے پر پیدا کرو۔ ہر نیا دن جو تم پر چڑھے تمہیں اور ان کو جن کی ذمہ داری تمہیں سونپی گئی ہے پہلے سے بہتر حال پر پائے اور ہر سورج جو تم پر غروب ہو۔ تمہیں ایک بلند تر مقام پر دیکھتا ہوا غروب ہو۔ اس صاحب معراج آقا کے غلام بنو۔ جس کے لئے یہ مقدر تھا کہ اس کی ہر آخرت اس کی ہر اولیٰ سے بہتر ہوگی۔ اے خدا! ایسا ہی ہو۔ ایسا ہی ہو!۔ اے معراج کے مسافرؐ کے خدا! ایسا ہی ہو اور خدام احمدیت بھی غلام احمدؑ کی طرح یقین محکم کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ

ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

مرزا طاہر احمد (ماہنامہ "خالد" ۱۹۶۸ء)

(یہ اداریہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بطور صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ تحریر فرمایا تھا۔ اسی بابرکت اداریہ سے ہم اس "گولڈن جوبلی نمبر" کا آغاز کر رہے ہیں۔ مدیر)

مدیر کے قلم سے

''خالد''۔۔۔خادم۔۔۔ترجمان

''خالد'' اپنی اشاعت کی ابتدا سے ہی اس پالیسی پر کاربند ہے کہ اس نے خلافت احمدیہ کا خادم بن کر خدمت کرنی ہے۔ خلفائے احمدیت کی اطاعت اور فرمانبرداری کو بطور خاص خدام الاحمدیہ کے دلوں میں مضبوطی سے راسخ کرنا اور ان کے تمام احکامات، ارشادات اور ہدایات کی ترویج و اشاعت کرنا ہے تا کہ اس کی تکرار اور اعادہ سے ہماری نسلیں خلافت سے مضبوط تعلق قائم کر کے ان تمام برکات کی وارث بن سکیں جن کا اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں وعدہ فرماتا ہے اور اب جبکہ ''خالد'' اپنی عمر کے پچاس سال پورے کر چکا ہے تو یہ بات روز روشن کی طرح نظر آتی ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسی حقیقی اور اعلیٰ مقصد کے لئے وقف کئے رکھا۔ پچاس سالہ اشاعت اس پر شاہد ناطق ہے کہ ''خالد'' نے خلفائے کرام کے خطبات، ارشادات، نصائح، مصروفیات، معمولات اور دیگر ضروری امور کو اپنے قارئین تک پہنچا کر حقیقی اور دیانتدار خادم بننے کی کوشش کی ہے۔ (الحمدللہ) اور اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ خلفائے کرام نے بھی ہمیشہ ''خالد'' پر نظر شفقت رکھی۔ کسی خدمت کا موقع ملا تو خوشنودی کا سندیسہ آیا، غلطی ہوئی تو محبت و شفقت سے اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے اولین اخبار ''الحکم'' اور ''البدر'' کو اپنے ''دو بازو'' قرار دیا تھا۔ یہ وہ سعادت ہے جو نصیبوں سے ملا کرتی ہے اور دراصل احمدیہ صحافت کی یہی حقیقی منزل اور معراج ہے، لیکن

این سعادت بزور بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خلفائے کرام کے زیر ہدایت مجلس خدام الاحمدیہ کی تقویت و ترقی کا اہم پہلو بھی ہمیشہ ''خالد'' کے پیش نظر رہا ہے تا کہ خدام الاحمدیہ کے قیام کا حقیقی مقصد پورا ہوتا چلا جائے جس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے یوں بیان فرمایا تھا کہ:۔

''میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولاد کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولاد کے دلوں میں یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کر لے جو دنیا کے لیے مفید اور بابرکت ہو''۔ (الفضل ۷ افروری ۱۹۳۹ء)

خالد نے اپنے پچاس سالہ دور میں انتہائی کوشش کی ہے کہ یہ تعلیم اور پیغام حق نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں، ذہنوں میں، سوچوں اور خیالوں میں منتقل ہوتا چلا جائے تا کہ احمدیت کے نوجوانوں کی علمی، عملی، ذہنی اور اخلاقی تربیت ہوتی چلی جائے اور نور حق پھیلتا چلا جائے اور اس منزل کے حصول کے لیے مجلس خدام الاحمدیہ کے مقاصد اور کاموں کی تلقین و تشہیر ناگزیر تھی۔ ''خالد'' نے اپنے اس سفر میں اس چیز کا حق ادا کرنے کی بھی بہت مخلصانہ کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ مرکزی اعلانات و پروگرام، کلاسیں اور اجتماعات، تحریکات و مطالبات کے ساتھ ساتھ اضلاع کے کام، مجالس کی کارکردگی اور خدام کے بہترین کاموں کی رپورٹیں بھی ''خالد'' کے صفحات کی زینت بنتی رہی ہیں۔ ان تمام کاموں کی تفاصیل کسی ایک شمارے کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ تاہم اس ''نمبر'' میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ قارئین کرام کو ماضی کے مرغزاروں سے حال کے سبزہ زاروں تک کا سفر کروایا جائے اس لیے آپ اس میں جہاں بعض نئے مضامین سے محظوظ ہوں گے وہاں بہت سے پرانے مضامین سے بھی لطف اندوز ہوسکیں گے، جس سے آپ کو ماضی سے حال تک کے بدلتے ہوئے مناظر کے ساتھ ایک خوبصورت، ایمان افروز اور بلندی کی طرف رواں دواں سفر طے کرنے کا موقع ملے گا۔

آپ اپنے اس ''مطالعاتی سفر'' میں بعض مقدس اصطلاحات کے متبادل فقرات قوسین میں پائیں گے اور بعض جگہیں ایسی بھی ہوں گی۔ جہاں کچھ دعائیہ کلمات زبان تو ادا کر رہی ہوگی لیکن کاغذ خاموش ہوگا۔ اس کی وجہ ایک ظالمانہ اور احمقانہ قانون ہے جو سنگ راہ بنا ہوا ہے، لیکن

ع یہ زاویہ سورج کا بدل جائے گا سائیں

☆☆☆

ہم اس ''نمبر'' کی تیاری میں مدد دینے والے ان تمام احباب کے شکر گذار اور ممنون احسان ہیں۔ جن کے تعاون سے یہ ''گولڈن جوبلی نمبر'' تیار ہوسکا ہے۔ بطور خاص مکرم میر انجم پرویز صاحب، مکرم شفیق احمد جچہ صاحب، مکرم طارق محمود صاحب، مکرم سہیل ثاقب بسراء صاحب، مکرم عبدالحق بدر صاحب، مکرم ساجد محمود بٹر صاحب، مکرم غلام مصباح صاحب، مکرم فرید احمد ناصر صاحب، مکرم محمود احمد انیس صاحب، مکرم احمد طاہر مرزا صاحب، مکرم محمد عباس صاحب، مکرم حافظ محمد ظفر اللہ صاحب، مکرم جمیل احمد انور صاحب، مکرم غلام مصطفیٰ تبسم صاحب، مکرم شیخ نصیر احمد صاحب، مکرم طارق محمود پانی پتی صاحب، مکرم خالد محمود پانی پتی صاحب، مکرم اقبال احمد زبیر صاحب، مکرم فضیل عیاض احمد صاحب، مکرم خالد محمود صاحب قائد ضلع سرگودھا، مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب اور مکرم محمد صادق ناصر صاحب انچارج خلافت لائبریری۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اجر عظیم سے نوازے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین (ادارہ ''خالد'')

نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں

بہار آئی ہے اِس وقت خزاں میں لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس دلستاں میں ہوئے بدنام ہم اِس سے جہاں میں
عدُو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں
ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
ہوئے ہم تیرے اَے قادر توانا ترے دَر کے ہوئے اور تجھ کو جانا
ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا مُصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفار و ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا مَیں تیرے فضلوں کا مُنادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

﴿درثمین﴾

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان 2003-2002ء

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہِ شفقت مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان 03-2002 کے لئے درج ذیل عہدیداران کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔

والسلام
خاکسار
سید محمود احمد
صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

عہدہ	نام
نائب صدر اوّل	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب
نائب صدر دوئم	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
معتمد	مکرم سلیم الدین صاحب
مہتمم خدمت خلق	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
مہتمم تربیت	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
ایڈیشنل مہتمم تربیت برائے نومبائعین	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
مہتمم مال	مکرم اکبر احمد صاحب
مہتمم تعلیم	مکرم فرید احمد نوید صاحب
مہتمم عمومی	مکرم ظہیر احمد خان صاحب
ایڈیشنل مہتمم عمومی	مکرم احمد محمد احسن صاحب
مہتمم صحت جسمانی	مکرم رفیق احمد ناصر صاحب
مہتمم وقار عمل	مکرم ڈاکٹر محمد عامر صاحب
مہتمم صنعت وتجارت	مکرم سید میر محمود احمد صاحب
مہتمم تحریک جدید	مکرم امین الرحمٰن صاحب
مہتمم اصلاح وارشاد	مکرم اسفندیار منیب صاحب
مہتمم تجنید	مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب
مہتمم امور طلباء	مکرم مشہود احمد صاحب
مہتمم اشاعت	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب
مہتمم اطفال	مکرم حافظ خالد افتخار صاحب
مہتمم مقامی	مکرم حافظ راشد جاوید صاحب
محاسب	مکرم حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب
معاون صدر	مکرم نصیب احمد بٹ صاحب
معاون صدر	مکرم میر مظفر احمد صاحب
معاون صدر	مکرم افتخار اللہ سیال صاحب
معاون صدر	مکرم مرزا ناصر انعام احمد صاحب

”خالد“ کا شمارۂ اوّل

(اکتوبر 1952ء)

نوٹ: "خالد" کا ایک بہت بڑا اعزاز یہ ہے کہ جب اسکی اشاعت شروع ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نوراللہ مرقدہ "صدر خدام الاحمدیہ" بھی تھے۔ (حضورِ انور نے صدارت کا عہدہ نومبر 1949ء سے اکتوبر 1960ء تک اپنے پاس رکھا) اور دوسرا اعزاز یہ ہے کہ اسوقت حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) نائب صدر تھے۔

ماہنامہ ”خالد“ کا یہ پہلا شمارہ ہے، جس کے ٹائیٹل پر ”ادارہ تحریر“ مولانا غلام باری صاحب سیف، مکرم خورشید احمد شاد صاحب اور مکرم محمد شفیع اشرف صاحب کے نام ہیں۔ جبکہ مدیر مسؤل مولانا غلام باری صاحب سیف تھے۔ اس کے پرنٹر اور پبلشر مکرم سید عبدالباسط صاحب تھے۔

”بِسمِ اللّٰہِ مَجرھَا وَمُرسٰھَا“ کے نام سے اداریہ رقم ہے۔ جس میں مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کی اغراض ومقاصد اور ماہنامہ "خالد" کے اجراء کا پس منظر بیان کیا ہے۔ رسالہ کے نام رکھنے کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلے ”الطارق“ نام رکھا گیا تھا لیکن پتہ چلا کہ اس نام سے پہلے ہی ایک اور رسالہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں نام رکھنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا **”خالد نام رکھ دیں“**۔

صفحہ ۵ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کا پیغام ہے۔ اس کے علاوہ مکرم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نائب صدر (دوم) مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا پیغام بھی شائع شدہ ہے۔ باقی مضامین اس طرح ہیں۔ ”حق وصداقت کا لازوال سرچشمہ“ از میاں عبدالمنان صاحب ایم۔اے۔ صفحہ ۹۔ ”اشتراکیت کیا ہے اور اس کا مطالعہ کیوں ضروری ہے“ صفحہ ۱۰۔ ”احمدیت کا نفوذ اور اس کی چند مثالیں“ ملک سیف الرحمٰن صاحب صفحہ ۱۳۔

”خالد بن ولیدؓ“ صفحہ ۱۶۔ ”انڈونیشیا“ از مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب، صفحہ ۱۷۔ ”خدام الاحمدیہ کے حوالے سے بعض تاریخی واقعات۔ مرتبہ: سید عبدالباسط صاحب، صفحہ ۲۰۔ ”ربوہ کی ڈائری“ صفحہ ۲۵ اور ٹائیٹل پیج نمبر ۳ پر پاکستان کی حفاظت کے لیے ہر ممکن قربانی کے عزم کے لیے خدام الاحمدیہ کی قرارداد ہے۔ نیز عبدالسلام صاحب اختر اور محمد شفیع اشرف صاحب کا منظوم کلام بھی شامل اشاعت ہے۔ اس شمارہ کے کل 32 صفحات ہیں۔

”خالد“ کا اوّلین پریس

ماہنامہ "خالد" اکتوبر ۱۹۵۲ء سے لے کر فروری ۱۹۵۵ء تک "خالد پریس" سرگودھا سے چھپتا رہا۔ یہ پریس ۱۹۴۹ء میں قائم ہوا۔ اس کے مالک محمد اختر صاحب تھے۔ یہ پریس اب بھی سرگودھا شہر کے اردو بازار میں واقع ہے اور اس کو مکرم محمد فاروق صاحب چلا رہے ہیں جو کہ محمد اختر صاحب مرحوم کے بیٹے ہیں۔

خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا یقینی طریق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا مگر میں اپنے ابتدائی زمانہ سے ہی اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ خدا جو ہمیشہ پوشیدہ چلا آیا ہے وہ (دین حق) کی پیروی سے اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔ اگر کوئی قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور کتاب اللہ کی منشاء کے موافق اپنی اصلاح کی طرف مشغول ہو اور اپنی زندگی نہ دنیا داروں کے رنگ میں بلکہ خادمِ دین کے طور بناوے اور اپنے تئیں خدا کی راہ میں وقف کر دے اور اُس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے اور اپنی خودنمائی اور تکبر اور عُجب سے پاک ہو اور خدا کے جلال اور عظمت کا ظہور چاہے نہ یہ کہ اپنا ظہور چاہے اور اِس راہ میں خاک میں مِل جائے تو آخری نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ مکالماتِ الٰہیہ عربی فصیح بلیغ میں اُس سے شروع ہو جاتے ہیں اور وہ کلام لذیذ اور با شوکت ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے اُس پر نازل ہوتا ہے۔ حدیث النفس نہیں ہوتا''۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۲۳۔ چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۴)

☆☆☆

ہمارے مہدی علیہ السلام

حضرت صوفی پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی کے قلم سے

(مرتبہ: مکرم احمد طاہر مرزا صاحب)

حضرت صوفی پیر افتخار احمد صاحب خلف الرشید حضرت پیر منشی صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کا شمار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی رفقاء میں ہوتا ہے۔ اس خاندان کو تاریخ احمدیت میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ حضرت پیر افتخار احمد لدھیانوی، آپ کے بھائی حضرت پیر منظور محمد صاحب اور آپ کے والد ماجد حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کو سیدنا حضرت امام مہدی علیہ السلام نے بمعہ اہل وعیال اپنی کتاب ''انجام آتھم'' کے ضمیمہ میں ۳۱۳ مخلصین احباب میں شامل فرمایا ہے۔ نیز اپنی کتاب اور تحریروں میں دوسرے مقامات پر بھی اس خاندان کے افراد کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ حضرت پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی کی خودنوشت سوانح حیات ''افتخار الحق یا انعامات خداوند کریم'' جو کہ تربیتی اور اخلاقی مضامین پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کتاب میں آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بابت جو روایات، مشاہدات اور تاثرات بیان کئے ہیں۔ ان میں سے بعض بطور تبرک پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ کتاب پہلی بار لاہور سے حکیم عبداللطیف صاحب شاہد نے ۱۹۵۷ء میں شائع کی اور ۵۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

خودنوشت سوانح اور خاندان کا تعارف

آپ تحریر فرماتے ہیں:-

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بغیر میرے کسی حق کے محض اپنے فضل اور رحم سے وجود خلقت عطا فرمایا اور بہت مہربانیاں فرمائیں۔ میرا نام افتخار احمد ہے۔ ''پیر'' کا لفظ اس لئے ہے کہ میرے والد صاحب پیری مریدی کرتے تھے منظور محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مصنف یسرنا القرآن میرے حقیقی بھائی ہیں۔ میرا کچھ حال یہ ہے کہ بمقام لدھیانہ ۱۴ شعبان ۱۲۸۲ ہجری بروز سہ شنبہ...... پیدا ہوا۔ میری والدہ بہت نیک اور نیکوں کی اولاد تھیں ان کی قبر مقبرہ بہشتی قادیان میں ہے۔ میرے والد صاحب کا نام احمد جان ہے، جن کا ذکر حضرت صاحب نے ''ازالہ اوہام'' میں کیا ہے ان کے ساتھ آخر میں میرا بھی ذکر کیا ہے اور علیحدہ بھی تحریر فرمایا ہے اور دعا بھی دی ہے۔ میرے والد صاحب نیک بزرگ اور سجادہ نشین تھے میں یہاں ان کا حال زیادہ بیان نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے ایک کتاب جس کا نام ''طب روحانی'' ہے تصنیف کی ہے اس میں اپنا کچھ حال بیان کیا ہے اس کتاب کا اشتہار حضرت صاحبؑ نے رسالہ ''نشان آسمانی'' میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت اقدسؑ سے تعارف

''میرے والد صاحب نے میری دینی تعلیم و تربیت میں خوب کوشش کی اور لائق ضرورت دنیوی تعلیم کے لئے سکول میں داخل کیا۔ براہین احمدیہ چھپی تو میرے والد صاحب کو حضرت صاحب کا تعارف ہوا میرے والد صاحب کو حضرت صاحب سے بہت ارادت و اعتقاد تھا اس زمانہ میں حضرت صاحب کا مجددی دعویٰ تھا جس کو قبول کیا اور یہی تبلیغ کرتے تھے کہ امام زمان دنیا میں ظاہر ہو گیا ہے ان پر ایمان اور یقین

لاؤ اور اگر کوئی مرید ہونے کے لئے آتا تو کہتے کہ سورج نکل آیا ہے اب تاروں کی ضرورت نہیں۔ جاؤ حضرت صاحب کی بیعت کرو۔ حالانکہ حضرت صاحب کو ابھی بیعت لینے کا منجانب اللہ حکم نہیں ہوا تھا۔ بیعت تو کر لیتے مگر فرماتے یہی تھے کہ جاؤ ان کی بیعت کرو"۔ (افتخار الحق صفحہ ۶،۷)

تم مسیحا بنو خدا کے لئے

"والدصاحب اشاعت (دین حق) میں حضرت صاحب کی خدمت میں چندوں وغیرہ میں خوب حصہ لیتے تھے اور اپنے مریدوں اور دوستوں سے بھی اچھی طرح امداد کراتے تھے نیز حضرت صاحب کی تائید میں ایک طویل اشتہار بھی شائع کیا۔ جس میں ایک شعر یہ تھا۔

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حالانکہ اس وقت مسیح موعود کا دعویٰ بھی نہ تھا اور کتاب فتح اسلام وتوضیح مرام شائع بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ اشتہار زمانہ حال میں اخبار الفضل میں شائع ہو گیا ہے۔ جب میں بیس سال کا ہوا تو والد صاحب حضرت صاحب سے اجازت لے کر حج کو تشریف لے گئے۔ حضرت صاحب نے ایک دعائیہ خط دیا کہ میری طرف سے حج بیت اللہ میں حرف بحرف پڑھ دینا۔ یہ خط حضرت عرفانی صاحب سلمہ قادیان نے چھاپ دیا ہے۔ حج کو مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے اور بہت مرید بھی ساتھ گئے تھے۔ جن میں شہزادہ عبدالمجید صاحب مبلغ ایران بھی تھے (حضرت شاہزادہ عبدالمجید لدھیانوی یکے از اصحاب ۳۱۳ مراد ہیں) جن کی وفات ایران میں ہوئی۔ کتبہ ان کا مقبرہ بہشتی میں لگا ہوا ہے ۹ ذی الحجہ عرفہ کا دن مجھے یاد ہے۔ جب میرے والد صاحب عرفات کے میدان میں وہ خط ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے۔ ہم ۲۰۔۲۲ خدام پیچھے کھڑے تھے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ میں یہ خط بلند آواز سے پڑھتا ہوں تم سب آمین کہتے جاؤ۔ چنانچہ آپ نے پڑھا اور ہم نے آمین کہی۔ (صفحہ ۷)

ہجرت قادیان اور خدمات

آپ بیان فرماتے ہیں:۔

"میرے والد صاحب حج سے آ کر ۱۳ دن زندہ رہے اور ۹ ربیع الاوّل ۱۳۰۳ھ کو وفات پا گئے اور لدھیانہ گورغریباں میں دفن ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ والد صاحب کی وفات کے بعد بتوفیق الٰہی میرا پہلا سفر قادیان شریف کا، حضرت بشیر اوّل کے عقیقہ پر ہوا پھر یہاں کی محبت مجھے بار بار یہاں لاتی رہی۔ ۱۸۹۲ء کو میں مع عیال قادیان میں آیا اور سرکاری سکول قادیان میں ملازمت کر لی قریباً پانچ سال مدرس رہا پھر مع عیال لدھیانہ گیا اور چند سال وہاں رہا۔ بیچ میں سالانہ جلسوں پر آتا جاتا رہا۔ پھر ۱۹۰۱ء کو مع عیال قادیان آیا اور خدا کی مہربانی سے تا ایں دم یہیں رہا۔ ۱۹۰۲ء کو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت صاحب سے اجازت لے کر مجھ کو اپنے ماتحت حضور کے خطوط کی محرری کے کام پر رکھ لیا۔ مسلسل محرری ڈاک کا کام کرتا رہا اور جنوری ۱۹۲۷ء کو بہ سبب قاعدہ شصت سالگی اس ملازمت سے ریٹائر ہوا۔ الحمدللہ! افسر مجھ سے ہمیشہ خوش رہے اور بحمداللہ جہاں تک ہو سکا۔ ان کا ادب اور فرمانبرداری کرتا رہا"۔ (افتخار الحق صفحہ ۹)

برکات وفضائل درود شریف

حضرت پیر صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ درود شریف کی کثرت سے قلب میں نور اور صفائی آتی ہے۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ابتداء شب میں کچھ کھانے پینے کا خمار ہوتا ہے۔ لیکن بیچ میں جاگ کر پھر جو سوتا ہے وہ وقت قلب

کی صفائی کا ہوتا ہے۔ اس وقت اس پر انوار نازل ہوتے ہیں۔(افتخار الحق صفحہ ۲۹۱)

عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ

''مجھے ایک بات یاد آئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک خادم پیراں دتا نام تھے۔ہم سب ان کو اصلی نام سے پکارتے تھے۔مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بلاتے تو پیری دتہ فرماتے۔یعنی میرے پیر اللہ کا دیا ہوا۔ یہ وہ توحید ہے۔ جو حضور کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس ۔اے ابنائے فارس توحید کو پکڑو۔توحید کو پکڑو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں حضرت سرور کائنات ﷺ کی محبت، تعظیم اور ادب کا یہ عالم تھا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔حضور چارپائی پر تشریف فرما تھے اور کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ اس میں حضرت محمد ﷺ کا نام مبارک بھی عبارت میں لکھا۔مگر اس مقام پر وہ چاہیے نہ تھا۔ حضور نے اس کے گرد اس طرح (محمد) حلقہ بنا کر خطوط کھینچ دیئے۔اصل نام پر قلم نہ پھیرا''۔ (صفحہ ۲۲۱)

حصول قرب الٰہی کا طریق

حضرت صوفی پیر افتخار احمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔

''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ قرب الٰہی کے حصول کا یہ طریق ہے کہ راستی اور راستبازی کے ساتھ اُس کے حضور میں چلا جائے۔حضور کے اس ارشاد کی بنا پر ایک طریق دعا کا آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ جو یہ ہے کہ جس وقت فراغت اور یکسوئی ملے اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے حاضر ناظر سمجھ کر اپنے دُکھ سُکھ، عُسر یُسر، مشکلات، حاجات، ارادات، مقاصد، نعماء، شکر گزاریاں وغیرہ وغیرہ سب داستان اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو۔ جیسے کوئی اپنے رازدار، واقفِ حال، شفیق، امین، خیر خواہ، ہمدرد، گہرے دوست کے پاس بیان کرتا ہے اور کوئی بات نہیں چھپاتا''۔(افتخار الحق صفحہ ۴۳)

آپ کی عبادات کی کیفیات

حضرت پیر افتخار احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

''خدا کی مہربانی سے مجھے وہ وقت یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (بیت) مبارک میں تشریف فرما تھے۔ ہم خدام بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جب کہ حضور نے نماز کے اندر دعا کرنے کے متعلق تقریر فرمائی۔ جس کا مطلب میری عبارت میں یہ ہے کہ یہ رسم پڑ گئی ہے کہ نماز کے اندر دعا نہیں کرتے۔ نماز کو بطور رسم و عادت جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔اور جب سلام پھیر چکتے ہیں تو لنبی لنبی (لمبی) دعائیں بڑی تضرع سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ نماز کے اندر دعا چاہیے۔ نماز خود دعا ہے۔نماز اس لئے ہے کہ بندہ اُس میں اپنے رب سے دین و دنیا کے حسنات طلب کرے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو اپنی کوئی حاجت پیش نہ کی اور جب دربار سے رخصت ہو کر باہر آئے تو درخواست کرنی شروع کر دی۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نماز پنجگانہ کی جماعت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تقریر سے پہلے برابر پانچ وقت کی جماعت کے بعد بالالتزام ہاتھ اُٹھا کر دعا کی جاتی تھی۔امام نماز حضرت مولوی عبدالکریم صاحب، حضرت اقدس، سب مقتدی نماز فرض کا سلام پھیر کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتے تھے۔ مجھے اس طریق پر سب کا مل کر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا یاد ہے۔ کیونکہ میں بھی سب کے ساتھ ہاتھ اُٹھا کر دعا کیا کرتا تھا۔ اس تمام تقریر میں حضرت اقدس نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یا آئندہ ایسا نہ کیا کریں۔

لیکن حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے جس وقت حضور کی یہ تقریر سنی اس کے بعد نماز کے سلام کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چھوڑ دی اور اس وقت یہی طریق جاری ہے۔

خدا کے فضل سے مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ حضور (بیت) مبارک میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور ہم خدام حاضر تھے۔ حضور نے فرمایا کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔ جس کے اثر سے آپ کو نسیان ہو گیا تھا یہ بات غلط ہے کیونکہ پھر احکامات شرعیہ کا اعتبار نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا (ظالم کہتے ہیں کہ تم اُس آدمی کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے) اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ پر بھی جادو ہوا تو اس وقت کے احکامات شرعیہ کا کیا اعتبار رہا۔ جادو اور نسیان کے مان لینے سے اس آیت کا استدلال صحیح نہیں رہتا۔ آپ پر کبھی جادو یا سحر نہیں ہوا"۔ (صفحہ ۹۵-۴۹۴)

نماز اوّل وقت میں اور باجماعت

حضرت پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی بیان کرتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول مبارک تھا کہ نماز کے لئے (بیت) مبارک میں اوّل وقت تشریف لایا کرتے تھے۔ فجر کی نماز کے لئے پوہ پھٹتے ہی تشریف لے آتے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم نماز پڑھ کر (بیت) سے باہر نکلتے تو صبح صادق پھیلی ہوئی اور آسمان پر تارے بھی چمکتے ہوتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام نماز تھے۔ آپ بھی اذان سنتے ہی (بیت) مبارک میں تشریف لے آتے۔ حضرت حافظ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مؤذن تھے۔ آنکھوں سے نابینا تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں پوہ پھٹنے کا اندازہ بعض پرندوں کی آوازوں، ہل چلانے والوں کے گزرنے، صبح کی ہوا اور بعض دیگر ذرائع سے لگالیا کرتا ہوں۔ جس دن حافظ صاحب کو اذان دینے میں دیر لگ جاتی اور صبح صادق ہو جاتی۔ تو حضرت اقدس حافظ صاحب کو اذان دینے کے لئے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اگر کبھی مقررہ امام کے آنے میں دیر لگ جائے تو مقتدی جلدی سے دوسرے کو امام نہ بنالیں۔ بلکہ انتظار کریں یا کسی کو بھیج کر امام کو بلائیں۔ امام کو نماز کے لئے بلانا مسنون ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بعد حضرت خلیفہ اوّل پیش امام تھے۔ کبھی آپ کو آنے میں دیر لگ جاتی اور حضرت اقدس (بیت) میں تشریف لے آتے تو بیٹھ کر انتظار فرماتے اور بلانے کے لئے ارشاد فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ تشریف لے آتے۔ اور نماز پڑھاتے۔ اذان کے بعد امام کو اطلاع دینی اور انتظار کرنا چاہیئے"۔ (صفحہ ۴۴۸)

آپؑ کو نماز باجماعت کے لئے بہت کوشاں دیکھا

"اے میرے پیارے بھائیو۔ جماعت کی نماز عظیم الشان دولت ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نماز باجماعت کے لئے بہت کوشاں دیکھا۔ سوائے ایسے وقت کے کہ حضور کو بیماری کا زور ہوتا۔ باقی سب نمازیں (بیت) میں تشریف لا کر باجماعت پڑھتے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکتا ایسی حالت میں بھی کوشش فرماتے کہ (بیت) تشریف لائیں۔ گرمیوں میں (بیت) مبارک کی چھت پر نماز ہوتی۔ حضور زینہ پر چڑھ کر تشریف لاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بعض وقت جب میں ایک زینہ پر پیر رکھتا ہوں تو ایسی حالت ہوتی ہے کہ شاید دوسرے زینہ پر پیر نہ رکھ سکوں گا"۔ (افتخار الحق صفحہ ۴۵۱)

حضرت امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھنا

آپ تحریر کرتے ہیں:-

"مجھے اس مضمون کے لکھنے کا خیال آج فجر کی نماز میں ہوا جو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح (مراد حضرت خلیفۃ المسیح

الثانی) کی اقتداء میں (بیت) مبارک میں پڑھی۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ حضور نے نماز کیسی پڑھائی۔ ایسی سبک۔ ایسی لذیذ۔ ایسی دل کو کھینچنے والی کہ حالانکہ میں بیمار ہوں میرا دل یہی چاہتا تھا کہ حضور نماز ختم نہ کریں اور پڑھاتے ہی جائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے پیچھے بھی میں نے نمازیں پڑھی ہیں۔ حضور باوجود اس کے کہ فجر کی نماز میں ن والقلم۔ والطور۔ والنجم اور ایسی ہی لمبی (لمبی) سورتیں پڑھتے تھے۔ مگر قرأت ایسی ہوتی تھی کہ نماز بالکل سبک معلوم ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام امامت نماز نہیں فرماتے تھے جو کہ مسیح موعود علیہ السلام کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بہت ہی ابتدائی زمانہ میں ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت اقدس کے پیچھے مجھے نماز پڑھنے کا موقعہ مل گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ پہلی رکعت میں والشمس والیل اور دوسری میں والضحیٰ یا الم نشرح پڑھی مگر میں کیا عرض کروں حضور نے ایسی تضرعانہ قرأت پڑھی جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خشیۃ اللہ اور محبت الٰہی اور دعا کی طلب سینہ مبارک میں جوش زن ہے۔ میرا دل پانی پانی ہوا جاتا تھا اور بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف کھچا جاتا تھا۔ میں تو ایسا نہ تھا۔ یقیناً یہ حضور کا وہ تعلق باللہ کا اندرونی جوش تھا جو میرے دل پر ایسا اثر کرتا تھا۔ سبحان اللہ نماز تو وہی نماز ہے جو خدا کے پیارے اور پیار کرنے والے بندے پڑھتے ہیں۔ یہ ذکر تو ضمناً آ گیا ہے کیونکہ یہ دولت تو اللہ تعالیٰ نے قادیان میں بخشی ہوئی ہے"۔

(افتخار الحق صفحہ ۴۴۷-۴۴۶)

لوگوں کا دعا کی درخواست کرنا

حضرت پیر افتخار احمد صاحب روایت بیان کرتے ہیں:-

"میری پہلی بیوی مرحومہ کہتی تھی کہ حضرت صاحب جب گھر سے نماز کے لئے جانے لگتے تھے تو گھر میں خورد و کلاں اور بچوں تک کی اس آواز کا ایک شور ہو جاتا۔ حضرت جی میرے لئے دعا کرنا۔ حضرت جی میرے لئے دعا کرنا۔ باہر بھی بعض حاجت مند دعا کے لئے عرض کرتے۔ حضور سب کا جواب نہایت تلطف سے دیتے۔ خدام جو بات چاہتے حضرت صاحب سے بے تکلف پوچھتے۔ اپنا دلی ہمدرد سمجھ کر جو چاہتے عرض کر لیتے"۔ (افتخار الحق صفحہ ۳۵۷)

قبولیت دعا

حضرت امام مہدی علیہ السلام نے "ادعونی استجب لکم" کے معانی میں ایک نکتہ معرفت جو بیان فرمایا اس کے بارہ میں حضرت پیر افتخار الحق لدھیانوی بیان کرتے ہیں:-

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ جو فرماتا ہے ادعونی استجب لکم اس میں "ل" کا مطلب یہ ہے کہ جس میں تمہارا فائدہ ہوگا۔ حضور سے میں نے یہ بھی سنا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مومن کی اصل دعا قبول ہو ہی جاتی ہے"۔ (افتخار الحق صفحہ ۳۳۴)

اندازِ دعا

حضرت پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی حضرت مسیح موعودؑ کی دعا کی کیفیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"مسیح موعود علیہ السلام کو بارہا دعا کرتے دیکھا ہے۔ حضور کی دلی تضرع کا اثر حضور کے چہرہ مبارک پر بھی نمایاں ہوتا تھا اور دونوں ہاتھ چہرہ انور کے بہت قریب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیة (دعا کرو اپنے رب سے زاری اور اخفا سے) حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"اپنی پناہ میں رکھیو - سن کر یہ میری زاری"

(افتخار الحق صفحہ ۸۶)

انتظار دعا

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے سنا ہے کہ انتظار بھی دعا ہے۔ یعنی دعا کر کے اس کی قبولیت کا انتظار کرنا دعا ہے''۔ (افتخار الحق صفحہ ۴۰۲)

سبحان اللہ!

حضرت پیر صاحب لدھیانوی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ذکر الٰہی اور یاد الٰہی کی بابت بیان کرتے ہیں:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (بیت) مبارک میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ تو کسی وقت بے ساختہ بے تکلف خود بخود حضور کی زبان مبارک سے سبحان اللہ کے مبارک الفاظ آہستہ سے نکل جاتے تھے اور جس کو کبھی کبھی ہم خدام بھی سن لیتے تھے۔ یہ حضور کا وہ دائمی دلی ذکر اور قلبی یاد الٰہی تھی۔ جو ان الفاظ میں کسی وقت ہم کو بھی سنائی دیتی تھی۔ سبحان اللہ کیا بابرکت نورانی ذاکر اور عارف باللہ وجود باجود تھا۔ اور وہ آواز کیسی دلکش اور دلربا آواز تھی۔ جو ہمارے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ لیتی تھی وہی آواز ہے۔ جس نے اس وقت حضور کی تحریر کی شکل اختیار کر لی ہے جس کا نور اور اثر اب بھی آپ اپنی آنکھوں اور اپنے دل سے دیکھتے ہو اور جوں جوں حضور کی کتابیں پڑھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ذکر کی توفیق بخشے۔ آمین''(افتخار الحق صفحہ ۱۹۹)

شمائل مہدی علیہ السلام

حضرت پیر صاحب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے شمائل وخصائل اور حلیہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام خوبصورت۔ خوب سیرت۔ خوش شکل۔ خوش وضع۔ شکیل۔ ملیح۔ سفید گندمی رنگ۔ کشادہ عموداً پیشانی۔ درمیانہ بلند بینی۔ طاقتور۔ متناسب اور معتدل اعضاء تھے۔ بجز اس کے کہ حضور کے موئے مبارک حنا شدہ تھے۔ بڑھاپے کی کوئی علامت نہ تھی۔ حضور شہزور نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ حضور کی علالت طبع کا ہم کو پتہ لگ جاتا تھا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور کی آنکھ یا دانت کی تکلیف دیکھی سنی ہو۔ حضور کی نظر طاقتور اور عینک کی حاجتمند نہ تھی۔ دور اور نزدیک کی نظر بہت اچھی تھی۔ حضور پلکیں جھکائے ہوئے نظر نیچی رکھتے تھے۔ حضور کو تھوڑی مقدار میں کھانا تناول فرمانے کے سوا کسی چیز کی عادت نہ تھی۔ حضور کا مزاج اس قدر معتدل تھا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رومال یا زمین پر تھوک۔ کھنکار یا ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہو۔...... حضور کی نشست و برخاست۔ رفتار۔ گفتار۔ حرکات سکنات میں بلاتصنع ایسی وجاہت تھی جیسے کوئی بلند مرتبت بادشاہ ہے۔ کوئی حضور کو پہلی نظر دیکھتا۔ گرویدہ ہو جاتا۔ محبت سے بھر جاتا۔ مؤدبانہ رعب میں آجاتا اور سمجھ لیتا تھا کہ کوئی بڑا عالی شان انسان ہے۔ مخلوق الٰہی سے ایسی شفقت رکھتے کہ قلوب محبت کے جوش سے بے اختیار حضور کی طرف کھچے جاتے تھے۔ سر کے موئے مبارک سیدھے چھدرے حنا شدہ کانوں سے نیچے تک ہوتے تھے۔ اور ریش مبارک گنجان سیدھی دراز حنا شدہ تھی۔ میں نے حضور کے موئے مبارک میں کبھی سفیدی کا اثر نہیں...... تفکرات اور کاروبار کے ہجوم میں بھی حضور کی صفائی، پاکیزگی میں کبھی فرق معلوم نہیں کیا دنیا دار لوگ مشکلات، تفکرات، بیماری، مالی تنگی کے وقت پریشان حال ہو جاتے خودداری بھول جاتے اور گھبراتے ہیں۔ مگر حضور ایسے وقت بھی اطمینان خاطر اور سکینت قلب کے ساتھ بے غم وہم اور خوش حال ہوتے تھے۔ اور حضور کی عادات شریفہ میں کوئی تبدیلی نہ آتی تھی۔ جس کا اثر ہمارے دلوں کو بھی مطمئن کر دیتا تھا۔ حضور قدرتی طور سے ایسے سریع رفتار تھے کہ اگر ساتھ والے

جلدی نہ چلتے تو پیچھے رہ جاتے۔ یہ بھی نہ تھا کہ حضور ارادتاً جلدی کرتے تھے۔ بلکہ حضور کی معمولی رفتار ہی ایسی تھی۔ ہاں آہستہ چلنے کی ضرورت ہوتی تو آہستہ چلتے۔ حضور چلنے میں قدم مبارک خوب مضبوطی اور طاقت کے ساتھ زمین پر رکھتے تھے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ حضور کی قلبی طاقت کا اثر تھا جو حضور کی رفتار اور اعضاء میں نمایاں تھا۔ حضور مکان سے باہر کہیں تشریف لے جاتے تو ہاتھ میں سوٹی ضرور رکھتے۔ جو کہ درمیانہ موٹی اور ایک گز کے قریب ہوتی۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور گھر سے باہر تشریف لے گئے ہوں اور ہاتھ میں سوٹی نہ ہو۔ حضور سر مبارک پر گاہے لنگی اور عموماً سفید ململ کا عمامہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز (مراد حضرت خلیفہ المسیح الثانی) کے عمامہ کی وضع پر خوبصورت باندھتے تھے۔ نیم شلوار کی طرح پاجامہ قمیص۔ واسکٹ اور اوپر گرم کوٹ ہوتا تھا۔ حضور کو بردِ اطراف کی تکلیف تھی۔ گرمی میں ایک گرم کوٹ اور سردی میں ایک سے زیادہ پہنتے۔ اور شدت سردی کے وقت پشمینہ کی چادر بھی ساتھ رکھتے۔ مگر اوڑھتے بہت کم تھے۔ سیر کو تشریف لے جاتے تو چادر نہ ہوتی۔ مگر ہاتھ میں سوٹی ضرور ہوتی۔ حضور کے پاس ایک ململ کا سفید کپڑا رومال کی طرح ہوتا تھا جس کے ایک گوشہ میں جیب گھڑی اور دوسرے گوشوں میں نقدی وغیرہ بندھی رہتی تھی۔ اس رومال کو لپیٹ کو جیب میں رکھتے تھے۔ حضور کے پائے مبارک میں کبھی دیسی پاپوش اور گاہے گاہے بادامی گرگابی ہوتی تھی۔ حضور بالکل راست قامت تھے۔ شکم مبارک ہموار تھا۔ البتہ کشادہ فراخ سینہ مبارک خوب نمایاں تھا۔ حضور کے پاس چلتے اور کھڑے ہوتے ہوئے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اگر کسی شخص کا قد ساڑھے پانچ فٹ ہو تو اس کا قد حضور کے قامت شریف سے بہت ہی قریب ہوگا''۔ (افتخار الحق صفحہ ۵۶۔۳۵۵)

چند خوش بخت رفقائے احمدؑ

(مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور۔ ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول یہ رہا ہے کہ آپ حتی الوسع خود امام بن کر نماز نہیں پڑھایا کرتے تھے بلکہ دیگر احباب میں سے کسی کو امامت کے لئے فرما دیا کرتے تھے۔ اس طرح سے بہت سے خوش قسمت احباب کو حضور علیہ السلام کا امام الصلوٰۃ بننے کا فخر حاصل ہوا۔ ایسے جن احباب کے متعلق خاکسار کو اطلاع ملی ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
(۲) حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی
(۳) حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی
(۴) حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی
(۵) حضرت مولوی مبارک علی صاحب
(۶) حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی
(۷) حضرت صوفی غلام محمد صاحب آف ماریشس
(۸) حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب
(۹) حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب بھیروی
(۱۰) حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی
(۱۱) حضرت مولوی محمد احسن صاحب امروہوی
(۱۲) حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی
(۱۳) حضرت مولوی رحیم بخش صاحب
(۱۴) حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی
(۱۵) حضرت میاں جان محمد صاحب بٹالوی
(۱۶) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی
(۱۷) حضرت بھائی شیخ عبدالرحیم صاحب
(۱۸) حضرت میر ناصر نواب صاحب
(۱۹) حضرت پیر افتخار احمد صاحب

(ماہنامہ ''خالد'' جولائی ۱۹۶۲ء)

کلام حضرت مصلح موعود

حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ کی دو نظمیں جو آپ نے اپنی بیٹی مکرمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو لکھ کر دی تھیں۔ یہ نظمیں ''کلام محمود'' میں شامل نہیں ہیں۔

چڑیا بولی، پیارے بچو!

چوں چوں کرتی چڑیا آئی
چونچ میں اپنی تنکا لائی

تنکوں سے اس نے گھونسلہ بنایا
پتوں سے پھر اس کو سجایا

پھر اس میں انڈے دینے بیٹھی
انڈے دے کر سینے بیٹھی

کچھ انڈے تو کچے نکلے
باقی میں سے بچے نکلے

بچوں نے وہ شور مچایا
سارے گھر کو سر پہ اُٹھایا

کوئی کہتا امّاں! کھانا
کوئی کہتا پانی پلانا!

چڑیا بولی، پیارے بچو!
غل نہ مچاؤ صبر سے بیٹھو

ابا کام سے آتے ہوں گے
دانہ دُنکا لاتے ہوں گے

تم سب بیٹھ کے کھانا کھانا
پھر سب مل کے سیر کو جانا

☆☆☆

درخت پر بیٹھا طوطا اور گاؤں کے بچے

پیارے طوطے! بھولے بھالے
ہم ہیں تیرے چاہنے والے

تیرا سبز لباس غضب ہے
کیا ہی پھبن ہے کیسی چھب ہے

اوپر لال سی جاکٹ پہنے
سج کر بیٹھا ہے بن ٹھن کے

جب بیٹھا ہو پیڑ کے اوپر
کھیل رہا ہو پر پھیلا کر

اس کی سبزی تجھ کو چھپائے
رنگ ترا اس سے مل جائے

کیوں بیٹھا ہے پیڑ پہ جا کر
بیٹھ ہمارے پاس تو آ کر

تجھ کو چوری ڈالیں گے ہم
تجھ کو خوب کھلائیں گے ہم

پنجرہ اک اچھا سا بنا کر
رکھیں گے تجھے اس میں چھپا کر

میٹھے بول سکھائیں گے ہم
تجھ کو خوب پڑھائیں گے ہم

بیٹھ کے تیری باتیں سنیں گے
تجھ سے کوئی کام نہ لیں گے

اچھے طوطے! گر نہیں آتا
اپنا نام تو ہم کو بتا جا

طوطا بولا، نام ہمارا
مٹھو ہے، کیوں! ہے نا پیارا؟

یہ کہتے ہی پر پھیلا کر
تول کے دم اور چونچ دبا کر

اُڑ گیا طوطا شور مچا کر
چھپ گیا وہ بادل میں جا کر

☆☆☆

(ماہنامہ ''خالد'' فروری ۱۹۶۹ء)

حضرت مصلح موعود کا ایک یادگار خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''............... بجٹ پر بحث کرتے ہوئے جو سوالات پیش ہوئے ان میں سے ایک اہم سوال ''خالد'' کی اشاعت کا تھا- ابھی ہماری جماعت کی جس قسم کی حالت ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں زیادہ رسالوں کی اشاعت پسند نہیں کرتا، کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر رسالے نکلیں اور جماعت کو ان کی اشاعت کی طرف توجہ نہ ہو تو ان کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر ان رسالوں سے جماعت کے اندر لکھنے کا شوق پیدا ہو جائے اور کوئی کسی رنگ میں لکھے اور کوئی کسی رنگ میں، تو یہ بے شک ایک مفید کام ہو سکتا ہے- جب ''خالد'' کی اشاعت کی تجویز ہوئی تھی تو اس وقت میں نے کہا تھا کہ اگر خدام اس کو چلا سکیں تو بے شک چلا لیں لیکن مجھے انشراح نہیں اور آج جو اس کی خریداری کی رپورٹ پیش کی گئی ہے اس سے میرے اس شبہ کی تصدیق ہوتی ہے- میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں چالیس سال تک کی عمر والے افراد کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہوگی- ان میں سے اگر عورتوں کو الگ کر دیا جائے تو پچاس ہزار مرد رہ جاتے ہیں اور پھر اگر چھوٹی عمر کے لڑکوں کو نکال دو تو پندرہ سے چالیس سال تک کی عمر والے نوجوان ہماری جماعت میں پچیس ہزار کے قریب ہوں گے- اب اگر دو فی صدی ''خالد'' کے خریدار ہوں تو اس رسالہ کی خریداری پانچ سو ہونی چاہیے- اگر پانچ فیصدی خریدار ہوں تو ساڑھے بارہ سو خریداری ہونی چاہیے- اگر دس فیصدی خریدار ہوتے تو اس کی اشاعت اڑھائی ہزار تک ہوتی، مگر ایسا نہیں ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ علمی ذوق ابھی ہماری جماعت میں پیدا نہیں ہوا جو ہونا چاہیے-

......پس ''خالد'' کی یا تو خدام کو ضرورت نہیں اور اگر ضرورت ہے تو اس کی خریداری بڑھاؤ اور کم سے کم اپنے اندر یہ بیداری پیدا کرو کہ اس میں مضمون لکھا کرو- میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں پندرہ بیس ہزار نوجوان ایسا ہوگا جس کی مڈل سے اوپر تعلیم ہوگی اور اس قدر تعلیم رکھنے والے بھی اگر لکھنے کی مشق کریں تو بڑا اچھا لکھ سکتے ہیں بلکہ بعض مڈل پاس تو میٹرک پاس نوجوانوں سے بھی زیادہ کام کرنے والے ہوتے ہیں- میں جب اسکول میں پڑھتا تھا تو مرزا برکت علی صاحب جو بھائی عبدالرحیم صاحب کے بڑے لڑکے ہیں وہ میٹرک والوں کو پڑھایا کرتے تھے حالانکہ وہ خود مڈل پاس تھے اور افسروں کو تسلی تھی کہ وہ اچھا پڑھاتے ہیں- پھر اپنی زبان میں تو ہر انسان اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکتا ہے خواہ اس کی تعلیم ہو یا نہ ہو- اگر پہلے شاعروں اور مضمون نویسوں کو دیکھا جائے تو ان میں اتنی بھی لیاقت نہیں تھی جتنی ہمارے عام لکھے پڑھے نوجوانوں میں پائی جاتی ہے لیکن شوق اور مشق کی وجہ سے وہ آگے نکل گئے- اگر ہماری جماعت کے نوجوان بھی مضمون نویسی کی مشق کریں تو آہستہ آہستہ وہ بڑے اچھے مضمون نگار بن سکتے ہیں- اس کے لیے شروع میں وہ اتنا ہی کریں کہ کوئی چٹکلہ ذہن میں آجائے تو وہی لکھ کر ''خالد'' میں بھجوا دیں اس طرح اور بھی کئی اس بحث سے لطف اندوز ہوں گے-...... بعض

باتیں خواہ لطیفہ کے طور پر ہوں، وہی لکھ دی جائیں۔ اگر ہر نوجوان یہ سمجھ لے کہ میں نے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے تو اس سے ایک تو اسے لکھنے کی مشق ہوگی۔ دوسرے اس کے نتیجہ میں رسالہ بھی دلچسپ ہو جائے گا۔ مثلاً وہ یہی لکھ دے کہ فلاں مولوی نے مجھ سے یہ بات پوچھی تھی مگر مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔ اس کے لیے رسالہ والے ایک ''سوال و جواب'' کا عنوان قائم کر دیں جس کے نیچے اس قسم کے سوالات درج ہو جایا کریں اور پھر دو دو تین تین سطروں میں ہر سوال کا جواب دیا جائے۔ پس اگر اور کچھ نہ لکھ سکو تو اتنا ارادہ ہی کر لو کہ ہم نے رسالہ میں کوئی نہ کوئی سوال ضرور بھجوانا ہے۔ اس کے بعد جب رسالہ میں تمہارے سوال کا جواب آ جائے گا تو لازماً تمہیں اپنے رسالہ سے دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ پس ''خالد'' سے تم کم سے کم اتنا فائدہ تو اٹھاؤ کہ سوالات لکھ کر بھجواؤ یا دلچسپ واقعات ہوں تو وہی بھجوا دیے۔ ...... پس اگر اپنے رسالہ کو ترقی دینا چاہتے ہو تو اس کی کوئی نہ کوئی حیثیت بناؤ۔ یا تو اسے ایسا شاندار علمی پرچہ بناؤ کہ ہر خادم یہ سمجھے کہ اگر میں نے ایسا قیمتی رسالہ نہ خریدا تو علم سے محروم ہو جاؤں گا اور یا پھر اس رسالہ کو عالمگیر حیثیت دو اور ہر شخص سے کہو کہ وہ اس رسالہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھے۔ چاہے کوئی سوال ہی ہو۔ اگر تم اس رسالہ کو ایسی شکل دے دو کہ ہر نوجوان اس کو اپنا رسالہ سمجھے۔ کوئی سوال بھیج رہا ہو، کوئی سوال کا جواب بھجوا رہا ہو، کوئی اپنی مشکلات کا ذکر کر رہا ہو، تو انہیں یہ رسالہ اس طرح معلوم ہوگا جس طرح گھر کے سب افراد مل کر بیٹھے ہوئے ہوں تو خاوند اپنی مشکلات کا ذکر کرتا ہے کہ آج دفتر میں مجھے یہ یہ مشکل پیش آئی تھی۔ بیوی اپنے واقعات کا ذکر کرتی ہے۔ لڑکیاں اپنے اپنے حالات بیان کرتی ہیں۔ غرض سب اپنی باتیں کرتے ہیں اور دلچسپی سے ایک دوسرے کی گفتگو سنتے ہیں۔ اسی طرح جب تم رسالہ کھولو تو تمہیں یوں معلوم ہو کہ ہمارا ایک خاندان ہے جس کے افراد بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہوں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ پچیس تیس سال کی عمر میں تم ''الفضل'' میں مضامین لکھنے کے قابل ہو جاؤ گے مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ نوجوانوں میں علمی شغف کم ہو گیا ہے۔ اس نقص کا ازالہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ خدام کا یہ فرض قرار دیا جائے کہ وہ اس رسالہ میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھیں۔ جس طرح خدام سے خدمت خلق کا کام لیا جاتا ہے اور یہ خدمت خلق کا کام ان کے فرائض میں شامل ہے اسی طرح یہ بھی ان کے فرائض میں شامل ہو کہ انہوں نے اپنے رسالہ کے لیے یا الفضل اور فرقان کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے۔ اگلے سال جب تمہارا سالانہ اجتماع ہوگا تو تم سے دریافت کیا جائے گا کہ بولو اس سال تم نے کس کس اخبار میں مضمون لکھا ہے اور تمہارا فرض ہوگا کہ تم وہ رسالے اور اخبارات اپنے ساتھ لاؤ جن میں تم نے اپنے مضامین شائع کروائے ہوں۔ ضروری نہیں کہ کوئی علمی مضمون ہی ہو بلکہ خواہ اتنی ہی بات ہو کہ مجھے کھانسی ہے اگر کسی دوست کو کوئی نسخہ معلوم ہو تو مجھے بتایا جائے۔ یہ اعلان جس پرچہ میں شائع ہو وہ پرچہ اپنے ساتھ لے آئے اور کہے کہ میں نے فلاں پرچہ میں یہ اعلان شائع کروایا تھا۔ غرض ہر نوجوان نے کوئی نہ کوئی اخبار پکڑا ہوا ہو، تاکہ وہ بتا سکے کہ اس نے دوران سال میں اپنے اس فرض کو ادا کیا ہے۔ چاہے صرف اتنی ہی خبر ہو کہ میں مہاجر ہوں میرا فلاں بھائی نہیں ملتا۔ اگر کسی دوست کو اس

کا علم ہو تو مجھے اطلاع دیں۔ جب وہ ابتدا کر دے گا تو آہستہ آہستہ مضامین لکھنے کے متعلق اس کے اندر دلیری پیدا ہو جائے گی۔ یہ طریق جو میں نے تمہیں بتایا ہے یہ اتنا آسان ہے کہ خواہ کوئی کتنا ہی معمولی تعلیم یافتہ ہو بلکہ خواہ کوئی ان پڑھ ہو تو وہ بھی کچھ نہ کچھ لکھوا کر شائع کرا سکتا ہے۔ مثلاً یہی لکھوا دے کہ میں فلاں دن (بیت الذکر) میں نماز پڑھنے گیا تھا کہ میری جوتی کسی نے اٹھالی۔ دوستوں کو اپنے جوتوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور انہیں کسی محفوظ جگہ پر رکھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اس قسم کی معمولی باتوں کے لیے کسی بڑے علم یا تجربہ یا مشق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پڑھے لکھے تو الگ رہے ان پڑھ بھی بڑے شوق سے اس میں حصہ لینا شروع کر دیں گے بلکہ ہم نے تو دیکھا ہے ان پڑھ جتنی احتیاط کے ساتھ اپنا خط پڑھوا کر سنتا ہے پڑھا لکھا اتنی احتیاط اور توجہ سے نہیں پڑھتا۔...... اگر تم پہلی دفعہ اس قسم کا مضمون لکھو گے اور وہ رسالہ یا اخبار میں چھپ جائے گا تو تمہیں خوشی ہوگی جیسے تمہیں بادشاہت مل گئی ہے۔ پھر تم اور لکھو گے پھر اور لکھو گے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ تم خوب لکھنے لگ جاؤ گے۔ پس تم نے اگر ''خالد'' جاری کیا ہے تو تم اس کی خریداری بڑھاؤ۔ دوسرے ہر نوجوان کا یہ فرض قرار دو کہ وہ اس میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھے اور اگر کوئی خادم سال بھر میں بھی کچھ نہ لکھے تو اس کے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے فرض کو ادا نہیں کیا''۔

(فرمودہ بر موقعہ اجتماع خدام الاحمدیہ ۷ نومبر ۱۹۵۴ء)

(بحوالہ ماہنامہ ''خالد'' نومبر ۱۹۵۵ء)

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا واحد شعر

پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ اور معروف سیاستدان سردار عبدالحمید دستی صاحب حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ دستی صاحب کی کسی بات پر حضرت چوہدری صاحب ناراض ہو گئے۔ دستی صاحب کی سزا یہ طے پائی کہ وہ ہر روز حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں آیا کریں گے مگر حضرت چوہدری صاحب اُن سے کوئی کلام نہیں کریں گے۔ غالباً ہفتہ بھر کی سزا تھی۔

سزا کے آخری روز جناب عبدالحمید دستی صاحب نے کہا چوہدری صاحب! نہ آپ سگریٹ پیتے ہیں نہ پان کھاتے ہیں نہ کوئی اور عادت آپ کو ہے۔ آپ کو کوئی عادت ہے بھی؟

حضرت چوہدری صاحب مسکرائے اور اتنا فرمایا میں اس کا جواب کل دوں گا۔ اگلے دن جناب عبدالحمید دستی صاحب آئے تو چوہدری صاحب نے اپنا (غالباً واحد) شعر یوں جواباً سنایا

پوچھا حمید نے تمہیں عادت بھی ہے کوئی؟
میں نے کہا کہ مجھ کو تو عادت وفا کی ہے

اِس شعر کے سوا حضرت چوہدری صاحب کا کوئی اور شعر معلوم نہیں۔ (ماہنامہ ''خالد'' نومبر ۱۹۸۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ
''خالد'' کے آغاز کے وقت حضور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی تھے۔

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کا پیغام
نوجوانانِ احمدیت کے نام

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

مجھے مولوی غلام باری صاحب سیف معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ نے اطلاع دی ہے کہ ان کی مجلس مرکزیہ کے زیر انتظام ایک ماہواری رسالہ "خالد" نامی جاری ہو رہا ہے۔ اور سیف صاحب نے جنہیں خالد کے نام کے ساتھ ایک اہم تاریخی جوڑ حاصل ہے۔ مجھ سے درخواست کی ہے۔ کہ میں بھی اس رسالہ کے پہلے نمبر کے لئے کوئی مختصر سا پیغام لکھ کر دوں۔ جو جماعت کے نوجوانوں کی ہمتوں کو بڑھانے والا اور ان میں کام کی روح پھونکنے والا ہو۔ سو مجھے اس پیغام کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ فارسی شعر نظر آیا ہے۔ جو میرے اس نوٹ کا عنوان ہے۔ اور جس کا اردو زبان میں سلیس اور آزاد ترجمہ یہ ہے کہ اے احمدیت کے نوجوانو! دین کے رستہ میں اپنی کوششوں اور اپنی جدّ و جہد کو اس اخلاص اور اس ذوق و شوق اور اس جذبۂ قربانی کے ساتھ جاری رکھو کہ تمہاری اس مجاہدانہ مساعی کے نتیجہ میں دین کو غیر معمولی مضبوطی حاصل ہو جائے۔ اور (دین حق) کا باغ و مرغزار پھر دوبارہ ایک نئی رونق و بہار کے ساتھ مخالفوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگے۔

پس یہی وہ مقصد و منتہیٰ ہے جو ہمارے نوجوانوں کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیئے فاروق ہوں یا خالد اور قلم ہو یا سیف سب اپنے اپنے میدان میں اور اپنے اپنے وقت پر (دین حق) اور صداقت کے خادم ہیں۔ صرف مومن کی نیت پاک و صاف ہونی چاہیئے۔ اور اس کے قلب میں سیمابی ولولہ۔ پھر اس کے آگے رستہ بالکل صاف ہے۔ وکتب اللہ

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔

یہ وقت خاص خدمت کا ہے ....

.... بے شک

مخالفت بہت سخت ہے اور اس کا دائرہ بہت وسیع۔ لیکن یہی وہ وقت ہے جبکہ سعید رُوحیں خواب غفلت سے بیدار ہو کر تحقیق کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ پورا ہو رہا ہے کہ الٰہی جماعتوں کے لئے مخالفت وہی کام دیا کرتی ہے۔ جو ایک عمدہ کھیت کے لئے کھاد دیتی ہے۔

پس اے عزیزو اور بھائیو! زندگی کی ان قیمتی گھڑیوں کو غنیمت جانو۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ ماحول کا یہ زرّیں موقعہ کب بدل جائے۔ یا تمہاری اپنی زندگی کا یہ دَور کب ختم ہو جائے۔ اسی لئے ہمارے آقا اور امام نے جہاں وہ شعر ارشاد فرمایا ہے جو اس نوٹ کے عنوان میں درج ہے وہاں دوسری جگہ یہ انتباہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

اور اسی پر میں اپنا یہ مختصر پیغام ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ اور آپ کی جملہ نیک مساعی میں آپ کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین یا ارحم الراحمین؛

والسّلام۔ خاکسار مرزا بشیر احمد۔ ربوہ

یہ وہ پیغام ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے "خالد" کے آغاز کے موقع پر مرحمت فرمایا تھا۔ اور "خالد" کے پہلے شمارے (اکتوبر 1952ء) کے صفحہ 5, 6 پر شائع ہوا تھا۔ یہ پیغام پہلے شمارے سے Scan کر کے قارئین کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ قانونی مجبوریوں کی وجہ سے بعض فقرات حذف کرنے پڑے ہیں۔ (ادارہ)

حضرت مصلح موعود کے مقدس شمائل اور پاکیزہ اخلاق

مکرم ومحترم مولانا عبدالرحمٰن انور صاحب مرحوم کو ایک لمبا عرصہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں بطور پرائیویٹ سیکرٹری رہنے کا موقع ملا۔ آپ نے اس ضمن میں بعض واقعات ماہنامہ ''خالد'' ستمبر ۱۹۶۱ء۔ جنوری، فروری، مارچ، اپریل، جولائی، اگست ۱۹۶۲ء کے شماروں میں شائع کروائے۔ ان میں سے بعض واقعات پیش خدمت ہیں۔

(۱)

مَیں جن دنوں انچارج تحریک جدید تھا۔ حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مبلغ پانصد روپے کی رقم حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کو پہنچاؤں اور حضور کے اس ارشاد سے بھی اطلاع دوں کہ چونکہ یہ رقم ایک قومی امانت ہے جسے فلاں دوست کو پہنچانا ہے اور وہ بذریعہ ریل گاڑی جارہے ہیں اس لیے اس رقم کو اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں رکھ کر اُوپر سے اِسے سی لیں۔ تاکہ جیب سے گرنے کا خطرہ نہ رہے اور حضور نے مجھے یہ ہدایت فرمائی کہ خاکسار یہ سارا کام اپنے سامنے کروا کر حضور کو اطلاع دے کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل ہوگئی۔ یہ رقم کوئی بڑی رقم نہیں تھی لیکن قومی رقوم کی حفاظت کے لیے ایک ذمہ دار عزیز کے لیے اس قدر تاکیدی ہدایات سے حضور کے علوّ مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۲)

حضور نے نوجوانوں میں صنعت وحرفت کا شوق پیدا کرنے کے لیے دارالصناعت کا کارخانہ قائم فرمایا، جس میں لکڑی، لوہے اور چمڑے کا کام سکھایا جاتا تھا۔ جب ابتدائی انتظامات مکمل ہو کر اس کے افتتاح کا موقعہ ہوا تو حضور بہ نفسِ نفیس خود تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھ سے رندہ کے ذریعہ لکڑی کو صاف کیا اور یہ کام (کرکے) سیکھنے والے بچوں کے دل میں خود کام کرنے کے جذبہ کی عزت کو بڑھایا اور ثابت کیا کہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام کرنا ذلت نہیں بلکہ عزت کا موجب ہے۔ میرے والد صاحب بزرگوار مکرم مولوی عبداللہ صاحب بوتالوی مرحوم اُن دِنوں سپرنٹنڈنٹ دارالصناعت تھے۔ انہوں نے اُس برادہ اور تختی کو محفوظ کرلیا تھا اور ایک شیشے کے فریم میں رکھ کر فریم پر یادگار افتتاح دارالصناعت لکھ کر دفتر میں لٹکا دیا تھا کہ بعد میں آنے والے نوجوانوں کے لیے بھی سبق کا موجب ہو، لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد وہ فریم قادیان ہی میں رہ گیا۔

(۳)

قادیان میں ایک دفعہ حضور کا ایک ذاتی خادم دفتر تحریک جدید میں آیا اور کہا کہ حضور نے باہر کے محلّہ میں ایک شخص سے کوئی چیز منگائی ہے۔ اگر سائیکل دفتر کا مل جائے تو جلدی لے کر آجاؤں۔ چونکہ اُس وقت دفتر کا سائیکل فارغ تھا۔ میں نے اُسے وہ سائیکل دے دیا اور وہ پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر سائیکل واپس کر گیا اور وہ چیز حضور کی خدمت میں پیش کردی۔ حضور نے اُس سے دریافت فرمایا کہ اتنی جلدی کس طرح سے لے آئے۔ اُس نے کہا کہ دفتر تحریک جدید سے سائیکل لے لیا تھا۔ اِس طرح سے جلد لے آیا۔ اس پر حضور نے مجھے فوراً یاد فرمایا اور فرمایا کہ اسے دفتر کا سائیکل کیوں دیا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کا خادم تھا۔ حضور کے کام کے لیے ہی جانا تھا اور دفتر کا سائیکل فارغ تھا۔ اس لیے دے دیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ ذاتی کام کے لیے دفتر کا سائیکل دینا درست نہ تھا۔ اس طرح سے حضور نے صحیح فرض

کی (طرف) رہنمائی فرمائی۔

(۴)

حضور کی طرف سے تاکیدی ہدایت تھی کہ جملہ واقفین زندگی روزانہ اپنی ڈائری کولکھ کر ہی سویا کریں اور دفتر تحریک جدید کے لیے بھی یہی ہدایت تھی کہ دفتر بند کرنے سے پہلے روزانہ اپنی رپورٹ ضرور بھجوائی جایا کرے۔ جس میں اس دن کے کام کا مختصر ذکر ہو جو کیا گیا ہے اور جن کاموں کے لیے حضور نے ہدایت دی ہوئی ہے اور ان کو آج نہیں کیا جاسکا۔ ان کو کس طور پر کل کرنا ہے اور حضور کا معمول تھا کہ رپورٹ ملتے ہی اسے ملاحظہ فرماتے اور جو ہدایت ضروری ہوتی تھی فوراً بذریعہ ڈکٹوفون دیتے تھے اور اگر رپورٹ کے دینے کے بعد 15/20 منٹ تک کوئی کال نہ ہوئی ہوتی تو سمجھا جاتا تھا کہ رپورٹ میں مندرجہ امور کے متعلق حضور کو تسلی ہے کیونکہ حضور فرماتے تھے کہ میری طبیعت ایسی ہے کہ غلطی کی اصلاح کیے بغیر آگے نہیں گذر سکتی اور فرض شناس طبیعت کا تقاضا یہی ہوتا ہے۔

(۵)

قادیان میں گرمی کے موسم میں سکولوں کے طلباء اُس نہر پر جایا کرتے تھے جو قادیان سے دو میل کے فاصلے پر موضع تتلے کے پاس سے گذرتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی بعض دفعہ اس موقعہ پر شرف شمولیت بخشا کرتے تھے اور پانی میں فٹ بال کو ہاتھوں سے کنارے کے باہر پھینکنے کی کھیل میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ یہ طے پایا کہ نہر کے بہاؤ کے مطابق تتلے کے پل کے پاس سے احباب نہر میں تیرنا شروع کریں۔ دیکھیں کون زیادہ دیر تک تیرتا رہتا ہے۔ چنانچہ جملہ احباب نے جو اس ٹرپ پر گئے تھے تیرنا شروع کیا۔ ان میں مدرسہ احمدیہ کی آخری کلاسوں اور ہائی سکول کے طلباء اور اساتذہ اور دیگر قادیان کے نوجوان بھی شامل تھے۔ چنانچہ اگلے پل کے بالکل پاس تک صرف حضور ہی تیرتے رہے۔ باقی احباب تھک کر پانی میں چلتے چلتے ہمراہ رہے۔ یہ فاصلہ ڈیڑھ دو میل کے قریب بنتا ہے۔ اس سے حضور کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۶)

واقفین زندگی کے لیے حضور نے یہ لازمی قرار دیا تھا کہ کسی نہ کسی موضوع پر ہفتہ میں ایک مضمون لکھا کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد بعض نوجوان دِقت محسوس کرنے لگے کہ ہر ہفتہ کس طرح نیا عنوان تلاش کیا جایا کرے اور اس مشکل کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس پر حضور نے یہ ہدایت جاری فرمائی کہ اس دفعہ ایسا کیا جائے کہ اخبار الفضل کے تازہ پرچہ کے پہلے صفحہ سے جس قدر زیادہ سے زیادہ عنوان حاصل کیے جاسکیں، واقفین اُن کی لسٹ تیار کریں اور رہنمائی اس طرح فرمائی کہ مثلاً یہ فقرہ سب سے پہلے ہے کہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ"۔ اس میں ایک عنوان "خدا" بن سکتا ہے۔ دوسرا "فضل"، تیسرا "رحم" اس طرح سے ایک ایک فقرے سے متعدد عنوان معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ کے بعد پھر نوجوانوں کی طرف سے عنوان کے تلاش کرنے میں کسی دقت کا علم نہ ہوا۔

(۷)

حضور کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت "صاحب" کا لفظ ضرور استعمال فرماتے چنانچہ بیشتر دفعہ مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال کے لیے جب لفافہ پر نوٹ لکھا تو "چوہدری برکت علی خان صاحب" پورا نام لکھ کر کوئی ہدایت دی اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ "صاحب" کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ دیکھیں مَیں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔

میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہوگیا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں۔

(۸)

قادیان کے پنڈت ملاوامل سے اکثر احمدی واقف ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ اس وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ان کا خاص خیال تھا اور اس امر سے بھی حضور واقف تھے کہ براہِ راست وہ نقدی کی امداد لینے کو بھی پسند نہ کرتے تھے، لیکن ان کے احمدیوں کے ساتھ اچھے مراسم کی وجہ سے ان کی عطاری کی دوکان زیادہ اچھی طرح نہ چلتی تھی اور ان کی حالت پتلی تھی۔

اس پر حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جو معروف دوائیں مرکبات کی قسم کی اُن کے پاس موجود ہیں ان کا علم حاصل کر کے کئی سو روپے کی دوائیں ان سے خرید لی جائیں اور اپنے سائیکل سرویز واقفین زندگی کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کی جائیں۔ اس طرح سے جو منافع ہوگا اس سے پنڈت ملاوامل صاحب کی بھی امداد ہو جائے گی اور حضور کی طرف سے نقدی کی امداد کی صورت بھی ظاہری صورت میں نہ ہوگی۔ چنانچہ اس طرح سے پنڈت ملاوامل صاحب کی وہ تقریباً سب دوائیں بک گئیں جو اب تک نہ بکنے کی وجہ سے خراب ہونے والی تھیں۔ اور ساتھ ہی بہت سے غریب لوگوں کے لیے بھی فائدہ کا سامان پیدا ہو گیا۔

(۹)

حضور کا کوئی فعل خواہ وہ کس قدر معمولی سے معمولی ہو اپنے اندر مصلحت اور حکمت رکھتا ہے۔ چائے بنانا ایک عام چیز ہے اور عموماً لوگ سب سے پہلے پیالی میں قہوہ ڈالتے ہیں۔ پھر دودھ اور پھر چینی، لیکن کبھی غور نہیں کیا جاتا کہ کیا اس ترتیب سے تیار کرنے پر چائے کی غرض بھی پوری ہوتی ہے یا نہیں؟ جو سب سے پہلے خصوصاً موسم سرما میں یہ ہوتی ہے کہ چائے گرم ملے۔ حضور نے جب بھی چائے بنائی یا دوسروں کو مروجہ طریق پر چائے بناتے دیکھا تو توجہ دلائی کہ سب سے پہلے پیالی میں چینی ڈالنی مناسب ہے تا کہ اگر میز پر گفتگو کی وجہ سے چینی ضرورت سے زیادہ پڑ جائے تو اس کے بعد دودھ ڈالنے سے پیشتر کمی بھی ہو سکتی ہے۔ پھر دودھ ڈال کر اس چینی کو دودھ میں حل کر لیا جائے اس طرح اگر دودھ میں چینی حل کرتے ہوئے دودھ کسی قدر ٹھنڈا بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ پھر اس میں آخر قہوہ ڈالتے وقت گرم قہوہ سے چائے کی پیالی زیادہ سے زیادہ گرم ہوگی ورنہ اکثر طور پر یہی ہوتا ہے کہ عام دستور کے مطابق چینی کو حل کرتے ہوئے چائے کی پیالی ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ پس اگرچہ یہ کوئی شرعی امر نہیں ہے لیکن ہر کام کو اس کی ضرورت اور حکمت کو ملحوظ رکھ کر کرنا ہی درست طریق ہوتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دینی کاموں کو بھی ان کی حکمت ملحوظ رکھ کر سرانجام دینے کی عادت ہوگی جو دوہرے فائدے کا موجب ہوگی۔

☆☆☆

سیدنا حضرت فضل عمر کا ایک ارشاد

''خدام الاحمدیہ کا پرچہ ''خالد'' ہے۔ وہ ایک خاص جماعت کا پرچہ ہے۔ مَیں ساری جماعت کو تو نہیں کہتا اس جماعت کو کہتا ہوں کہ تم اپنے اندر بیداری پیدا کرنے کے لئے اور اپنے مرکز سے یعنی خدام کے مرکزی دفتر سے وابستگی رکھنے کے لئے ''خالد'' کی اشاعت اپنے حلقہ میں وسیع کرنے کی کوشش کرو''۔

(تقریر ۲۸ دسمبر ۱۹۵۴ء)

مشعل راہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مبارک قلم سے

پنجاب یونیورسٹی۔ ہیلی کالج آف کامرس۔ ایم اے او کالج۔ اشاعت تعلیم کالج اور لاہور کے چند دوسرے کالجوں کے ستر کے قریب احمدی اور غیر احمدی طلباء کا ایک وفد ۱۸ فروری ۱۹۶۸ء صبح گیارہ بجے سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ حضور کے خطاب کے بعد بہت سے طلباء نے جن میں سے اکثریت غیر از جماعت طلباء کی تھی۔ حضور سے آٹوگراف حاصل کرنے کی خواہش کی۔ حضور نے ازراہِ نوازش یہ درخواست قبول فرمائی اور طلباء کو نصائح اور دعاؤں پر مشتمل فقرات لکھ کر دیے، جن میں سے بعض (جو حاصل کئے جا سکے تھے) مکرم ملک محمود احمد صاحب آف لاہور نے قارئین خالد کے لئے بھجوائے تھے۔ (ادارہ)

۱۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی پیار کرنے والا ہے اس کی رضا کو ہمیشہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔
۲۔ خدائے قادر و توانا کے علاوہ کسی پر توکل نہ کریں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے ہمیشہ نوازے۔
۴۔ دعا اور تدبیر ہر دو مل کر کامیابی کی راہیں کھولتی ہیں۔
۵۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں ہمیشہ رہو۔
۶۔ صفاتِ باری کے مظہر بننے کی کوشش کرتے رہیں۔
۷۔ دل میں ہمیشہ نیک خواہش پیدا ہو اور نیک خواہشات ہمیشہ پوری ہوتی رہیں۔
۸۔ ہر ایک سے نیک سلوک کریں۔
۹۔ سورہ فاتحہ پڑھا کریں۔
۱۰۔ کسی کو بھی دُکھ نہ پہنچائیں۔

(ماہنامہ "خالد" ۱۹۶۸ء)

☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہُ اللہ تعالیٰ

''خالد'' کے آغاز کے وقت حضورؒ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر اوّل تھے۔

اللہ کے بہت پیارے مرے مرشد کا نام محمدؐ ہے

(کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

توحید کے پرچارک مرے مرشد کا نام محمدؐ ہے
ہے بات یہی برحق۔ مرے مرشد کا نام محمدؐ ہے

اُس نام کے جپنے سے قرآن کا ہوتا ہے ادراک مجھے
یہ سندر نام ہونٹوں سے دل تک کردیتا ہے پاک مجھے
اللہ کے بہت پیارے۔ مرے مرشد کا نام محمدؐ ہے

وہ مولا سے ملواتا ہے جب نام اُس کا مَیں لیتا ہوں
اِک بحرِ نور کی موجوں پر اک نور کی کشتی کھیتا ہوں
اے جگ والو! سن لو۔ مرے مرشد کا نام محمدؐ ہے

اُس نام کے دیپ جلاتا ہوں تو چاند ستارے دیکھتا ہوں
سینے سے عرش تک اُٹھتے ہوئے نوروں کے دھارے دیکھتا ہوں
مرے نورِ مجسم ، صلی اللہ ، مرشد کا نام محمدؐ ہے

اس نام کا پلّو پکڑے پکڑے اُس دنیا تک جاؤں گا
اس کے قدموں کی خاک تلے میں اپنی جنت پاؤں گا
ہر دم ، نذرُالاسلام!☆ مرے مرشد کا نام محمدؐ ہے

❋❋❋
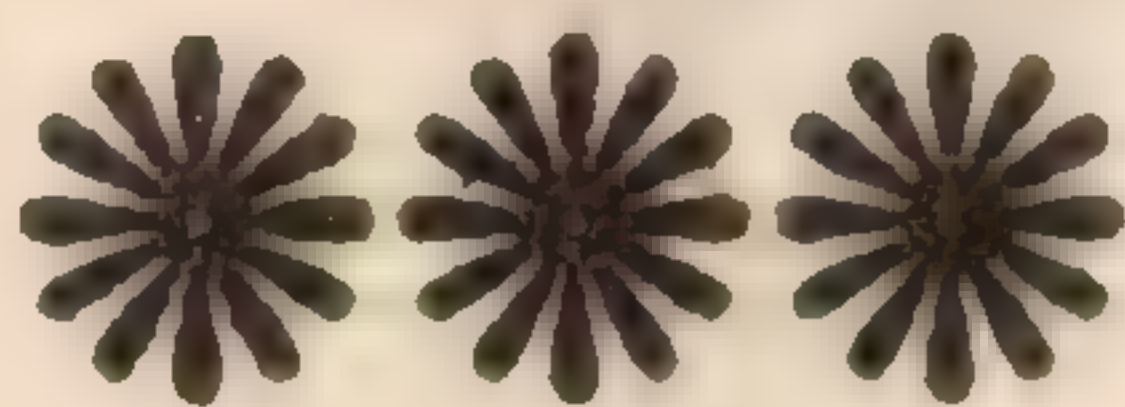
☆ایک مشہور بنگالی شاعر ''نذرالاسلام'' کی نظم کا منظوم اُردو ترجمہ

رفقائے احمد علیہ السلام کا عشقِ قرآن

(مکرم عطاء الرقیب منور صاحب۔ گوجرانوالہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

آپ فرماتے ہیں:۔

"خداتعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا کہ حشر کے میدان میں بھی قرآن شریف پڑھوں اور پڑھاؤں اور سنوں"۔ (تذکرۃ المھدی حصہ اوّل صفحہ ۱۷۵)

پھر فرمایا:۔

"مجھے قرآن سے محبت ہے اور بہت محبت ہے۔ قرآن مجید میری غذا ہے۔ میں سخت کمزور ہوتا ہوں، قرآن مجید پڑھتے پڑھتے مجھ میں طاقت آجاتی ہے"۔

(تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۹۸)

ایک اور جگہ فرمایا:۔

"قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض اوقات تو حروف کے گول دوائر مجھے زلف محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینہ میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں"۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۹۶)

ایک دفعہ (بیت) اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک آپ کو شدید ضعف ہوگیا۔ آپ بیٹھ گئے۔ پھر لیٹ گئے، ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے۔ چلنے کی قوت نہ رہی۔ آپ کو چارپائی پر اُٹھا کر گھر لائے مگر راستہ میں جب (بیت) مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا۔ مجھے گھر نہ لے جاؤ (بیت) میں لے جاؤ۔ بمشکل تمام (بیت) کی چھت پر پہنچ کر نماز پڑھی اور باوجود اس تکلیف کے نماز مغرب کے بعد ایک رکوع کا درس دیا۔ پھر چارپائی پر اُٹھا کر گھر تک لائے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۹۸)

حضرت مولانا ابراہیم صاحب بقاپوری

آپ فرماتے ہیں:۔

"میں جوانی میں پورا قرآن تین روز میں ختم کر لیتا تھا اس کے بعد سات روز میں ختم کرنا شروع کیا۔ پھر دس روز میں، پھر پندرہ روز میں، پھر ایک ماہ میں، یعنی ایک پارہ ایک روز۔ اب بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ پڑھا نہیں جا سکتا صرف آدھا پارہ روزانہ تلاوت کر لیتا ہوں"

(حیات بقاپوری حصہ اوّل صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

آپ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ:۔

"مولوی صاحب آدھی رات کو اٹھ کھڑے ہوتے اور کئی کئی گھنٹے نوافل میں مشغول رہتے اور اللہ کے حضور روتے اور گڑگڑاتے رہتے کہ ایسی حالت میں ان کے پاس آرام سے سونا مشکل ہو جاتا اور کئی بار لڑکپن کے باعث جب کہ نیند بہت بھلی ہوتی ہے۔ مجھے غصہ بھی آتا کہ نہ خود سوتے ہیں اور نہ سونے دیتے ہیں اور بعض اوقات طبیعت میں ندامت پیدا ہوتی تو میں خود بھی اٹھ کر دو چار نوافل ادا کر لیتی۔ لیکن مولوی صاحب نہ تو تھکنا جانتے تھے اور نہ ہی تھکتے تھے۔ نوافل سے فارغ ہو کر قرآن پاک کی تلاوت شروع کرتے تو ساتھ روتے بھی جاتے حتی کہ صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا۔

جب کبھی عرض کرتی کہ آپ کے نزدیک تو آرام سے سونا بھی مشکل ہے تو فرماتے اگر اطمینان سے سونا چاہتی ہو تو چار پائی دوسرے کمرے میں لے جاؤ اور آرام سے سو جاؤ۔ میں نے تو حضرت اقدسؑ کے طفیل یہ انعامات حاصل کئے ہیں اور مجھے ان کی محبت اور دعاؤں کے طفیل یہ توفیق ملتی ہے اس لئے میں عبادت اور تلاوت کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں"۔

(حیات بقاپوری حصہ اوّل صفحہ ۲۵۴)

حضرت مولانا شیر علی صاحب

سید اعجاز احمد شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میرا یہ معمول ہو گیا تھا کہ عاجز مغرب کی اذان سے کچھ قبل حضرت مولوی صاحب کے ہمراہ (بیت) مبارک جاتا اور نماز مغرب ادا کرتا ایک دن راستہ میں حضرت مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ تم کو چاروں قُل (سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص، سورۃ فلق، سورۃ الناس) زبانی یاد ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تین یاد ہیں سورۃ فلق یاد نہیں۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے گیسٹ ہاؤس سے لے کر مولانا سید سرور شاہ صاحب کے مکان تک میرے لئے متعدد بار یہ سورۃ دہرائی اور دوسرے روز مجھ سے زبانی سن کر بے حد مسرور ہوئے اور حوصلہ افزائی کے طور پر فرمایا "تمہارا ذہن بچپن کے باعث حفظ کرنے میں ہم بوڑھوں کی نسبت اچھا ہے اس لئے جتنا قرآن زبانی یاد کر سکو، اسی عمر میں کر لو" چنانچہ حضرت مولوی صاحب کی اس ہدایت اور شوق دلانے کا ہی نتیجہ ہے کہ میں نے بعد میں لمبی لمبی سورتیں یاد کیں۔ آپ کی اس پاکیزہ تربیت کا اب تک میرے دل پر اثر ہے"۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب صفحہ ۳۰۶-۳۰۷)

حضرت حافظ روشن علی صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کی نسبت فرماتے ہیں:-

"حافظ صاحب میں یہ بڑا کمال تھا کہ انہیں جب بھی کوئی مضمون بتا دیا جاتا تھا وہ اس مضمون کی آیتیں فوراً قرآن کریم سے نکال دیا کرتے تھے۔ اور اگر پہلی دفعہ صحیح نہ بتا سکتے تو دوسری دفعہ ضرور صحیح آیت بتا دیتے تھے۔ مگر ان کی وفات کے بعد مجھے ایسا اب تک کوئی آدمی نہیں ملا۔ ان کی زندگی میں مجھے مضمون تیار کرنے کے متعلق کبھی گھبراہٹ نہیں ہوا کرتی تھی کیونکہ میں جانتا تھا تقریر کرنے سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ان کو سامنے بٹھالوں گا اور وہ آیتیں نکال نکال کر مجھے بتاتے چلے جائیں گے"۔ (الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء)

حضرت مولوی محمد حسین صاحب بیان فرماتے ہیں:-

"۱۹۱۳ء کے رمضان شریف کا واقعہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے معتکفین کو (بیت) اقصیٰ میں پیغام بھجوایا کہ آج معتکفین دعاؤں میں خوب زور لگائیں۔ اس وقت محترم حافظ صاحب بھی اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے معتکفین سے فرمایا پچھلے سال سفر کے باعث میں آٹھ پارے قرآن شریف نہیں سنا سکا تھا اگر آپ لوگ متفق ہوں تو میں سنانے کے لئے ابھی تیار ہوں۔ تمام نے ہاں میں جواب دیا۔ چنانچہ حافظ صاحب نے آٹھ رکعتوں میں آٹھ پارے قرآن سنایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے حضرت حافظ صاحب کو قرآن سے کتنی محبت تھی"۔

(مقالہ سیرت حافظ روشن علی صاحب صفحہ ۱۲۰ غیر مطبوعہ)

حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب

محمد حفیظ صاحب بقاپوری آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

"قرآن مجید کے عاشق تھے ایک لمبے عرصہ تک (بیت) اقصیٰ میں قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔ جامعہ احمدیہ میں

پرنسپل رہے۔ جامعہ کی بلڈنگ (بیت) نور کے قریب مغرب میں تھی اور آپ کا مکان اندرون شہر تھا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ جامعہ کھلنے کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ اپنا مخصوص لباس زیب تن فرماتے۔ ایک مضبوط اور خوبصورت درمیانہ سائز کا عصا ہاتھ میں لئے بڑے وقار سے گھر سے نکلتے، ایک ہاتھ میں باریک ٹائپ کا قرآن کھولے، تلاوت کرتے یا آیت کریمہ کے معانی پر غور وفکر فرماتے جارہے ہیں''۔ ((رفقاء)احمد جلد۵ صفحہ۳۴)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

آپ فرماتے ہیں:-

''قرآن کریم کے لئے روح ایسی غیرت محسوس کرتی ہے کہ جیسے کوئی آدمی اپنی منکوحہ بیوی کی طرف دوسرے آدمی کو دیکھ کر بھڑک اٹھتا ہے اس طرح سے میری یہ حالت ہوجاتی ہے اگر قرآن کریم کے سامنے کوئی اور دوسری کتاب پڑھتا ہو تو مجھے ایسا ہی جوش آتا ہے کہ کیوں یہ اس کتاب کو دیکھ رہا ہے کیا کلام اللہ سے بڑھ کر اس کو راحت رساں اور دلچسپ پاتا ہے''۔ (الحکم ۱۹ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ۵)

پھر فرمایا:-

''قرآن کریم کو پڑھ کر میری روح میں ایک ایسی لذت پیدا ہوتی ہے اور اس کی عظمت کا ایسا خیال گزرتا ہے کہ دنیا بھر میں عورت، مرد، بچے، بوڑھے سب مل کر خدا تعالیٰ کی حمد کے گیت اور ترانے گائیں اور شکر کے سجدے کریں۔ جس نے ایسی کامل اور تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی راحتوں اور سکون کی کلید کتاب دی''۔

(الحکم ۱۹ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ۵)

قادیان دارلامان

(مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور)

احباب جماعت کی معلومات کے لئے قادیان کے بازاروں، محلہ جات کے نئے نام (بعد از تقسیم) بھی درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ جو ٹاؤن کمیٹی کے فیصلے کے مطابق رکھے گئے ہیں۔

پرانا نام	نیا نام
۱۔علاقہ دارالمسیح	محلہ احمدیاں
۲۔الحکم سٹریٹ	گورونانک بازار
۳۔گلی خوجیانوالی	محلہ اکال گڑھ
۴۔ہندو بازار	گاندھی بازار
۵۔ہندو محلہ کی گلی جو ہندو بازار کے درمیان سے نکلتی ہے۔	لیکھرام بازار
۶۔احمدیہ بازار	احمدیہ بازار
۷۔محلہ باب الابواب	ارجن پورہ
۸۔بھاگو شاہ والی واڑی	گلی بھاٹیاں والی
۹۔بازار ستار ہوزری والا	محلہ کنک منڈی
۱۰۔ہندو محلہ	محلہ مہاتما کرم چند
۱۱۔شنگاری گلی	محلہ لیکھرام
۱۲۔محلہ دارالصحت	ہریجن پورہ
۱۳۔محلہ پیر چراغ شاہ والا	پریتم نگر
۱۴۔محلہ دارالرحمت	دھرم پورہ
۱۵۔محلہ دارالعلوم غربی	کرشن نگر
۱۶۔محلہ مابین کالج روڈ ہسپتال روڈ	گورونانک پورہ
۱۷۔محلہ دارالفضل	سنت نگر
۱۸۔محلہ دارالبرکات	پرتاپ نگر
۱۹۔سڑک نصرت گرلز سکول	ویدکور روڈ
۲۰۔محلہ دارالانوار	سول لائن
۲۱۔ریتی چھلہ	نہرو پارک

(ماہنامہ ''خالد'' نومبر، دسمبر ۱۹۶۳ء)

حضرت مرزا شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک پیغام
مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

''......اسی طرح خدام الاحمدیہ کا رسالہ ''خالد'' جس کا یہ خاص نمبر شائع ہو رہا ہے اس کا نام بھی اگر رسولِ پاک ﷺ کے مقتدر صحابی حضرت خالدؓ کے نام نامی پر ہے تو انہیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ حضرت خالدؓ نے اپنی تلوار کے ذریعہ اسلام کی جو خدمت کی ہے اس کا ذکر ہمیشہ آب و تاب سے دُنیا کی تاریخ میں محفوظ رہے گا۔ آج بیشک تلوار کا وہ زمانہ تو نہیں تاہم (دین حق) کی یہی خدمت ہم قلم کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

صف دشمن کو کیا ہم نے بَحُجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

خدام الاحمدیہ کے ممبروں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے رسالہ کو محض نام کا خالد نہ رکھیں بلکہ اپنے قلم سے اسے کام کا خالد بھی ثابت کریں۔ اس وقت (دین حق) کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک نہایت وسیع علمی میدان ہمارے سامنے ہے اور یقیناً اس رسالہ کے ذریعہ بھی نہایت اعلیٰ رنگ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور ہمیشہ اپنی تائید و نصرت سے نوازتا رہے۔ آپ لوگ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمارے دلوں کی تسکین ہیں۔

والسلام
خاکسار
مرزا شریف احمد (ربوہ)''

(ماہنامہ ''خالد'' ستمبر، اکتوبر ۱۹۵۷ء)

☆☆☆

کارواں

خالد اپنی پچاس سالہ تاریخ کے ساتھ

(مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب۔ نائب صدر اوّل)

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی بہت سی نشانیاں قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک ''واذا الصحف نشرت'' یعنی کتب واخبارات اور رسائل کی کثرت سے اشاعت ہوگی۔

اب دنیا میں کسی بھی جگہ، کسی بھی قوم وملک کا کوئی رسالہ یا اخبار شائع ہو وہ اس قرآنی پیشگوئی کی صداقت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا ایک گواہ بن جاتا ہے۔ البتہ اس اخبار یا رسالے کے نصیب کا کیا کہنا جس کا اجراء ہی احمدیت کی سچائی کے نور کو پھیلانے اور اس کی اشاعت کے لئے کیا گیا ہو۔ 1938ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) نے مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کا اعلان فرمایا اور اس کے بنیادی اغراض ومقاصد کو حاصل کرنے کے لئے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''میں نے متواتر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ نئی نسلیں جب تک اس دین اور ان اصول کی حامل نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی اور مامور دنیا میں قائم کرتے ہیں اس وقت تک اس سلسلہ کا ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اٹھ سکتا۔'' (مشعلِ راہ جلد اول، طبع دوم۔ ص:۴)

نوجوانوں کی اصلاح کے اسی اہم ترین مقصد کے پیش نظر ایک ضرورت یہ بھی تھی کہ مجلس کا اپنا ایک رسالہ ہو، ہرچند کہ مجلس کے آغاز کے ساتھ ہی نشرواشاعت کا عملی کام بھی شروع ہوچکا تھا لیکن باقاعدہ طور پر جنوری ۱۹۴۵ء میں ''الطارق'' نام سے مجلس خدام الاحمدیہ نے ایک پندرہ روزہ دوورقہ شائع کرنا شروع کیا۔ (''خالد'' اکتوبر ۱۹۵۲ء ص:۲)

لیکن اس کا ڈیکلریشن منظور نہ ہونے کی بناء پر چند شمارے نکالنے کے بعد ہی اس کو بند کرنا پڑا۔

۱۹۵۰ء کی مجلس شوریٰ میں بعض مجالس کی طرف سے ایک رسالہ کے اجراء کی تجویز پیش کی گئی جس کے مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۵۲ء کو خالد کے ڈیکلریشن کے لئے درخواست دی گئی اور ۶ ستمبر ۱۹۵۲ء کو ڈیکلریشن کی منظوری ہوئی لیکن ساتھ ہی ایک ہزار روپے کی ضمانت بھی طلب کی گئی اور ۱۶ ستمبر تک یہ رقم جمع کروانے کا حکم ہوا۔ خالد کے پہلے شمارے میں بیان شدہ تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کے لئے اسوقت ایک ہزار روپے کی رقم کا انتظام کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا اور بہت کوشش کے باوجود رقم کا انتظام ہوا بھی تو مقررہ تاریخ سے ایک دن کی تاخیر ہوچکی تھی اور رقم جب لیکر پہنچے تو علم ہوا کہ زرضمانت جمع نہ کروانے کی بناء پر ڈیکلریشن منسوخ کردیا گیا ہے۔ چنانچہ نئے سرے سے درخواست دی گئی چونکہ عملاً محکمہ کی طرف سے ساری کارروائی تو ہوچکی تھی لہذا ۲/۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو خالد کے ڈیکلریشن کی منظوری ہوگئی۔ اور اس طرح خالد کا پہلا شمارہ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو منصۂ شہود پر آیا۔

مدیران خالد

مولانا غلام باری صاحب سیف کو خالد کے پہلے مدیر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، گوکہ ٹائٹل صفحہ پر ادارۂ تحریر کے

عنوان سے محترم باری صاحب کے ساتھ ساتھ محترم مولانا خورشید احمد شاد صاحب اور مولانا محمد شفیع اشرف صاحب کا نام بھی ہے البتہ مدیر مسئول کے طور پر مولانا غلام باری صاحب سیف کا ہی نام ہے اور دو ماہ بعد ادارہ تحریر کی بجائے صرف مدیر کے طور پر باری صاحب کا ہی نام آنا شروع ہو گیا۔ کسی بھی رسالے کا مدیر رسالے کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کا اولین ذمہ دار ہوتا ہے اور اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے وہ جہاں تک ہو سکے ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور خالد چونکہ مجلس کا رسالہ ہے اس لئے اللہ کے فضل سے اس رسالہ کا ہمیشہ پہلے سے بہتر اور بہتر سے بہتری کی جانب ہی قدم اٹھتا رہا اور رسالے کی اندرونی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اس کے ظاہری حسن میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور اب اللہ کے فضل سے آرٹ پیپر پر رنگین طباعت سے آراستہ و پیراستہ ٹائٹل کے ساتھ یہ رسالہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی اس کے مدیران کی، اسکے پہلے مدیر جو تھے وہ نومبر ۵۴ تک یہ فریضہ سرانجام دیتے رہے ان کے بعد اس وقت تک کل 26 خوش نصیبوں کو یہ سعادت ملی کہ اس رسالے کے مدیر کے طور پر خدمت دین کر سکیں اور جہاں تک ہو سکے اس کے علمی معیار کو بہتر کرنے کی سعی کر سکیں۔ (تفصیلی فہرست اسی شمارے میں دی جا رہی ہے)۔

پبلشر، پرنٹر اور مینیجر

مدیران کے بعد اس رسالے کے پبلشر اور پرنٹر بھی خالد کی تاریخ کا ایک حصہ ہیں اس لئے ان کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ سب سے پہلے پبلشر تو سید عبدالباسط صاحب تھے۔ پھر محمد شفیق قیصر صاحب اور مبارک احمد خالد صاحب آئے۔ اس وقت مکرم قمر احمد محمود صاحب پبلشر ہیں۔

☆ **پرنٹر:۔** اسکے پہلے پرنٹر بھی سید عبدالباسط صاحب تھے، ان کے بعد محمد شفیق قیصر صاحب پھر محترم سید عبدالحئی صاحب اور ۱۹۸۶ء سے اس کے پرنٹر محترم قاضی منیر احمد صاحب چلے آ رہے ہیں۔

☆ **مینیجر:۔** اسکے پہلے مینیجر بھی سید عبدالباسط صاحب تھے ان کی وفات کے بعد مکرم شیخ عبدالخالق صاحب اور ان کے بعد محترم مبارک احمد خالد صاحب اس عہدے پر مقرر کئے گئے۔ ۱۹۹۹ء میں ان کی وفات کے بعد مکرم سلطان احمد صاحب خالد کا تقرر اگست ۲۰۰۰ء میں کیا گیا۔ (آج کل مکرم عزیز احمد صاحب بطور قائمقام مینیجر کام کر رہے ہیں)۔

پریس

سب سے پہلے رسالہ خالد سرگودہا کے ایک پریس ''خالد پریس'' سے چھپتا رہا اور مارچ ۱۹۵۵ء سے یہ رسالہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے شائع ہونا شروع ہوا اور اب تک اس پریس سے یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے۔ اس پریس سے رسالہ کا تعلق بھی قریباً نصف صدی پرانا ہے جس محبت سے اس پریس کے کارکنان اس رسالے کو طبع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاء دے۔ آمین

رسالہ خالد اور کمپیوٹر

۱۹۹۰ء میں رسالہ خالد نے کتابت کے باب میں ایک سنگ میل طے کیا اور وہ یہ کہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے اس کام کے لئے کمپیوٹر خرید لیا اور اس طرح ایک سہولت میسر آئی وہ کام جو مہینوں میں ہوا کرتا تھا اس سے یہ توقع بندھی کہ اب دنوں میں یہ کام ہوا کرے گا۔ کمپیوٹر خرید کرنا جہاں بہت تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ وہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس کمپیوٹر کا افتتاح حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) کے بابرکت ہاتھوں

سے ہوا، کمپیوٹر پر ''بسم اللہ الرحمان الرحیم'' کے الفاظ لکھ کرافتتاح کیا گیا تھا اور مئی ۱۹۹۰ء کے خالد میں پہلی مرتبہ دو مضمون کمپیوٹر کی کتابت میں شائع ہوئے جون ۹۰ء سے پھر سارا رسالہ کمپیوٹر پر کمپوز ہونا شروع ہو گیا صرف اشتہارات کاتب سے لکھوائے جاتے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہوتے چلے گئے۔ ابتدائی کمپوزر برادرم مکرم سید صہیب احمد صاحب، برادرم مکرم طارق محمود صاحب اور برادرم مکرم مقصود اظہر صاحب تھے۔ آج کل مکرم مقصود صاحب اور مکرم اقبال احمد زبیر صاحب کمپوزنگ کا کام کر رہے ہیں۔

عارضی تعطل

بعض اوقات کسی وقتی دقت کی بناء پر ایسا ہوا کہ رسالہ بروقت تیار نہ ہوسکا مثلاً پچاس کی دہائی میں کاغذ کی عدم دستیابی کا مسئلہ عام رہا ہے اس لئے کاغذ نہ ملنے کی بناء پر یا کسی اور مجبوری کی بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ایک ماہ کا رسالہ شائع نہ ہوا اور دو ماہ کا اکٹھا شمارہ شائع ہوا البتہ ان پچاس سالوں میں چار مرتبہ ایسا ہوا کہ خالد کی اشاعت مجبوراً بند کرنا پڑی۔ تین مرتبہ تو پبلشرز کی وفات کی وجہ سے اور ایک دفعہ ''ضیاء الاسلام پریس'' کے سیل ہونے کی وجہ سے اشاعت رکی۔ ان مواقع کی تفصیل پر بھی ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔

ہے مشق ستم جاری......

1984ء میں جنرل ضیاء کی حکومت کی طرف سے جماعت کے خلاف ایک انتہائی ظالمانہ آرڈیننس کا نفاذ کیا گیا جس کے تحت درجنوں احمدیوں کو شہید کر دیا گیا اور سینکڑوں احمدیوں کو گرفتار کیا گیا اور مقدمات چلائے گئے۔

جماعت چونکہ ایک پر امن جماعت ہے اور قانون کی پابندی کرنا جماعت کا طرہ امتیاز رہا ہے اس لئے اس آرڈیننس کی پابندی ہمارے رسالوں نے بھی مکمل طور پر کی۔ وہ چند اصطلاحات جو کہ عام استعمال ہوتی تھیں ان کو یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ یہ اسلامی اصطلاحات ہیں اس لئے احمدی ان کو اختیار نہیں کر سکتے اور نہ ہی لکھ سکتے ہیں..... قطع نظر اس کے کہ یہ کہاں تک درست تھا لیکن دیگر رسالوں کی طرح خالد نے بھی پوری طرح اس قانون کی پابندی کی لیکن شاید اس طرح وہ مقاصد حاصل نہیں ہو پا رہے تھے.... اس لئے پھر جھوٹے الزامات لگا کر جماعتی رسالوں پر مقدمات ہونے لگے جن کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کر گئی ان میں سے گیارہ مقدمات رسالہ خالد پر ہوئے، چونکہ یہ مقدمات بھی زیرِ سماعت ہیں اس لئے کسی تفصیل میں جانا مناسب نہیں صرف یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پندرہ سال ہو چلے لیکن بعض مقدمات میں تو ابھی مدعی کی جانب سے گواہ بھی پیش نہیں کئے گئے لیکن کیا کریں۔

''کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں''

اس کو چھوڑتے ہیں اور ان خوش نصیبوں کے نام لکھتا ہوں جن کے حصہ میں یہ سعادت آئی کہ وہ ان ''ملزمین و مجرمین'' کی صف میں شمار ہوئے۔ خالد پر ایک مقدمہ ہوا جب اس کے ایڈیٹر مکرم عبدالسمیع خان صاحب تھے اس وقت جو آپ کے نائبین و معاونین تھے ان پر بھی مقدمہ ہوا اور وہ تھے مکرم فضیل عیاض احمد صاحب، عبدالقدیر قمر صاحب، محمود احمد شاد صاحب اور ہمارے موجودہ مہتمم اشاعت برادرم مکرم شمشاد احمد قمر صاحب۔ (ضمناً عرض کرتا چلوں کہ مدیر خالد کے ساتھ اس کے نائب اور معاون کے طور پر بھی کچھ دوست کام کرتے ہیں اور رسالے کے لئے دن رات محنت کر رہے ہوتے ہیں وہ بھی خالد کی تاریخ کا حصہ ہیں اور ہم سب کی دعاؤں کے حقدار ہیں البتہ جن حالات کا ذکر اس وقت کیا جا رہا ہے ان کی روشنی میں طے یہ کیا گیا کہ ان نائبین اور معاونین کے نام دینے کی ضرورت نہیں۔ خاکسار نے اپنے

ساتھ کام کرنے والوں کے اسماء گرامی دسمبر 2000ء کے سالنامہ میں بغرض دعا شائع کئے گئے تھے) اس کے بعد مقدمہ ہوا جب ایڈیٹر تھے مکرم یوسف سہیل شوق صاحب ان پر دو مقدمات ہوئے، پھر مکرم ملک خالد مسعود صاحب ایڈیٹر تھے تو ان پر مقدمہ ہوا۔ ان کے بعد خاکسار ایڈیٹر تھا تو تین مقدمات ہوئے اور چوتھا تو ایک اور دلچسپ مقدمہ خاکسار کے خلاف ایک مولوی صاحب نے ہتک عزت کا دائر کیا اور پانچ کروڑ روپے کا دعویٰ کیا، چونکہ مقدمہ لاہور ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے لہٰذا مزید تفصیل میں جانا مناسب نہ ہوگا۔

خالد کے خریدار

خالد کی تاریخ کہاں مکمل ہوگی جب تک ہم اس کے خریداروں کا ذکر نہ کریں اس کے قارئین اور خریدار بھی اس کی تاریخ کا ایک حصہ ہیں اور اللہ کے فضل سے پاکستان اور پاکستان سے باہر کم وبیش تیس سے زائد ممالک میں یہ خریدار پھیلے ہوئے ہیں لیکن یہاں ہمیں اپنی کوتاہی اور خامی کو بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ خریداروں کی تعداد میں بہت حد تک کمی ہے ہر چند کہ بتدریج اضافہ ہوا ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آغاز میں شاید پانچ سو کے قریب یہ تعداد تھی اس کے معیار اور تعداد کو سنبھالا دینے کے لئے متعدد مواقع پر کوششیں بھی کی گئیں لیکن ۱۹۶۸ء میں اس کی تعداد اشاعت جو کہ 1300 تھی اس کو کم کر کے 400 کرنا پڑا (بحوالہ سالانہ رپورٹ ۶۷-۶۸ء ص:۴۱) ۱۹۷۶ء میں 1800 تھی اور ۱۹۷۸ء 3400، ۱۹۹۳ء میں 6350 تھی اور ۹۴ء میں 7060 (بحوالہ سالانہ رپورٹ ۹۴-۹۳ء غیر مطبوعہ) سال ۹۹-۹۸ء میں 7000 تھی۔ اس سے اگلے سال یعنی ۲۰۰۰-۹۹ء میں صدر مجلس مکرم سید محمود احمد صاحب کی خصوصی توجہ اور حوصلہ افزائی سے خریداران کی تعداد میں اضافہ ہوا اور یہ تعداد 10000 تک پہنچ گئی (بحوالہ سالانہ رپورٹ ۲۰۰۰-۹۹ء غیر مطبوعہ)۔ (اس سال پہلی مرتبہ رسالہ خالد اور تشحیذ دس، دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا رہا) لیکن یہ تعداد بھی مطمئن کر دینے والی نہیں ہے۔

الغرض رسالہ خالد اپنے پچاس سال کے سفر کو مکمل کرنے کے بعد اکیاونویں سال کے دو شماروں کا سفر طے کر چکا ہے اس سفر کو خوبصورت بنانے میں مدیران کی انتھک محنت شامل رہی، ان کے نائبین ومعاونین ان کے ساتھ ہاتھ بٹاتے رہے، مہتمین اشاعت کی کوشش ان کے شامل حال رہی اور اس تاریخ کو جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو ہمیشہ صدران مجلس نے بھی مختلف مواقع پر رسالے کی طرف خصوصی توجہ دے کر اس کو سنبھالا دیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

''خالد'' کی اصل متاع

اور سب سے آخر پر اور سب سے بنیادی ایک اور توجہ، رہنمائی اور شفقت کا ذکر بھی ہو جائے کہ جو رسالہ خالد کی اصل متاع اور سرمایہ ہے اور وہ ہے خلفاء کی دعائیں اور حوصلہ افزاء خطوط اور رہنمائی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تو اس رسالہ کا نام بھی رکھا، گاہے گاہے توجہ بھی دلائی اور رہنمائی بھی فرماتے رہے، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جن کی نصف عمر کے قریب مجلس کی بہبود اور بہتری کے لئے خرچ ہوئی اور ایک دفعہ محبت بھرے رنگ میں یہ بھی فرمایا کہ ''میں نے بعض دفعہ بڑی کڑواہٹیں برداشت کی ہیں تمہاری خاطر.....'' آپ بھی رسالوں کے لئے دعائیں کرتے رہے اور جلسہ سالانہ پر بھی محبت بھرے رنگ سے ذکر فرماتے رہے اور پھر ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ تو ان رسالوں کا ایک ایک صفحہ بلکہ مبالغہ نہ ہوگا کہ ایک ایک سطر غور سے پڑھتے رہے اور توجہ دلاتے رہے اور ہمت بندھاتے رہے اور دعاؤں سے نوازتے رہے اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے مجھے یاد ہے کہ

جب ۹۹ء میں رسالے عارضی طور پر بند ہوئے تو ظاہر سی بات ہے کہ حضور انور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی جاتی تھی تو ایک خط میں تحریر فرمایا ''رسالہ خالد اور تشحیذ پر پابندی ہے تو قانونی کارروائی جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اور یہ نہریں جاری رہیں ان کا متبادل بھی سوچیں....''۔ اس ایک خط سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور انور کو ان رسالوں سے کتنی محبت ہے اور کتنا فکر ہے ان کا، یہ ساری باتیں جواب تک خاکسار نے لکھی ہیں جو تاریخ بیان ہوئی ہے یہ ہماری بھی کچھ ذمہ داری کی یاددہانی کروار ہی ہے کہ اس نہر کو جاری رکھنے والے ہم سے پہلے آئے اور چلے گئے، کتنی مشقتیں انہوں نے اٹھائیں اس نہر کو جاری رکھنے کے لئے۔ اس کو تو خدا ہی جانتا ہے اللہ نے ان کی محنت کو قبول کیا اور اب تک یہ نہر جاری وساری ہے اور رواں دواں ہے اب آپ کا زمانہ ہے اس رسالے کے لئے لکھیں، اس کی بہتری کے لئے سوچیں، بتائیں، اس کی خریداری کو بڑھائیں۔ یہ رسالہ خادم ہے اس زبان کا جو فقیروں کا لگایا ہوا پودا تھا، یہ اس زبان کا حامل ہے جو ایک نبی کی زبان تھی اور اس کی تحریرات رہتی دنیا تک قائم رہیں گی، اس کے خلفاء کی تحریکات اور پیغامات کو ان کی زبان میں پہنچانے کا کام یہ رسالہ کر رہا ہے اور یہی اس کی اشاعت کا مقصد تھا اور رہے اور انشاء اللہ رہے گا یہ رسالہ ہے اس تنظیم کا جس کا قیام سالوں کے لئے نہیں بلکہ صدیوں کے لئے ہے اس لئے اس کے ساتھ وابستگی ایک سعادت ہے اور دائمی اجر کی نوید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر رنگ میں اس رسالے کی خدمت اور اس سے تعاون کی توفیق دے، اور جس نے بھی اس میں جب بھی کبھی حصہ لیا اس کو وہ رحمان اور رحیم ہستی اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

جام خالی ہیں......!

جام خالی ہیں! قائدینِ کرام!
ان کو بھرنے کا انتظام کریں
حسبِ توفیق ربّ ذی الاکرام
کچھ کریں کام۔ کچھ تو کام کریں

(کلام حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب)
(ماہنامہ ''خالد'' اگست ۱۹۶۸ء)

رزلٹ مقابلہ مقالہ نویسی 2002ء
بعنوان ''جلسہ سالانہ''

اوّل:	عبدالہادی طارق صاحب	دارالصدر شرقی ربوہ
دوم:	مرزا عرفان طاہر صاحب	ناصر ہوسٹل ربوہ
سوم:	طارق احمد طاہر صاحب	اقامۃ الظفر ربوہ
چہارم:	ہمایوں طاہر احمد صاحب	اقامۃ الظفر ربوہ
پنجم:	یحیٰ وسیم قریشی صاحب	دارالفضل نارتھ کراچی
ششم:	ساجد محمود صاحب	اقامۃ الظفر ربوہ
ہفتم:	منشا داحمد نیر صاحب	فیصل ٹاؤن لاہور
ہشتم:	عبدالباری یاسر عمار صاحب	عزیز آباد کراچی
نہم:	شفیق احمد بٹ صاحب	وحدت کالونی لاہور

(مہتمم تعلیم)

☆☆☆

سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب)

بدر گاہِ ذی شان خیرالانام — شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام — یہ کرتا ہے عرض آپ کا اِک غلام
کہ اَے شاہِ کونینِ عالی مقام — **عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں — جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نُورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں — کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسن تام — **عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی — بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی — کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپ کے دم سے اس کا قیام — **عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

محبت سے گھائل کیا آپ نے — دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے — شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کر دیے سب حلال اور حرام — **عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال — وہ سب آپ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال — ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام — **عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

مقدس حیات اور مطہر مذاق — اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہانگیر یکراں بُراق — کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام — **عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلام**

علمدارِ عُشاقِ ذاتِ یگاں — سپہدارِ افواجِ قدُوسیاں
معارف کا اِک قلزمِ بیکراں — افاضات میں زندۂ جاوداں

پلا ساقیا! آبِ کوثر کا جام
عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلام

قسط اوّل

الہام کلام اس کا

"کلام طاہر" کی اشاعت کے دوران موصول ہونے والے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ارشادات

(مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ۔ کراچی)

آج جو شاہکار آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں وہ کچھ ٹکڑوں کو جوڑ کر بنا ہے۔ ہر ٹکڑا سیدی و آقائی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تخلیق ہے۔ مَیں نے صرف انہیں ترتیب دے کر فریم کیا ہے۔ یہ میرے پاس ایک امانت تھی جو اس کے حقداروں یعنی ساری جماعت کو ادا کر رہی ہوں۔ پس منظر یہ ہے کہ 1991ء میں "کلام طاہر" دیکھ کر خیال آیا کہ طباعت شایانِ شان نہیں ہے...... یہ کتاب تو اس سے بہت بہتر طریق پر شائع ہونی چاہئے کیوں نہ لجنہ کراچی یہ کام کر لے۔ اپنی رفیقہ کار مسز برکت ناصر سے مشورہ کیا تو وہ اچھل پڑیں۔ ہم نے دعا کی اور حضور پُرنور سے اجازت حاصل کرنے کیلئے خط لکھ دیا۔ 22 مارچ 1992ء کا تحریر کردہ مکتوب موصول ہوا۔

"آپ نے جو کلام طاہر کے متعلق لکھا ہے اس پر آپ کا شکریہ۔ اس میں کئی جگہیں ایسی ہیں جن میں ابھی تک پوری تسلی نہیں۔ شاید کسی وقت اصلاح کا موقع مل جائے، لیکن آپ کے نزدیک کوئی غلطی رہ گئی ہے تو اس کی طرف بھی متوجہ کریں۔ اس کو بھی ٹھیک کر لیں گے اور پھر انشاء اللہ چھپوانے کی اجازت بھی دی جاسکتی ہے۔ کچھ پرانی نظموں میں سے بھی ایک آدھ شامل کی جاسکتی ہے"۔

خاکسار نے سرخوشی میں چند کتابت کی غلطیاں لکھیں اور کچھ اشعار پر نظر ثانی کی درخواست کی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ بات آگے بڑھے اور حضور اپنے کلام پر نظر ثانی کا کام شروع فرماویں۔ حضور پُرنور کا پذیرائی کا مکتوب ملا۔

"آپ کا خط ملا۔ نثر میں ایسے لطیف اور اعلیٰ پائے کے شعر بہت کم پڑھنے میں آتے ہیں جیسے آپ کا یہ خط ہے۔ بعض چھوٹے چھوٹے لطیف اشاروں کے ساتھ بعض مضامین پر ایسے عمدہ تبصرے آپ نے کئے ہیں جیسے کسی خوبصورت سیرگاہ میں جاتے ہوئے انسان کبھی دائیں کبھی بائیں قابل دید مقامات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ماشاء اللہ آپ کو یہ خوب فن عطا ہوا ہے۔ اللہ آپ کی ذہنی قلبی صلاحیتوں کو اور بھی چمکائے اور روشن تر فرمائے۔ خلاصہ آخری بات کا یہی ہے کہ اگر آپ متوجہ نہ کراتیں تو شاید اپنے کلام پر نظر ثانی کی توفیق ہی نہ ملتی اور ملتی بھی تو بہت محنت کرنی پڑتی۔ آپ نے تو ایک ایک جگہ جہاں ضرورت تھی کہ توجہ کی جائے ہاتھ لگا لگا کر دکھا دی۔ امید ہے جب باقی مسودہ آئے گا تو پھر باقی کام بھی انشاء اللہ اسی طرح آسان ہو جائے گا۔ اب تو اس کی شدت سے انتظار ہے۔ ابھی تک تو آپ نے بھیجا ہی نہیں حالانکہ اب تک دیر کرنے کا دوش مجھ پر رہا...... امید ہے جب آپ کلام شائع کرائیں گی تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مستند ہوگا اور وہ لوگ جو اپنی طرف سے نئے نئے نمونے شائع کراتے رہتے ہیں وہ سلسلہ اب ختم ہو جائے گا۔ اللہ

آپ کے ساتھ ہو"۔ (مکتوب 28 فروری 1993ء)

فنِ شعر میں شوکتِ مضمون اور کیفیات کی لطافت کی اہمیت

جو مشورے حضور پُرنور کو بھجوائے تھے ان میں محترم محمد سلیم صاحب شاہجہانپوری کی آراء بھی شامل تھیں۔ حضور نے ہمیں فنِ شعر اور فنِ اصلاح، خاص طور پر اشعار میں مضامین کے بیان کی اہمیت سمجھائی۔ یہ اس لائق ہے کہ اعلیٰ پائے کی تنقیدی کتب میں جگہ پائے۔ آپ نے تحریر فرمایا:۔

"......شعر کی دنیا اس سے زیادہ وسیع ہے کہ زبان درست ہو اور غلطیوں سے پاک ہو اور محاورہ ٹکسالی کا ہو اور اوزان کے لحاظ سے اور لفظوں کے استعمال کے لحاظ سے کلام نوکِ زبان پر بھاری نہ ہو۔ بعض اوقات صحتِ زبان اور صحتِ محاورہ کے تقاضے جذبات کی شدت کے اظہار اور اظہارِ حق سے متصادم ہو جاتے ہیں یعنی اظہارِ حق جس زبان میں ممکن ہو اس سے بہتر مرصع زبان میں مگر حق سے کچھ ہٹ کر ایک بات کی جاسکتی ہے۔ بعض دفعہ ممکن نہیں رہتا کہ بیک وقت کوئی اپنے متموج جذبات اور سچائی اور گہرے درد کے تقاضے پورے کرتے ہوئے زبان کی صحت اور قاعدے قانون کی پابندی کا بھی حق ادا کر سکے۔ ایسی صورت میں کبھی کبھی کچھ نہ کچھ مروّج قاعدوں کو توڑنا بھی پڑتا ہے اور استثناء کی نئی کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں۔ دنیا کے تمام چوٹی کے شعراء نے کیفیات کے اعلیٰ تقاضوں پر بارہا زبان دانی کی قیود کو قربان کیا ہے۔ شیکسپیر میں بھی یہ بات ملتی ہے اور غالب میں بھی اور دیگر شعراء میں بھی اپنے اپنے مرتبہ اور اسلوب کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ ایسی مثالیں دکھائی دیتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُردو اور عربی کلام میں بھی یہی بالا اصول کارفرما ہے کہ شوکتِ مضمون اور کیفیات کی لطافت پر زبان دانی کے نسبتاً ادنیٰ تقاضوں کو قربان کیا جائے......"۔

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 1)

آئینِ سخن اور آئینِ حق

اس ٹھوس تحریر کے ساتھ اسی مکتوب سے ایک ہلکا پھلکا ٹکڑا بھی پیش کرتی ہوں۔ انداز لطیف لیکن سبق بہت ثقیل۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"مکرم محترم سلیم صاحب شاہجہانپوری نے خوب لکھا ہے کہ آئینِ سخن میں اصلاح تجویز کرنا گستاخی شمار نہیں ہوتا، یہ بالکل درست ہے۔ اسی سے حوصلہ پا کر میں ان کی خدمت میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آئینِ سخن میں اصلاح قبول نہ کرنا بھی غالباً گستاخی شمار نہیں ہوگا۔ خصوصاً جب کہ پاس ادب رکھتے ہوئے احترام اور معذرت کے ساتھ ایسا کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آئینِ سخن ہی کی بات نہیں، آئینِ حق یعنی سچائی کے آئین میں بھی تو ازل سے یہی دستور چلا آرہا ہے کہ تصحیح گستاخی شمار نہیں ہوتی۔ نماز باجماعت میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی سبق ہمیں دیا ہے۔ سبحان اللہ! کیا پاکیزہ طریق اصلاح کا سکھایا۔ سبحان صرف اللہ ہی کی ذات ہے"۔

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 2)

فلسفۂ اصلاح

اصلاح کے مشورے اور اصلاح قبول کرنے کے اختیار

کے ساتھ آپ نے فلسفہ اصلاح بھی سمجھایا فرماتے ہیں:۔

''رہا فلسفۂ اصلاح تو میرے نزدیک ہر قادر الکلام استاد کا یہ حق تو ہے کہ کسی دوسرے کے شعر کی اصلاح کرے لیکن اصلاح کا حق صرف اتنا ہی ہے کہ اس مضمون کو تبدیل کئے بغیر جو شاعر بیان کرنا چاہتا ہے۔ بہتر الفاظ میں (زبان کے سُقم کو دور کر کے) بیان کرنے میں اس کی مدد کرے یا اگر طرزِ بیان بے جان ہے تو الفاظ کے تغیر و تبدل سے اسی مضمون میں جان ڈال دے مگر نیا مضمون داخل کرنے کو مَیں اصلاح نہیں سمجھتا، نہ ہی زبان کی اصلاح کرتے کرتے مضمون کا حلیہ بگاڑ دینا میرے نزدیک اصلاح میں داخل ہے''۔

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 3)

خاکسار تسلیم کرتی ہے کہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے ذوقِ سلیم کی بلندیوں پر متمکن پیارے حضور کی کوفت کا سامان کیا، مگر یہ تو دیکھیے کہ اس معدنِ علم پر ہلکی سی دستک سے کیا کیا خزائن اُبل پڑے کیسے کیسے ٹھنڈے میٹھے پانیوں کے چشمے جاری ہو گئے۔ ایک کوہِ وقار کے نہاں خانۂ دل کی کچھ کھڑکیاں کھل گئیں۔ پس میری کوتاہیوں سے صرفِ نظر کر کے اس سدا بہار گلستان کی سیر کیجیے۔ فرماتے ہیں:۔

''......جو کام سالہا سال سے کرنے کو پڑا تھا مگر نہ وقت ملتا تھا نہ دماغ میسر آتا تھا وہ آپ نے آسان کر دیا۔ نشان لگا کر بھیج دیے اور پیچھے پڑ کر مجبور کر دیا کہ اب اس کام کو نہ ٹالو۔ حسنِ اتفاق سے مسودہ ملنے کا وقت بھی نہایت موزوں ثابت ہوا۔ چنانچہ کینیڈا سے واپسی پر ہالینڈ قیام کے دوران کچھ فرصت میسر آ گئی اور اللہ کے فضل سے دو دن کے اندر ہی ان مقامات کی تصحیح کی توفیق مل گئی، جن کے متعلق دیرینہ خلش تو تھی مگر وقت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ یہی روک تھی کہ کبھی کسی کو کلام شائع کرنے کی اجازت نہیں دی اور جنہوں نے بلا اجازت شائع کیا انہوں نے نہ صرف اس حصے کو اسی طرح غلط شائع کر دیا جس پر مَیں نظرِ ثانی کرنا چاہتا تھا بلکہ سہوِ کتابت کی وجہ سے سُوءِ فہم کی بناء پر کلام میں مزید بہت سے سقم پیدا کر دیئے۔ مثلاً اضافت کا غلط استعمال، الفاظ کے بے جا تکرار وغیرہ۔ جس نے مضمون بھی بگاڑا اور وزن بھی توڑا۔ علاوہ ازیں بعض الفاظ کا چھوٹ جانا وغیرہ وغیرہ۔ اب ان سب جگہوں پر مَیں نے درستی کر دی ہے مگر یہ غلطیاں نہیں تھیں بلکہ کتابت یا ناشر کے فہم کا قصور تھا، لیکن اس کے قابلِ اصلاح شعروں کے علاوہ بھی متعدد ایسے اشعار تھے جو کئی طرح کے سُقم رکھتے تھے جن کے لئے دماغ اور وقت کا میسر آنا ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ مدت سے ذہن یہی بات سوچتا اور ٹالتا رہا کہ کسی وقت تسلی سے ٹھیک کر کے زبان کے تقاضے قربان کئے بغیر مضمون کا حق ادا کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر آپ اس طرح مستقل مزاجی اور صبر کے ساتھ مجھے بار بار 'تنگ' نہ کرتیں تو شاید یہ کام کبھی نہ ہوتا......''۔

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 3)

لفظوں کے حکیمانہ انتخاب میں جانکاہی کی چند مثالیں

پیارے حضور نے نظموں کی اصلاح کرتے ہوئے جو حکمتیں سمجھائیں ہیں وہ علوم کا ایک خزانہ ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کسی چیز کو سرسری نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ حرف حرف اور لفظ لفظ کے مزاج کی تہہ میں اُترتے

ہوئے مناسب جگہ پر استعمال فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک مربوط فکری پس منظر ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ مَیں جو شعر کہتا ہوں وہ حرف اکیلا ہی نہیں بلکہ بعض دفعہ اس کی دس دس اور پندرہ پندرہ متبادل صورتیں ذہن میں آئی ہوتی ہیں اور پھر ان میں سے ایک کو کسی وجہ سے چنتا ہوں۔ تو اب مَیں آپ کو اپنے ساتھ وہ سارا سفر کس طرح کرواؤں کہ کیوں بالآخر متعدد امکانی صورتوں میں سے ایک کو اختیار کیا"۔ (مکتوب 22 اکتوبر 1993ء صفحہ 13)

اب حضور پرنور کے مکاتیب سے لفظوں کے چناؤ میں جانکاہی کی کچھ مثالیں پیش کرتی ہوں۔

"آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی"

☆نظم "ظہور خیر الانبیاء ﷺ" میں ایک مصرع "آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی" کے متعلق تحریر فرمایا:۔

"چوتھے بند کے پہلے شعر 'آیا وہ غنی جس کو جو اپنی دعا پہنچی' میں آپ نے 'جو' کو 'جب' سے بدل دیا ہے۔ سمجھ نہیں آئی کہ کیوں 'جب' سے بدلا گیا ہے اصل میں 'جو' اور 'جب' میں ایک بہت لطیف فرق ہے۔ جس کو وہی جان سکتا ہے جس نے جانکاہی سے معنوں کی تہہ میں اتر کر الفاظ کا چناؤ کیا ہو۔...... جب اپنی دعا پہنچی' کا تو مطلب یہ ہے کہ بس ہماری دعا کی دیر تھی جیسے ہی پہنچی لگ گئی۔ حالانکہ کلمہ طیبہ کے لئے یرفعه العمل الصالح بھی ہونا چاہیے۔ یہ تو نہیں کہ جس کسی نے درود شریف پڑھا وہ آنحضرت ﷺ کو جا پہنچا۔ خاص کیفیات میں اُٹھتی ہوئی دعا ہی ہے جو رفعتوں کو پاتی ہے اور وہی ہے جو مقدر سنوارا کرتی ہے۔ اس لئے 'جو' ہی رہنے دیں۔ وہی دعا بخت سنوار سکتی ہے جو اس تک پہنچنے کی سعادت پا جائے۔ 'جو' میں جو انکسار ہے اس کا لطف 'جب' میں نہیں"۔ (مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 6)

پیارے حضور نے ایک شفیق ماں کی طرح جو اپنے نادان بچے کو قریب تر کر کے زیادہ تفصیل سے آسان الفاظ میں سمجھاتی ہے ایک ایک تبدیلی کی حکمت سمجھائی۔

"نبیوں کا سرتاج ابنائے آدم کا معراج محمدؐ"

"مجھے ڈر تھا کہ آپ دونوں...... 'کا معراج' 'کو' 'کی' میں بدل دیں گے کیونکہ مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب نے اپنے کلام میں معراج 'کو' 'کی' یعنی تانیثی نسبت سے باندھا ہے اور اُردو کتب لغات بھی اسے تانیث میں ہی پیش کرتی ہیں۔ مگر ہم نے قادیان میں ہمیشہ اس کو مذکر ہی سنا اور ذہنی طور پر معراج کو تانیث کے ساتھ استعمال کرنے پر دل آمادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے مَیں نے عمداً یا یوں سمجھ لیں کہ ضد کر کے اس غلطی پر اصرار کیا ہے۔ نبیوں کا سرتاج...... کہنے کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ ابنائے آدم کی معراج تو گھٹیا سی ترکیب نظر آتی ہے جو معراج کی شان کے خلاف ہے۔ پس مجھے تو آنحضرت ﷺ ہمیشہ ہی ابنائے آدم کا معراج دکھائی دیتے ہیں نہ کہ ابنائے آدم کی معراج۔ پس بعض ایسے مقامات بھی ہوتے ہیں کہ جہاں شاعر اپنا حق سمجھتا ہے کہ چاہے دنیا اس کے کسی استعمال کو غلط قرار دے وہ اپنی مرضی سے عمداً کسی خاص مقصد کے پیش نظر اپنی غلطی پر مصر ہو"۔ (مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 17,16)

نظم "ظہور خیر الانبیاءؐ" سے خاکسارہ کو بے حد پیار تھا۔ نظم

حضور کی ہے اضافے بھی آپ نے خود فرمائے لیکن بہت دور کھڑی مَیں اس بات سے لطف لیتی رہتی ہوں کہ ہوسکتا ہے اس تبدیلی میں خاکسار کی تحریک کا کوئی دخل ہو۔ جب یہ نظم جلسہ سالانہ جرمنی 1993ء میں پڑھی گئی تو مَیں نے فون پر سنی اور نوٹ کی۔ آپ نے درج ذیل اشعار کا اضافہ فرمایا تھا۔ مکتوب میں تحریر ہے:۔

""کہیں کہیں مضمون کو مزید اجاگر کرنے کے لئے بعض اشعار کا اضافہ بھی کرنا پڑا ہے۔ مثلاً ""ظہور خیر الانبیاء"" کے آخری بند کو تبدیل کرنے کے علاوہ ایک بند بڑھا بھی دیا ہے۔ اب اس کی شکل یوں بن جائے گی:

دل اس کی محبت میں ہر لحظہ تھا رام اس کا
اخلاص میں کامل تھا وہ عاشقِ تام اس کا

☆☆☆

مرزائے غلام احمد ۔ تھی جو بھی متاعِ جاں
کر بیٹھا نثار اس پر ۔ ہو بیٹھا تمام اس کا
اس دور کا یہ ساقی ۔ گھر سے تو نہ کچھ لایا
مَے خانہ اسی کا تھا ۔ مَے اُس کی تھی جام اُس کا
سازندہ تھا یہ، اِس کے ۔ سب ساجھی تھے، میت اس کے
دُھن اُس کی تھی گیت اُس کے لب اس کے پیام اُس کا

☆☆☆

اک میں بھی تو ہوں یا رب ۔ صیدِ تہِ دام اُس کا
دل گاتا ہے گن اس کے ۔ لب جپتے ہیں نام اُس کا
آنکھوں کو بھی دکھلادے ۔ آنا لبِ بام اُس کا
کانوں میں بھی رس گھولے ۔ ہر گام ۔ خرام اس کا
خیرات ہو مجھ کو بھی ۔ اک جلوۂ عام اُس کا
پھر یوں ہو کہ دل پر ۔ الہام کلام اس کا
اُس بام سے نور اترے نغمات میں ڈھل ڈھل کر
نغموں سے اُٹھے خوشبو ۔ ہو جائے سرود عنبر

(مکتوب 16 جنوری 1993ء صفحہ 5,4)

'شاعری جزویست از پیغمبری' اس سے زیادہ کہیں اور صادق نہیں آتا۔

نظم ""اے شاہ مکی و مدنی سید الوریٰ"" کے ایک مصرع:

اے میرے والے مصطفیٰ اے میرے مجتبیٰ

کے متعلق پیارے آقا نے خاکسارہ کو اچھی طرح سمجھانے کے لئے وضاحت سے، دلائل سے، علمی وزن کے ساتھ ایک اچھوتا نقطہ بیان فرمایا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

""آپ نے 'میرے والے مصطفیٰ' میں لفظ ""والے"" کو سُقم سمجھتے ہوئے 'تو ہی تو مصطفیٰ ہے مرا' تجویز کیا ہے۔ یہ دو وجوہات سے مجھے قبول نہیں۔ ایک یہ کہ اس نظم کی شانِ نزول تو ایک رؤیا میں ہے جس میں ایک شخص کو دیکھا جو بڑی پر درد آواز میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی کلام پڑھ رہا ہے۔ ان شعروں کا عمومی مضمون جو غیر معمولی طور پر دل پر اثر کرنے والا تھا وہ ان الفاظ پر مشتمل تھا۔

'اے میرے والے مصطفیٰ'

خواب میں اس کا جو مفہوم سمجھ میں آیا وہ یہ تھا کہ لفظ 'والے' نے بجائے اس کے کہ سقم پیدا کیا ہو اس میں غیر معمولی اپنائیت بھر دی اور قرآن کریم کی بعض آیات

کی بھی تشریح کر دی جن کی طرف پہلے میری توجہ نہیں تھی۔ عموماً یہ تاثر ہے کہ صرف رسول اللہ ﷺ ہی مصطفیٰ ہیں حالانکہ قرآن کریم میں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور آل ابراہیم (اسحقؑ، یعقوبؑ، اسمعیلؑ) حضرت موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ حتی کہ بنی آدم کے لئے بھی لفظ اصطفیٰ استعمال ہوا ہے تو مصطفیٰ ایک نہیں، کئی ہیں۔ پس اگر یہ کہنا ہو کہ باقی بھی مصطفیٰ ہونگے مگر میرے والا مصطفیٰ یہ ہے تو اس کا اظہار ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ میں ممکن نہیں۔ یہ بات ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی بچہ ضد کرے کہ مجھے میرے والی چیز دو۔ میرے والی کہنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ مجھے محض یہ چیز نہیں چاہیے بلکہ وہی چیز چاہیے جو میری تھی۔ اس طرز بیان میں اظہار عشق بھی محض 'میرے مصطفیٰ' کہنے کے مقابل پر بہت زیادہ زور مارتا ہے۔ پس رؤیا میں ہی مَیں یہ نہیں سمجھ رہا کہ اس میں کوئی نقص ہے بلکہ اس ظاہری نقص میں مجھے فصاحت وبلاغت کی جولانی دکھائی دی اور مضمون میں مقابلۃً بہت زیادہ گہرائی نظر آنے لگی۔ علاوہ ازیں چونکہ یہ طرز بیان محض ریختی والوں کی نہیں ہوا کرتی جو کہ ایک عامیانہ طرز ہے بلکہ بچوں کی سی ادا بھی ہوا کرتی ہے جس میں معصومانہ پیار اور اپنائیت جوش مارتے ہیں۔ پس اس پہلو سے میں نے نہ صرف خواب میں ظاہر کردہ الفاظ کے ساتھ وفا کی بلکہ اسے ہر دوسری طرز بیان سے بہتر بھی پایا۔ ہاں ''اے میرے والے مجتبیٰ'' ''اے میرے مصطفیٰ'' کے بعد پورا سجتا نہیں۔ ویسے بھی مصطفیٰ، مجتبیٰ، مرتضیٰ وغیرہ خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس کی جگہ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ کردوں:

اے میرے والے مصطفیٰ ، اے میرے راہنما

یا پھر ''اے میرے والے مصطفیٰ مَیں ہوچکا ترا'' بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن اس شعر کے دوسرے مصرع میں جو الفاظ ہیں رؤیا میں قریباً یہی الفاظ تھے جیسا کہ مجھے یاد پڑتا ہے مگر سو فیصد یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ اس میں لفظ ''تیری'' شامل ہوتا تو لفظ اُمت کی وضاحت تو ضرور ہو جاتی کہ کس کی اُمّت مراد ہے مگر ایسی امت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جو مہدی کو ہادی سے جدا سمجھے پسندیدہ بات نہیں ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے بھی علماء هم کہہ کر ان علماء کو اُن لوگوں کی طرف منسوب کر دیا جن کا ذکر سَیَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَان ...... کی حدیث میں مذکور ہے اور ان کیلئے عُلَمَاءُ اُمَّتِی نہیں فرمایا ہاں جہاں ربانی علماء کا ذکر فرمایا وہاں یہ فرمایا کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْل۔ پس اگرچہ محض امت کا لفظ کچھ خلا کا سا احساس پیدا کرتا ہے مگر اسے تیری امت کی بجائے کسی اور رنگ میں بدلا جا سکے تو بہتر ہوگا۔ مثلاً اس طرح کہ اہل دنیا یا علماء سوء ہمیں جدا جدا نہ سمجھتے۔ مگر یہ اظہار اس چھوٹے سے مصرع میں سمانا مشکل ہے۔ بہرحال خواب میں جو کیفیات تھیں مَیں اُن کے ساتھ وفاداری کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں درد کا مضمون تھا بحث کا نہیں۔ آپ نے جو یہ تجویز دی 'امت تری سمجھتی نہیں کیوں یہ ماجرا'۔ اس 'کیوں' میں تو بحث کا رنگ ہے جبکہ جدا جدا میں اظہار درد اور بیکسی ہے۔ ایک متبادل یہ بھی زیر غور لایا جا سکتا

ہے بلکہ یہی اختیار کرلیں۔

اے میرے والے مصطفیٰ اے سید الوریٰ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جدا جدا

''اُڑتے ہوئے بڑھوں، تری جانب سوئے حرم''۔

اس مصرع میں آپ نے 'اڑتا ہوا' تجویز کیا ہے۔ آپ کی یہ تجویز مجھے قبول تو ہے لیکن میں نے اگر چہ اردو گرائمر زیادہ نہیں پڑھی پھر بھی مجھے لگتا ہے کہ 'اُڑتے ہوئے' بھی ٹھیک ہے۔ خصوصیت سے یہ تخاطب کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ غائب میں 'اُڑتا ہوا' پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے میں تو اسے 'اُڑتے ہوئے' پڑھوں تو مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ مگر آپ کی یہ تجویز مان لیتا ہوں کیونکہ میرے مضمون پر اس کا اثر نہیں پڑے گا''۔ (مکتوب 93-1-16 صفحہ 12)

''حضرت سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم''

اس نظم میں بھی آپ نے نظر ثانی کے دوران کچھ تبدیلیاں فرمائیں اور ہر جگہ بات کو خوب کھول کر بیان فرمایا مثلاً۔ آپ نے ایک مصرعہ

مٹ گئے مہر و ماہ وانجم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

کو تبدیل فرمایا اور مفہوم کے حسن کو واضح فرمایا۔

''میں نے اس مصرع کو یوں کر دیا ہے۔

مہر وماہ نے توڑدیا دم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

بھاگنے کے ساتھ دم کا ٹوٹنا ایک اور لطیف مناسبت بھی رکھتا ہے۔ کسی پر شوکت جلوہ کے مقابل دم توڑ دینا اور دوڑتے ہوئے دم توڑنا ہم آہنگ ہیں''۔

(مکتوب 93-1-16 صفحہ 13)

اب اس شعر کو پڑھ کر زیادہ لطف آئے گا۔

آپ کے جلوۂ حسن کے آگے شرم سے نوروں والے بھاگے
مہر و ماہ نے توڑ دیا دم ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

نظم 'آج کی رات' میں ایک شعر ہے۔

آنکھ اپنی ہی ترے ہجر میں ٹپکاتی ہے
وہ لہو جس کا کوئی مول نہیں ، آج کی رات

اس کے پہلے مصرع کے متعلق حضور فرماتے ہیں:۔

''اس کے متعلق تجویز ہے کہ اسے یوں بدل دیا جائے 'چشم عاشق ہی ترے ہجر میں ٹپکاتی ہے'۔ مجوزہ مصرع دیکھنے میں تو بہت چست لگتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ، آنکھ اپنی ہی ترے ہجر میں ٹپکاتی ہے۔ میں جو بات کہنی چاہتا ہوں وہ چشم عاشق میں آ ہی نہیں سکتی۔ میں تو طعنہ آمیز دشمن کے مقابلہ پر اپنی ہی آنکھ کی محبت کو نمایاں کرنا چاہتا ہوں 'چشم عاشق' نے تو اس مضمون کا کچھ رہنے ہی نہیں دیا جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے میں نے عمداً ہجر کو چھوڑ کر عشق اختیار کیا تھا کیونکہ بحث یہ نہیں کہ ہم آنحضور ﷺ کے وصل سے محروم ہیں کہ نہیں۔ بحث یہ ہے کہ ہمارا دل آپ کے عشق سے خالی ہے یا لبالب بھرا ہوا ہے۔ پس ہر چند کہ اس مصرع میں لفظ ہجر پڑھنا عشق پڑھنے کی نسبت زبان پر ہلکا ہے، مضمون کی مناسبت سے عشق ہی موزوں ہے۔ پس یہ مصرع یوں ہی رہے گا، آنکھ اپنی ہی ترے عشق میں ٹپکاتی ہے''۔ (مکتوب 93-1-16 صفحہ 8)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 4 جنوری 2002ء)

لطائف الادب

جن کے مطالعہ سے روحِ انسانی میں ایک لطیف ارتعاش پیدا ہوتا ہے

(مکرم ریاض ملک صاحب)

راز کی بات

ایک شخص عبدالمالک بن مروان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ مجھے آپ سے ایک راز کی بات کہنی ہے۔ تخلیہ ہو تو کہوں۔ عبدالمالک نے کہا۔ بہت اچھا، لیکن ان باتوں کا خیال رکھنا:-

اوّل: میری تعریف نہ کرنا۔ مَیں اپنے آپ کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔

دوم: جھوٹ نہ بولنا کہ کاذب میری سزا سے بچ نہیں سکتا۔

سوم: لگائی بجھائی نہ کرنا کہ چغلخوری سب سے بڑا جرم ہے۔ اب کہو کیا کہتے ہو؟ وہ کچھ نہیں بولا اور چپ چاپ چلا گیا۔

قید خانے میں

ابونواس نے زبیدہ کی خواہش پر امین کو اپنے حلقۂ تلمذ میں لے لیا تھا۔ ایک دن امین نے اپنے چند اشعار سنائے۔ ابونواس کو چونکہ اصلاح مدنظر تھی اس لیے عروضی غلطیوں کی نشاندہی کی۔ امین کو غصہ آ گیا اور ابونواس کو قید خانے میں ڈال دیا۔ ہارون الرشید کو پتہ چلا تو اس نے امین کو سخت سست کہا اور ابونواس کو رہا کر دیا۔

کسی دوسرے موقعہ پر پھر امین نے اپنا کلام پڑھا تو ابونواس اُٹھ کھڑا ہوا۔

ہارون نے پوچھا ___ کیوں! کہاں چلے ہو؟

عرض کیا ___ قید خانے میں۔

بنی آدم

ابوالعیناء کے ہاں ایک آدمی آیا۔ علیک سلیک کی اور بیٹھ گیا۔ ابوالعیناء نے پوچھا۔ آپ کی تعریف؟ عرض کیا۔ بنی آدم میں سے ایک شخص۔

ابوالعیناء نے کہا۔ خدا آپ کو خوش رکھے، میرا تو خیال تھا کہ شاید یہ نسل ہی منقطع ہو چکی ہے۔

مہربان خدا

منصور نے ایک اعرابی سے کہا۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہمارے زمانۂ خلافت میں تمہیں طاعون سے بچائے رکھا۔ اعرابی نے کہا:-

خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ وہ یہ روا نہیں رکھتا کہ تمہاری بادشاہی بھی ہو اور طاعون بھی۔ کھجوریں بھی خراب ہوں اور تول میں بھی کمی ہو۔

آپ کم کیوں بولتے ہیں؟

سقراط کے ایک ہمعصر نے اس سے پوچھا۔

"آپ کم کیوں بولتے ہیں؟"

سقراط نے کیا لطیف جواب دیا کہ۔

اللہ نے دو کان دیے ہیں اور ایک زبان۔ پس لازم ہے کہ جتنا بولے اس سے دوگنا سنے:-

کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زبان ایک دی کان دو

فتویٰ اور تقویٰ

حضرت امام ابوحنیفہؒ ایک روز دجلہ کے کنارے بیٹھے کپڑے دھو رہے تھے۔ ایک شخص کی اچانک نظر پڑی تو دیکھا کہ آپ بڑے انہماک سے کپڑے بار بار دھو رہے ہیں۔ اس نے سوال کیا۔

"آپ کا تو فتویٰ موجود ہے کہ تین دفعہ دھونے سے کپڑا

پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔
''وہ فتویٰ تھا، یہ تقویٰ ہے۔''

لااسراف فی الخیر

حضرت امام حسنؓ کا لنگر خانہ ہر خاص وعام کے لیے ہر وقت جاری رہتا تھا اور اس میں نہایت لذیذ اور عمدہ کھانے پکائے جاتے تھے، جس سے لنگر کا خرچ بہت بڑھ گیا۔ ان اخراجات کو دیکھ کر ایک شخص نے آپ سے عرض کیا:-

لاخیر فی الاسراف
(اسراف کرنا کوئی نیکی نہیں ہے)

آپ نے برجستہ جواب دیا:-

لااسراف فی الخیر
(نیکی کی کثرت اسراف نہیں ہے)

دولت ___ درِ دولت پر

نواب آصف الدولہ ایک روز اپنے ملازم ''دولت'' نامی پر خفا ہوئے اور حکم دیا کہ اس کو نکال دو۔ نوکر اس وقت تو چلا گیا۔ دوسرے روز آ کر نواب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ:- ''دولت درِ دولت پر حاضر رہے یا جائے''؟

نواب کو مجبوراً کہنا پڑا ___ ''رہے''۔

شکر اور ایثار

مکہ شریف میں ایک روز حضرت ابراہیم ادھمؒ حضرت شقیق بلخیؒ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ ابراہیم! معاش کے بارے میں آپ کیا کرتے ہیں؟

فرمایا۔ اگر کوئی شے مل جاتی ہے تو شکر ادا کرتا ہوں اگر میسر نہیں آتی تو صبر کرتا ہوں۔ حضرت بلخیؒ نے فرمایا کہ ہماری گلی کے کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ کوئی چیز مل جاتی ہے تو اظہار شکر یہ میں دم ہلاتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ حضرت ادھمؒ نے فرمایا۔ پھر آپ کیا کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ اگر کوئی چیز مل جاتی ہے تو ایثار کرتا ہوں۔ اگر نہیں ملتی تو صبر کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ فوراً اُٹھے اور آپ کا سر چوم لیا۔

ایک سا جواب

حضرت شقیق بلخیؒ نے فرمایا۔ میں نے سات سو علماء سے ذیل کے سوالات پوچھے تو سبھی نے ایک سا جواب دیا۔

سوال و جواب ملاحظہ ہوں۔

۱۔ عقلمند کون ہے؟ ___ جو دنیا کو دوست نہ رکھے۔
۲۔ دولت مند کون ہے؟ ___ جو خدا کی تقسیم پر راضی ہو۔
۳۔ دانا کون ہے؟ ___ جس کو دنیا فریب نہ دے سکے۔
۴۔ درویش کون ہے؟ ___ جس کے دل میں زیادتی کی طلب نہ ہو۔
۵۔ بخیل کون ہے؟ ___ جو خدا کے مال کا حق ادا نہ کرے۔

بینائی اور حیا

حضرت امام اعظمؒ ایک دفعہ حمام کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی نظر ایک برہنہ شخص پر پڑی۔ بعض لوگوں نے کہا۔ یہ فاسق ہے اور بعض نے کہا کہ ملحد۔ آپ نے یہ دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

برہنہ شخص نے طنزاً آپ پر فقرہ کسا۔ ''اے امام! آپ کی آنکھوں کی بینائی کب سے جاتی رہی؟''۔ آپ نے برجستہ جواب دیا۔

''جب سے تمہارے دل سے حیا جاتی رہی''۔

ذرا سنبھل کر

ایک دفعہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک لڑکے کو کیچڑ میں چلتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ ''ذرا سنبھل کر چلو کہیں پھسل نہ جانا''۔ لڑکے نے فی البدیہہ کہا۔ ''امام صاحب! اگر میں پھسل گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ ذرا احتیاط سے کام لیں۔ اگر آپ کا پاؤں پھسل گیا تو تمام امت کے پھسلنے کا ڈر ہے''۔

شائستہ کون؟

حضرت حاتم اصمؒ نے ایک روز اپنے مریدوں کو کہا ایک مدت سے میں تمہارے دکھ سکھ کا ساجھی رہا ہوں اور تمہاری تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم میں شائستگی کے معیار پر کوئی پورا اُترتا بھی ہے؟

ایک نے کہا۔ فلاں جہاد میں حصہ لیتا ہے۔ آپ نے کہا ''وہ غازی ہے''۔ دوسرے نے کہا۔ فلاں خدا کی راہ میں مال قربان کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''وہ سخی ہے''۔

مریدوں میں سے ایک بولا۔ فلاں نے اس قدر حج کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''وہ حاجی ہے''۔

ایک نے کسی کی شب بیداری کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا۔ ''وہ عابد ہے۔ مجھے تو شائستہ درکار ہے''۔

پھر مریدوں نے یک زبان ہو کر پوچھا۔ پھر آپ ہی فرمائیے ''شائستہ'' کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

''شائستہ وہ ہے جو خدا سے ڈرے اور اسی کو اپنی تمام تر حاجات کا کفیل سمجھے اور کسی پر امید نہ رکھے''۔

زمین کا روزی دینے والا

ایک شخص حضرت حاتم اصمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ میرے پاس بہت سا مال ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مَیں اس میں سے آپ کو اور آپ کے مریدوں کو دوں۔ آپ نے فرمایا کہ ''مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے کہ جب تو مر جائے گا تو مجھے خدا کے حضور التجا کرنی پڑے گی کہ اے آسمان کے روزی دینے والے! زمین کا روزی دینے والا مر گیا''۔

تقویٰ کی مثال

حضرت حمدون قصارؒ بے حد متقی و پرہیز گار تھے۔ اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ آپ ایک رات ایک دوست کے سرہانے بیٹھے تھے اور وہ دوست نزع کی حالت میں تھا۔ جب اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو آپ نے اُٹھ کر چراغ بجھا دیا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ نے فرمایا۔ ''جب تک ہمارا دوست زندہ تھا اس وقت تک تو یہ اس کا مال تھا لیکن اب یتیموں کا مال ہے ہمیں تیل نہ جلانا چاہیے''۔

آپ شہر میں کیوں قیام نہیں فرماتے؟

حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ قبرستان میں رہتے تھے۔ ایک دن حضرت سری مسقطی نے کہا۔ ''آپ شہر میں کیوں قیام نہیں فرماتے؟'' آپ نے کیا لطیف جواب دیا کہ:۔

''میں ایسے لوگوں کے پاس رہتا ہوں کہ اگر ان کے پاس بیٹھوں تو مجھے تکلیف نہیں دیتے۔ اگر اُن سے اٹھ کر چلا جاؤں تو یہ میری غیبت نہیں کرتے''۔

کس کس نعمت کا شکر...؟

ایک زاہد نے حلوہ کھانا ترک کر رکھا تھا، صرف اس خیال سے کہ مجھ سے اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔

خواجہ حسن بصریؒ نے جب یہ سنا تو فرمایا۔ ''وہ شخص احمق ہے کیا وہ ٹھنڈے پانی کا شکر ادا کر سکتا ہے''۔

اپنا گھر

مرزا مظہر جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تمام عمر کرائے کے مکان میں رہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا۔ آپ اپنا گھر کیوں نہیں بنا لیتے؟ فرمایا۔ ''چھوڑ جانے کو اپنا اور غیر کا گھر دونوں برابر ہیں''۔

اللہ مغفرت کرے

امام زین العابدینؒ کی شان میں کسی نے گستاخی کے کلمات کہے۔ آپ نے نہایت ہی عجیب جواب دیا کہ ''اگر میں ایسا ہوں جیسا کہ تم نے کہا ہے تو اللہ کے حضور میری التجا ہے کہ میری مغفرت کرے اور اگر مَیں ایسا نہیں ہوں تو پھر اس کی بارگاہ میں عرض پرداز ہوں کہ وہ تیری مغفرت کرے''۔

(ماہنامہ ''خالد'' ستمبر ۱۹۵۴ء)

کتنے کشکول دھرے ہیں ترے پیارے کے لئے

تُو تو ہر بات پہ قادر ہے شفا کے مالک!
دستِ قدرت کا ہے مرہون یہ سارا عالم
تیرے اک "کُن" پہ ہے موقوف جہاں کی تقدیر
تیرے اک حکم سے مٹ جاتے ہیں سب کرب و الم
تو رگِ جاں سے بھی اقرب، ہے تری ذات سمیع
تُو تو سن لیتا ہے مضطر کی دعائیں ہر دم
تیرا فرماں ہے پکارو! میں سنوں گا تم کو
واسطہ تیری بشارت کا ترے وعدے کی قسم
میرا محسن، میرا محبوب ہے بیمار بہت
شافی و کافی مرے مولیٰ! تری اِک نظرِ کرم!
بخش دے عمرِ خضر، اور شفائے کامل
سر بسجدہ تری چوکھٹ پہ ہوں، اے فیضِ اتم!
کتنے کشکول دھرے ہیں ترے پیارے کے لئے
ہیں ہر اک دیس میں عشاق کی آنکھیں پُرنم
تیرے بِن کون بھرے گا یہ ہمارے کشکول
ایک تیرا ہی درِ فیض کھلا ہے ہر دم

(مکرم عطاء المجیب راشد صاحب۔ سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

☆☆☆

”بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا“

سرخ خلیات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تصنیف ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ میں ہستی باری تعالیٰ سے متعلق قرآنی دلائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”اب دیکھو کہ عقلی طور پر قرآن شریف نے خدا کی ہستی پر کیا کیا عمدہ اور بے مثل دلائل دیے ہیں جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے:

خدا وہ خدا ہے کہ جس نے ہر ایک شے کے مناسب حال اس کو پیدائش بخشی پھر اس شے کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے کے لیے راہ دکھلا دی۔ (طٰہٰ:۵۱)

اب اگر اس آیت کے مفہوم پر نظر رکھ کر انسان سے لے کر تمام بحری اور بری جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک دیکھا جائے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے مناسب حال معلوم ہوتی ہے۔ پڑھنے والے خود سوچ لیں کیونکہ یہ مضمون بہت وسیع ہے“

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد نمبر۱۰ صفحہ ۳۶۹)

حضورؑ کی یہ تحریر ہم سب کو دعوت فکر دیتی ہے کہ اپنے اپنے میدان میں غور کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کو اس کے مناسب حال قویٰ عطا فرماتا ہے اور اپنے مفوّضہ کمالات حاصل کرنے کے لیے جن خواص کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔ وہ پیدائشی طور پر ان کے اندر رکھ دیتا ہے۔

(مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب)

خدا کی مخلوقات میں سب سے خوبصورت مخلوق انسان ہے۔ انسان کو بحیثیت مخلوق ہی غور سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت یاد آ جاتی ہے، لیکن اگر انسان کو مزید باریک نظر سے دیکھا جائے اور اس کے جسم کی بنیادی اکائی یعنی خلیات (Cells) کی سطح پر جا کر اس کا مطالعہ کیا جائے تو انسان عش عش کر اُٹھتا ہے۔ مثلاً دماغ میں موجود خلیات جنہیں (Neurons) کہتے ہیں۔ ان کی مخصوص ساخت ان کے مخصوص افعال کے مناسب حال ہے جبکہ گردے کے خاص خلیات جنہیں (Nephrons) کہتے ہیں اپنی پیچیدہ شکل کی مانند نہایت پیچیدہ افعال سرانجام دیتے ہیں۔ اسی طرح جسم کا ہر خلیہ اپنے اپنے مفوضہ فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا ہے اور اس کی ساخت بھی انہیں افعال کے مناسب حال بنائی گئی ہے۔ اگر اس خلیے کو اپنے کسی فعل کی انجام دہی کے لیے اپنی شکل تبدیل کرنے کی ضرورت ہو تو وہ یہ بھی کر گذرتا ہے اور کام مکمل ہو جانے کے بعد اصلی شکل میں واپس بھی آ جاتا ہے۔

جسم کے ہر خلیے اور نظام (System) میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہیں کہ مشاہدہ کرنے والا دنگ رہ جاتا ہے۔ ہر خلیہ اپنی ذات میں ایک کائنات کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے اندر نہایت چھوٹی چھوٹی مشینیں اور کارخانے کام کر رہے ہوتے ہیں اور معلومات اور احکامات کا بے پناہ ذخیرہ ان میں موجود ہوتا ہے۔ خلیات میں سے کچھ حصے کام کر رہے ہوتے جب کہ کچھ خوابیدہ حالت میں پڑے رہتے ہیں۔ صرف وہی

کام ہو رہے ہوتے ہیں جن کا ان خلیات سے تقاضا کیا جاتا ہے۔ اگر خوابیدہ حصوں کو بھی بیدار کر دیا جائے تو کلوننگ (Cloning) کے عمل کے ذریعے ایک خلیے سے ایک نیا وجود پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جو ہو بہو اپنے Parent خلیے کے مشابہ ہوتا ہے۔ خلیات کے متعلق یہ چند اسرار تو وہ ہیں جو اَب تک میڈیکل سائنس کے ذریعے معلوم ہو چکے ہیں۔ ابھی بے شمار اسرار پردے میں ہیں جو نجانے کب سامنے آئیں گے۔ بحیثیت انسان ہمیں بے اختیار یہی کہنا پڑتا ہے کہ

''کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا''

اگر ہم انسانی جسم میں سے صرف خون کی مثال لیں تو اس میں تین مختلف اقسام کے خلیے (Cells) ہوتے ہیں جو نہایت اہم افعال سرانجام دیتے ہیں۔ ان خلیات کے نام سرخ خلیات (Red Cells)۔ سفید خلیات (White Cells) اور پلیٹلٹس (Platelets) ہیں۔ آج ہم ان میں سے صرف ایک قسم یعنی سرخ خلیے (Red Cells) کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ کہاں اور کیسے پیدا ہوتا ہے۔ کیا کیا افعال سرانجام دیتا ہے اور اپنی زندگی میں کن مراحل سے گذرتا ہے۔

سرخ خلیات کی پیدائش

انسانی خون کے دیگر خلیات کی طرح سرخ خلیات بھی ہڈیوں کے گودے (Bone Marrow) میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض حکیموں اور عوام الناس میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ خون ''جگر'' میں بنتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک صحتمند انسان میں اللہ تعالیٰ نے خون بنانے کی فیکٹری ہڈیوں کے گودے (Bone Marrow) میں لگا رکھی ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے کے دور (Intrauterine Life) میں یہ کام تلی اور جگر کرتے ہیں لیکن پیدائش کے فوراً بعد سے یہ کام ہڈیوں کے گودے (Bone Marrow) کے ذمے لگ جاتا ہے۔ بعض ایسی بیماریاں جن میں ہڈیوں کے گودے کا فعل خراب ہو جاتا ہے ان میں دوبارہ سے جگر اور تلی (Spleen) خون بنانے کا کام شروع کر دیتے ہیں لیکن یہ خلیات نارمل نہیں ہوتے اور بہت جلد ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی جسم میں خون کی مقدار پوری نہیں ہو سکتی۔

سرخ خلیات کی پیدائش کے ادوار

ہڈیوں کے گودے میں سرخ خلیات کی پیدائش کے عمل کو Erythropoisis کہتے ہیں۔ ہڈیوں کے گودے میں بعض مخصوص خلیات (Stem Cells) موجود ہوتے ہیں۔ جن سے سرخ خلیات سمیت خون کے تمام خلیات بنتے ہیں۔ سرخ خلیات اپنی پیدائش کے چھ (6) ادوار سے گذرتے ہیں جن میں مختلف تبدیلیاں رونما ہو کر آخر کار نارمل بالغ (Mature) سرخ خلیات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان چھ ادوار میں سے گذرنے والے خلیات کو چھ مختلف نام دیے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:-

1- Pro- erythroblast
2- Basophilic erythroblast
3- Polychromatic erythroblast
4- Orthochromatic erythroblast
5- Reticulocyte
6- Mature Red Cell

یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ انسان بھی پیدائش کے چھ ادوار سے گذرتا ہے۔ یہ خلیات پیدائش کے پانچویں دور (Reticulsocyte stage) اور چھٹے اور آخری دور (Mature red cell stage) جو تکمیل پیدائش کا دور ہے، میں انسانی خون میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ہڈیوں کے

گودے سے خون میں شامل ہونے کا یہ عمل بذاتِ خود ایک پیچیدہ اور دلچسپ عمل ہے۔ ایک اندازے کے مطابق روزانہ تقریباً دو کھرب ($2x10^{11}$) سرخ خلیات ایک صحت مند آدمی کے جسم میں بنتے ہیں اور عام حالات میں سرخ خلیہ ابتدائے پیدائش سے تکمیل پیدائش تک تقریباً سات دن (ایک ہفتہ) کا وقت لیتا ہے۔

سرخ خلیات کیوں اور کیسے پیدا ہوتے ہیں؟

جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا کہ سرخ خلیات کا سب سے اہم کام پورے جسم میں آکسیجن کی فراہمی ہے اور آکسیجن انسانی زندگی کے لیے نہایت اہم بلکہ جسم کے ہر خلیہ کی زندگی کا ضامن ہے۔ جب انسانی جسم میں آکسیجن کی مقدار اور اس کا دباؤ کم ہوجاتا ہے تو انسانی جسم میں موجود مخصوص Sensor اعضاء کو آکسیجن کی فراہمی کم ہوجاتی ہے جس کے نتیجے میں ایک ہارمون Erythropoietin خارج ہوتا ہے جو سرخ خلیات کی پیداوار کو تیز کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلند مقامات پر رہنے والے افراد میں جہاں آکسیجن کا دباؤ کم ہوتا ہے، وہاں ان میں سرخ خلیات کی تعداد عام افراد سے زیادہ ہوتی ہے۔

یہاں قانون قدرت کی خوبصورتی دیکھیں کہ جہاں اور جب جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے فوراً اس ضرورت کو پیدا کرنے کے سامان فراہم کردیے جاتے ہیں۔ سرخ خلیہ کے بننے کے لیے فولاد، وٹامن B12، فولک ایسڈ، وٹامن B6، وٹامن C، وٹامن E اور مخصوص پروٹین کے علاوہ چند نمکیات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جن میں سے کسی چیز کی کمی بھی خون کی کمی (Anemia) پر منتج ہوسکتی ہے۔

سرخ خلیہ کی ساخت

سرخ خلیہ بھی باقی خلیات کی طرح ایک نہایت چھوٹا خلیہ ہے جو صرف خوردبین سے ہی نظر آسکتا ہے۔ بظاہر گول نظر آنے والا یہ خلیہ ضرورت کے مطابق اپنی شکل تبدیل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ خون کی بڑی نالیوں میں یہ Biconcave Disc کی شکل کا ہوتا ہے یعنی درمیان سے پتلا اور کناروں سے موٹا۔ درمیان سے اس کی موٹائی صرف ایک مائیکرون ہوتی ہے جو ایک ملی میٹر کا ہزارواں حصہ ہے۔ سرخ خلیے کا زیادہ سے زیادہ قطر تقریباً سات مائیکرون ہوتا ہے اور جب یہ خون کی باریک ترین نالیوں سے گذرتا ہے جن کا قطر سرخ خلیے کے قطر سے بھی کم ہوتا ہے تو یہ پیراشوٹ کی مانند اپنی شکل تبدیل کر کے ان نالیوں میں سے گذر جاتا ہے اور باہر نکل کر اپنی پہلی شکل یعنی Biconave Disc میں واپس آجاتا ہے۔ اس اہم تبدیلی کی وجہ سے اس کی لچکدار جھلی ہے جو سرخ خلیے کو مکمل طور پر گھیرے ہوئے ہے۔ یہ نرم و نازک لیکن نہایت مضبوط جھلی توازن کی بہترین مثال اور خداتعالیٰ کی صناعی کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ آیئے اب سرخ خلیے کے اندر جھانک کر دیکھتے ہیں کہ قانون قدرت وہاں کس طرح سے جلوہ گری کرتا ہے۔ مخصوص پروٹینز کے مالیکیولز کا پیچیدہ جال اس جھلی کو سرخ خلیے کے اندرونے کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے اور ایک نہایت نازک اندرونی ڈھانچے کا کام کرتا ہے۔

سرخ خلیے کے اندرونے میں ایک نہایت اہم سرخ رنگ کا مادہ Hemoglobin موجود ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خون کا رنگ سرخ نظر آتا ہے۔ ہیموگلوبن کو سرخ خلیے کے اندر مقید کرنے کا مقصد خون کا گاڑھا پن (Viscosity) کم کرنا ہے۔ اگر ہیموگلوبن سرخ خلیے سے باہر ہوتا تو خون کی نالیوں میں خون کی گردش نہایت سست ہوجاتی کیونکہ یہ ایک گاڑھا اور بھاری مادہ ہے۔

ایک نارمل ہیموگلوبن مالیکیول بھی ایک پیچیدہ مالیکیول ہے۔ جس میں مخصوص پروٹین گلوبن (Globin) دو جڑواں

زنجیروں (Chains) کی شکل میں لگے ہوتے ہیں ان میں ایک جوڑ ایلفا (Alpha) اور دوسرا جوڑ بیٹا (Beta) گلوبن زنجیر کا ہوتا ہے۔

ایک الفا (Alpha) زنجیر میں 141 جب کہ ایک بیٹا (Beta) زنجیر میں 146 ایمائنو ایسڈز (Aminoasid) ایک معین ترتیب کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اس کو (HBA_1) کہتے ہیں۔ اس کی مقدار پیدائش کے وقت صرف 25% ہوتی ہے جبکہ بڑی عمر میں یہ 97% ہو جاتی ہے۔ پیدائش کے وقت تقریباً 75% ہیموگلوبن ایسا ہوتا ہے جو الفا (Alpha) گلوبن زنجیروں اور دو گیما (Gamma) گلوبن زنجیروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کو Foetal ہیموگلوبن کہتے ہیں۔ اس کے خواص بھی Adult ہیموگلوبن سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس ہیموگلوبن میں جو گیما (Gamma) زنجیر ہوتی ہے اس میں بھی 146 ایمائنو ایسڈز (Aminoacids) ہوتے ہیں لیکن اس کے ایک دو ایمائنو ایسڈ بیٹا (Beta) زنجیر کے ایمائنو ایسڈز سے مختلف ہوتے ہیں۔

ہیموگلوبن مالیکیول کی نہایت پیچیدہ شکل کو اگر سادہ طریقے سے بیان کرنا ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ ایک مالیکیول میں چار گلوبن زنجیریں ہوتی ہیں اور ہر زنجیر کے ساتھ ایک ہیم (Haem) مالیکیول جڑا ہوتا ہے۔ یہ ہیم (Haem) وہی مالیکیول ہے جس میں ایک آئرن کا ایٹم ہوتا ہے جو خون کی آکسیجن کو اپنے ساتھ جوڑتا ہے۔

خون کی آکسیجن جڑتی تو آئرن کے ساتھ ہے لیکن آکسیجن کے آئرن ایٹم سے جڑنے کا عمل گلوبن زنجیر کے تابع ہوتا ہے اور گلوبن زنجیر کی ساخت پر منحصر ہوتا ہے۔ مثلاً نارمل صحت مند انسان میں جو ہیموگلوبن یعنی HbA1 پایا جاتا ہے اس میں 2 الفا اور 2 بیٹا زنجیریں ہوتی ہیں۔

بیٹا (Beta) زنجیر کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ ہیموگلوبن کی آکسیجن کے ساتھ Affinity کم رکھتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آکسیجن ہیموگلوبن کے ساتھ جڑ تو جاتی ہے لیکن کم وقت کے لیے اور بوقت ضرورت آسانی سے علیحدہ بھی ہو جاتی ہے۔ اس طرح مطلوبہ مقام پر آکسیجن پہنچا کر ہیموگلوبن مالیکیول جلد خالی ہو جاتا ہے اور زیادہ موثر طریقے سے جسم کو آکسیجن کی فراہمی جاری رکھتا ہے۔ جب کہ دوسری تمام اقسام کے ہیموگلوبن میں یہ خصوصیت کھوئی جاتی ہے اور جسم میں آکسیجن کی نقل و حمل کم ہو جاتی ہے۔

سرخ خلیہ کیسے زندہ رہتا ہے؟

سرخ خلیے ایک ایسا خلیہ ہے جس میں مرکزہ (Nucleus) نہیں ہوتا۔ اس کی بقا کا تمام دارومدار اس میں داخل ہونے والے گلوکوز پر ہوتا ہے۔ سرخ خلیہ کے اندر موجود نظام اس گلوکوز کو توانائی میں تبدیل کر دیتا ہے جو اس خلیے کے تمام افعال کی ضامن ہے۔

سرخ خلیے کے افعال

سرخ خلیے (Red Cell) کا سب سے اہم کام انسانی جسم میں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کی نقل و حمل ہے۔ یعنی آکسیجن جو ہر خلیہ کی زندگی کی ضامن ہے اسے جسم کے ہر حصے میں پہنچانا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ جو انسانی خلیات کے لئے مضر ہے اسے جسم سے نکالنا، یہ سب کام سرخ خلیات کے ذمے ہے۔

ایک عجیب وغریب کشتی

سرخ خلیہ آکسیجن کی نقل و حمل کے لیے ایک گاڑی یا کشتی کا کام کرتا ہے۔ جب ہم سانس اندر کھینچتے ہیں تو آکسیجن اپنے پھیپھڑوں میں لے جاتے ہیں۔ اس طرح یہاں آکسیجن کا جزوی دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے اور یہ سرخ خلیات میں داخل ہو

کر ہیموگلوبن کے ساتھ مل جاتی ہے اور سرخ خلیے کی یہ عجیب و غریب کشتی جس کا کوئی ملاح بھی نہیں ہوتا آکسیجن کی سواری لے کر خون کی بڑی نالیوں سے ہوتی ہوئی چھوٹی نالیوں اور جسم کے دور دراز حصوں کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ سرخ خلیات ان مقامات پر پہنچ جاتے ہیں جہاں خون کی باریک ترین نالیاں Capillaries ہوتی ہیں جن کا قطر سرخ خلیہ کے قطر سے بھی کم ہوتا ہے۔ یہاں یہ عجیب و غریب کشتی اپنی شکل تبدیل کر لیتی ہے اور ان خلیات تک پہنچ جاتی ہے جہاں آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اور جہاں آکسیجن کا جزوی دباؤ کم ہو چکا ہوتا ہے۔ ان مقامات پر آکسیجن اس کشتی سے علیحدہ ہو کر خلیات کے استعمال میں آجاتی ہے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ جس کا جزوی دباؤ یہاں زیادہ ہوتا ہے وہ سرخ خلیات کے ذریعہ واپس پھیپھڑوں کی طرف چلی جاتی ہے جہاں سے سانس کے ذریعے باہر نکال کر یہ مضر گیس خارج کر دی جاتی ہے۔

سرخ خلیہ میں آکسیجن کا داخل ہونا، وہاں ہیموگلوبن کے ساتھ جڑنا، سرخ خلیہ کا کشتی کی مانند اسے جسم کے دور دراز مقامات پر لے جانا اور حسب ضرورت اپنی شکل تبدیل کرنا اور مطلوبہ مقام پر پہنچ کر آکسیجن کو علیحدہ کر دینا اور واپسی پر کاربن ڈائی آکسائیڈ کو پھیپھڑوں تک پہنچانا نہایت پیچیدہ اور منظم افعال ہیں اور قدرت کے دلچسپ اسرار پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سرخ خلیہ کی مخصوص ساخت کا مقصد اس کا Surface Area زیادہ کرنا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں آکسیجن مطلوبہ مقامات پر پہنچائی جا سکے۔ اگر یہ آکسیجن سرخ خلیہ کے بغیر انسانی جسم کو پہنچائی جاتی تو اس کی مقدار مطلوبہ مقدار سے 100 گنا کم ہوتی جو زندگی کو قائم رکھنے کے لیے کافی نہ ہوتی۔ سرخ خلیات کا ایک اور اہم فائدہ یہ ہے کہ یہ جسم میں ایک اہم Buffer کا کام کرتے ہیں اور جسم کے Acid base توازن کو برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

سرخ خلیہ کی عمر

ایک نارمل سرخ خلیہ اپنی پیدائش کے بعد تقریباً 120 دن زندہ رہتا ہے۔ اس کے بعد اس میں ایسی تبدیلیاں آجاتی ہیں کہ یہ خلیہ خود بخود ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ ٹوٹنے کا عمل تلی (Spleen) میں ہوتا ہے۔ جو سرخ خلیے کا مدفن (Graveyard) کہلاتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سرخ خلیہ مر کر بھی نہیں مرتا کیونکہ اس کے تمام اجزاء دوبارہ استعمال ہو جاتے ہیں۔ خون میں قلیل مقدار میں پایا جانے والا مادہ بلیروبن (Bilirubin) سرخ خلیہ کی باقیات کا حصہ ہے۔ سرخ خلیے کے ٹوٹنے کے بعد اس میں موجود پروٹین اور آئرن اپنے اپنے مقررہ مقامات کی طرف چلے جاتے ہیں اور حسب ضرورت استعمال میں آتے رہتے ہیں۔

خلاصہ

خدا تعالیٰ کی قدرت ہر شے میں اس عجب انداز کے ساتھ کام کر رہی ہے کہ ہر ذرے میں اس کا نور نظر آتا ہے اور اگر بنظر غور دیکھا جائے تو کائنات کا ہر ذرہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

☆☆☆

میدان حشر کے تصور میں

(حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

نہ روک راہ میں مولا! شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

مجھے تو دامن رحمت میں ڈھانپ لے یوں ہی
حساب مجھ سے نہ لے "بے حساب" جانے دے

سوال مجھ سے نہ کر اے مرے سمیع و بصیر
جواب مانگ نہ اے "لاجواب" جانے دے

مرے گنہ تری بخشش سے بڑھ نہیں سکتے
ترے نثار حساب و کتاب جانے دے

تجھے قسم ترے "ستار" نام کی پیارے
بروئے حشر سوال و جواب جانے دے

بلا قریب کہ یہ "خاک" پاک ہو جائے
نہ کر یہاں مری مٹی خراب جانے دے

رفیق جاں مرے۔ یار وفا شعار مرے
یہ آج پردہ دری کیسی؟ پردہ دار مرے

(دُرِعدن)

صحافت

(مکرم حافظ راشد جاوید صاحب)

یہ دور ابلاغ کا دور کہلاتا ہے۔ خدائی پیشگوئیوں کے موافق اس زمانے میں ذرائع ابلاغ نے جو ترقی کی ہے اس کی بدولت آج دنیا ایک عالمی گاؤں کا منظر پیش کر رہی ہے۔ اس زمانے میں ذرائع ابلاغ کی ہونے والی ترقی خواہ وہ پرنٹ میڈیا یعنی صحافت میں ہو یا الیکٹرانک میڈیا میں۔ سب کی خبریں خدا تعالیٰ نے قران کریم میں پہلے سے دے رکھی ہیں۔ مثلاً پرنٹ میڈیا کے بارے میں خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی کتنی واضح ہے کہ واذاالصحف نشرت کہ آخری زمانے میں کثرت سے اخبارات و رسائل جاری ہوں گے۔ چنانچہ اس زمانے میں کثرت سے شائع ہونے والے اخبارات و رسائل آج سے چودہ سو سال پہلے کی جانے والی اس پیشگوئی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جس میں صحافت کی موجودہ ترقی کے بارے میں بتا دیا گیا تھا۔ اس مضمون میں ہمارا اصل موضوع تو جماعت احمدیہ کی صحافت ہے لیکن قبل اس کے کہ ہم اس کا جائزہ لیں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ صحافت کسے کہتے ہیں اور موجودہ ترقی تک اس کو کن مراحل سے گزرنا پڑا۔

صحافت کے لغوی معنی

صحافت عربی زبان کا لفظ ہے جو صحیفہ سے نکلا ہے جس کے معنی "القرطاس المکتوب" یعنی لکھا ہوا مواد کے ہیں۔ اور عربی کی ڈکشنری المنجد میں صحافت کا معنی " کتابۃ الجرائد" یعنی اخبار نویسی کے درج ہیں صحافت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ چھپا ہوا مواد جو مختلف وقفوں کے بعد شائع ہوتا ہے۔ اردو زبان میں بھی صحافت کا لفظ عربی سے آیا ہے اور اس کے مروّجہ معنی "اخباری کاروبار یا اخبار نویسی" کے ہیں۔

اس لحاظ سے فن اخبار نویسی کو صحافت اور جو یہ کام کرتے ہیں ان کو صحافی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں صحافت کے لئے Journalism کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ Journal سے نکلا ہے جس کے معنی روزمرہ واقعات کے ریکارڈ کے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ آج کی صحافت یا ابلاغیات کا مطلب ایسا طبع شدہ مواد ہے جو معین وقفوں کے بعد سامنے آتا ہے جس میں وقتی اور ہنگامی ہر دو کے بارے میں معلومات اور راہنمائی فراہم کی جاتی ہے، ساتھ ساتھ ایک حد تک مستقل اہمیت کے موضوعات کا ذکر بھی ملتا رہتا ہے۔ اس لحاظ سے صحافت اپنے دور کی تاریخ بھی ہے اور حالات و واقعات کا تجزیہ بھی۔ یہ انسانی دلچسپی کے تمام متعلقہ امور کا احاطہ بھی کرتی ہے۔ یہ ذریعہ معلومات، تدریس اور رہبری ہے۔ یہ تہذیب ذہن کا کام بھی کرتی ہے۔ صحافت کا ایک مقصد دوسروں کو اپنا ہم نوا بنانا بھی ہے۔ آج کے جدید دور میں صحافت کا لفظ ترک کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اب صحافت کا میدان بہت وسیع ہو چکا ہے اور اب جدید صحافت پر ریڈیو اور ٹی وی جیسے ترقی پسند آلات کی حکمرانی ہے۔ جو چھپے ہوئے مواد یعنی اخبارات و رسائل کی بجائے سننے والا اور دیکھنے والا مواد فراہم کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے اب صحافت کے لفظ کی بجائے ابلاغیات یعنی Mass Communication کی اصطلاح استعمال ہو رہی ہے۔ طبع شدہ مواد پر مبنی ذرائع ابلاغ کو پرنٹ میڈیا کہا جاتا ہے جس میں اخبارات و رسائل شامل ہیں اور غیر طبع شدہ یعنی دیکھنے اور سننے والے ذرائع ابلاغ کو الیکٹرانک میڈیا کہا جاتا ہے۔

صحافت کی اقسام

علماء کے نزدیک صحافت کی سات اقسام ہیں۔ان میں پہلے نمبر پر روزنامے ہیں۔دوسری قسم ہفتہ وار شائع ہونے والے رسالے جبکہ صحافت کی تیسری قسم کو مجلّے کہا جاتا ہے جو عموماً ایک خاص مدت کے دورانیہ میں شائع ہوتے ہیں۔صحافت کی چوتھی قسم ڈائجسٹ رسالے ہیں۔ پانچویں قسم پیشہ ورانہ اور گروہی رسالوں کو کہا جاتا ہے مثلاً سائنس، کھیل، بچوں اور عورتوں کے رسالے وغیرہ۔صحافت کی چھٹی قسم ریڈیو ہے۔صحافت کی ساتویں قسم ٹیلی ویژن ہے یہ صحافت کی سب سے جدید اور موثر قسم ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے صحافت کی تین اقسام ہیں۔پہلے نمبر پر خواص پسند صحافت کہلاتی ہے اس کو پڑھے لکھے طبقے میں پذیرائی حاصل ہوتی ہے پاکستان میں جیسے انگریزی اخبار ڈان وغیرہ ہیں دوسرے نمبر پر عوام پسند صحافت ہوتی ہے جیسے پاکستان کے اچھے اردو اخبارات۔جب کہ تیسری قسم کی صحافت کو زرد صحافت کہا جاتا ہے اس میں خبروں کو سنسنی خیز انداز میں اور مرچ مصالحہ لگا کر پیش کیا جاتا ہے۔خبریں حقائق پر مبنی نہیں ہوتیں۔صحافت کی اس قسم کو مہذب دنیا میں ناپسند کیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں چونکہ صحافت کا کوئی ضابطہ اخلاق نہیں اس لئے عوام پسند صحافت کے علمبردار اخبار بھی کسی نہ کسی رنگ میں ایسی خبروں کو شہ سرخیوں سے شائع کرتے ہیں جو زرد صحافت کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کے بعد اب ہم صحافت کے آغاز و ارتقاء کا جائزہ لیتے ہیں لیکن چونکہ صحافت کی تمام تر ترقی فن طباعت کے ارتقاء کی مرہون منت ہے اس لئے پہلے ہم طباعت کے ارتقاء کا جائزہ لیتے ہیں۔

فن طباعت کا ارتقاء

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب سے انسانی معاشرہ کسی قدر منظّم اور مربوط ہوا ہے اسی وقت سے اخبار نویسی کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہی۔لیکن جدید صحافت اپنی تخلیق اور ارتقاء اور عہد حاضر میں اپنی حیرت انگیز ترقی کے لئے فن طباعت کی شرمندہ احسان ہے۔ طباعت کی ایجاد کا سہرا اہل چین کے سر ہے۔اس کی ابتداء ٹھپے کی چھپائی سے شروع ہوئی۔پہلی کتاب چین کے صوبہ "کانسو" میں طبع ہوئی۔جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔''اس کتاب کو "وانگ چی" نے 11 مئی 868ء میں مفت تقسیم کرنے کے لئے چھاپا''۔ حروف کی چھپائی بھی اہل چین نے شروع کی۔۔۔۔۔۔۔یورپ میں ٹھپے کی چھپائی عرصے سے جاری تھی۔لیکن جو مثالیں دستیاب ہوئی ہیں وہ پندرہویں صدی کے آغاز کی ہیں کہا جاتا ہے کہ 1454ء میں مینز (Mains) کے مقام پر ایک چھاپہ خانہ موجود تھا جس کا مالک "جوہان گوٹن برگ" تھا۔اس چھاپہ خانے میں ٹائپ کے حروف ڈھالے گئے اور کچھ دستاویزات چھاپی گئیں۔دو سال بعد بائبل چھپی اور اس سے اگلے سال رنگ دار چھپائی کا تجربہ بھی کیا گیا۔ انگلستان میں طباعت کی بنیاد رکھنے والا ولیم کیکسٹن تھا۔اس نے جرمنی سے طباعت کا فن سیکھا۔ 1476ء میں انگلستان میں چھاپہ خانہ قائم کیا۔پندرہ سال کے اندر اندر تقریباً ایک سو کتابیں چھاپ دیں۔

پاک و ہند میں طباعت کا ارتقاء

برصغیر پاک و ہند میں طباعت کا آغاز 1557ء میں "گوا" کے مقام پر انگریزوں نے چھاپہ خانہ قائم کر کے کیا۔ مغلوں نے اپنے دور میں طباعت میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی۔کیونکہ مغل اعلیٰ درجہ کے خطاطوں کی دیدہ زیب کتابت کے عادی تھے اور ٹائپ کی چھپائی انہیں بھدی معلوم ہوتی تھی۔

ہندوستان میں انگریزوں نے باقاعدہ طور پر پہلا چھاپہ خانہ 1674ء میں بمبئی کے مقام پر سر چارلس ولکنز کی نگرانی

میں قائم کیا۔ سر چارلس ولکنز نے فارسی رسم الخط کا ٹائپ بھی ایجاد کیا۔ 1801ء میں کلکتہ کے چار انگریزی چھاپہ خانوں میں فارسی ٹائپ میں چھپائی کا بندوبست موجود تھا۔

1836ء میں لیتھو طباعت نے برعظیم پاک و ہند میں اپنا پہلا قدم رکھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ٹائپ کی جگہ لے لی۔ شمالی ہند کا پہلا اخبار "دہلی اردو اخبار" لیتھو پر چھپتا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے بعد نسخ کی طباعت بالکل ختم ہو گئی۔ بعض لوگوں نے پھر بھی اپنے اخبار نسخ میں ٹائپ کروائے۔ بیسویں صدی کے نصف تک تقریباً تمام اردو اخبارات اور رسائل ٹائپ کو ترک کر کے لیتھو کو اپنا چکے تھے۔ چند ایک نے بعد میں بھی ٹائپ اپنانے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

طباعت پاکستان میں

قیام پاکستان کے وقت ملک میں لگ بھگ 400 پریس تھے۔ اور اس وقت سب چھوٹے بڑے اخبارات لیتھو میں چھپتے تھے۔ جو جدید دنیا کی صحافت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ 1952ء میں پاکستان میں پہلی مرتبہ آفسٹ طریقہ طباعت کا آغاز ہوا۔ اس طریق نے اخبارات کے حسن میں اضافہ کیا۔ تصاویر بھی بغیر کسی مشکل کے چھاپنا ممکن ہو گیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک وقت وہ آیا کہ آفسٹ مشین برق رفتار زمانہ کا ساتھ نہ دے سکی۔ اور اس کی جگہ مونو فلم لیٹر نے لے لی۔ اور ایک دفعہ پھر براعظم ایشیا میں پاکستانی طباعت صف اول پر آ گئی۔ اس سے اخراجات میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ پھر ویب آفسٹ روٹری پر اخبار کی پرنٹنگ کا آغاز ہوا۔ اس مشین کے ذریعہ ایک گھنٹہ میں بیس سے پچیس ہزار پرچے چھپنے لگے۔ اس طباعتی ارتقاء میں انقلاب آفرین تبدیلی اس وقت ہوئی جب روزنامہ "جنگ لاہور" نے کمپیوٹر کے نظام کو متعارف کروایا۔ نوری نستعلیق کے نام سے نستعلیق کتابت کو "مونو ٹائپ" کی کمپیوٹر کمپنی نے کمپوز کیا۔ اس وقت پاکستان کے اخبارات کے پاس جدید ترین طباعت کا نظام موجود ہے۔

صحافت کا آغاز وارتقاء

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ دوسروں کے بارے میں معلومات کا شوق اور اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کی تمنا انسانی جبلت میں داخل ہے پہلے پہل انسان اپنے اس ذوق کی تسکین بول چال سے کرتا تھا۔ ایک جگہ سے قافلہ دوسری جگہ جاتا تو وہاں کے لوگوں کو اپنے بارے میں بتاتے اور ان کے بارے میں معلوم کرتے۔ مگر جب حروف ابجد ایجاد ہوئے جو کہ سامی اقوام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور تصویری رسم الخط سے ترقی کرتے کرتے فن تحریر جس کی ابتداء حضرت ادریسؑ کی طرف منسوب کی جاتی ہے دنیا میں عام ہوا تو رفتہ رفتہ انسانی خیالات و افکار لفظوں کے قالب میں ڈھل کر مستقل روپ دھارنے لگے اور اپنے خیالات و افکار کو بہتر سے بہتر انداز میں پیش کرنے کے لئے الفاظ کے دیدہ زیب پیراہن پہنانے کی سعی لامحدود کا آغاز ہو گیا۔ مطبوعہ صحافت سے قبل تصویری زبان میں صحافت جاری تھی۔ سب سے پہلے عہد فراعنہ میں اور مصر کے ٹالمی اور رومی حکمرانوں کے دور میں خبروں کی اشاعت پر زور دیا گیا۔ اس زمانے کے بعض ایسے سکے دریافت ہوئے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ ملک کے قوانین کیا ہوں گے اور ان پر عمل کرنا ہر شہری کا فرض ہے۔ رومن راج میں روزانہ ایک قلمی اخبار جاری کیا جاتا تھا جس میں سرکاری اطلاعات نیز میدان جنگ کی خبریں بھی ہوتی تھیں۔ اس قلمی خبرنامے کو "ٹاڈیوری نا" کہتے تھے یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی روزانہ کی کارروائی کے ہیں۔ اسلام سے پہلے ایرانی سلطنت میں خبرناموں کی ترتیب و ترسیل کا وہ نظام موجود تھا جسے بعد میں امویوں اور عباسیوں نے بہتر بنیادوں پر قائم کیا۔

جدید اخبار نویسی کی تاریخ نسبتاً کم پرانی ہے۔ 1566ء میں وینس (Venice) کے شہر میں یہ طریقہ جاری کیا گیا تھا کہ ایک شخص عام شاہراہوں پر کھڑا ہو کر بلند آواز میں عوام کی دلچسپی کی خبریں ایک قلمی مسودہ سے پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ بہر حال اصل معنوں میں دنیا کا سب سے پرانا اخبار "ٹی پاؤ" تھا جو اب سے ایک ہزار سال پہلے چین سے نکلا اور 1911 تک "پیکنگ گزٹ" کے نام سے جاری رہا۔

یورپ میں صحافت کا آغاز پندرھویں صدی کے شروع میں ہوا اور تیس چالیس سال کے اندر اندر مغربی یورپ کے قریب قریب سب ملکوں میں اخبار نکل آئے۔ یورپ کا پہلا باقاعدہ اخبار جرمنی کے شہر آگس برگ میں 1409ء میں جاری ہوا۔ برطانیہ کا پہلا باقاعدہ اخبار 1665ء میں "آکسفورڈ گزٹ" کے نام سے جاری ہوا۔ روزناموں کی ابتداء 1706ء میں "ڈیلی کورانٹ" سے ہوئی۔ برطانیہ کا بابائے صحافت "ڈینیئل ڈی فو" کو کہا جاتا ہے۔

امریکہ میں صحافت کا آغاز "بنجمن ہیرس" نے کیا۔ اس نے 1690ء میں امریکہ سے اس وقت ایک ماہانہ پرچہ نکالا جب کہ امریکہ برطانیہ کی نو آبادی تھا لیکن یہ 4 دن بعد بند کر دیا گیا۔ امریکہ کا پہلا باقاعدہ اخبار "بوسٹن نیوز لیٹر" تھا۔ برصغیر میں صحافت کا آغاز ان قلمی اخباروں سے ہوا جو مسلمانوں کے عہد میں سرکاری وقائع نگار مرتب کرتے تھے۔ جب دہلی میں مسلم سلاطین کا دور شروع ہوا تو سلطنت کے ہر حصے میں اخبار نویس بطور خاص مقرر کئے جاتے تھے۔ جن میں سے بعض خفیہ ہوتے تھے محمد بن تغلق کے زمانے میں خبر رسانی کا نظام اور بھی مکمل اور تیز رفتار ہو گیا۔ مغلوں کے عہد میں اخبار نویسی اور وقائع نگاری نے خاص ترقی کی۔ مغلوں کے عروج کے ساتھ اخبار نویسی کے فن نے بھی عہد بہ عہد ترقی کی۔ چنانچہ اورنگزیب کے عہد میں اخبار نویسوں کا ایک جال سا بچھ گیا مگر مغلوں کے زوال کے ساتھ ساتھ اس میں بھی زوال آنا شروع ہو گیا۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے دور میں بھی اخباری تنظیم موجود تھی مگر ان میں انگریزوں کا نفوذ ہو چکا تھا۔ برصغیر کا پہلا مطبوعہ اخبار ہکی گزٹ تھا جو کہ جیمز آگسٹس ہکی نے 1780ء میں جاری کیا۔ جب کہ اردو کا پہلا اخبار ''جام جہاں نما'' تھا جو کہ 1822ء میں منشی سدا سکھ کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا۔ یہ اخبار صرف چار صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس دور کا عوام میں مقبول ہونے والا اخبار ''کوہ نور'' تھا جو کہ جنوری 1850ء کو جاری ہوا۔ اس کے بعد دنیا میں سائنسی انقلابات کے باعث صحافت نے بھی غیر معمولی طور پر ترقی کی اور اب لاکھوں کی تعداد میں اخبارات شائع ہو رہے ہیں۔

انٹرنیٹ پر اخبارات

ایک وقت تھا جب آپ کو کوئی بھی اخبار پڑھنے کے لئے اسے خریدنا پڑتا اس لئے انہی اخبارات تک ہماری رسائی تھی جو ہمارے گردونواح کی مارکیٹ میں مہیا ہوتے لیکن انفارمیشن ٹیکنالوجی کی ترقی اور برق رفتاری کی وجہ سے اس وقت دنیا گلوبل ویلج کے تصور سے بھی آگے بڑھ رہی ہے۔ اس وقت دنیا بھر کے نمایاں اخبارات آپ گھر بیٹھے انٹرنیٹ پر پڑھ سکتے ہیں۔ اگر ان میں سے آپ کسی خاص موضوع کی خبریں تلاش کرنا چاہیں تو اسکی سہولت بھی موجود ہے۔ اب اخبار کے لئے ہاکر کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بلکہ دنیا بھر کے ڈھیروں اخبارات انٹرنیٹ پر مہیا ہیں جو چاہیں پڑھیں اور جب چاہیں پڑھیں۔ (باقی آئندہ)

اُردو پڑھیں، اُردو لکھیں اور اُردو بولیں

''خالد'' کی مختصر تاریخ

(مرتبہ: مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب۔ نائب صدر دوم)

سب سے پہلے جنوری ۱۹۴۵ء میں مجلس خدام الاحمدیہ نے ''الطارق'' کے نام سے دوورقہ شائع کرنا شروع کیا جس کی حیثیت مجلس کے گزٹ کی سی تھی۔ اس کے ذریعہ صدر مجلس اور دیگر عہدیداران خدام تک ہدایات پہنچاتے۔ جنگ عظیم دوم ابھی جاری تھی۔ کاغذ بھی بے حد گراں بلکہ نایاب تھا۔ ڈیکلریشن بھی باوجود کوشش کے نہ مل سکا اور پانچ نمبر چھاپنے کے بعد مجبوراً اس سلسلہ کو بند کرنا پڑا۔

۱۹۴۷ء کے انقلابی دور میں مجلس کا مرکزی دفتر پاکستان میں منتقل ہوگیا۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء میں فیصلہ ہوا کہ مجلس کی طرف سے ساٹھ صفحے کا ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جائے۔ ان دنوں مجلس کی مالی حالت اس کے گراں اخراجات کی متحمل نہ تھی اس لئے ''الطارق'' ہی کے نام سے ۳۶ صفحات کے ایک ماہوار رسالے کی تجویز ہوئی اور ۱۳۳۰ہش/۱۹۵۱ء سے اس کے ڈیکلریشن کی جدوجہد شروع کردی گئی۔ ابتدائی تحقیقات مکمل ہوئیں تو آخری مرحلہ پر یہ اطلاع ملی کہ اسی نام کا ایک اور رسالہ بھی جاری ہے اور ضروری ہے کہ کوئی اور نام تجویز کیا جائے۔ مجلس مرکزیہ نے سیدنا حضرت مصلح موعود کی خدمت میں نئے نام کے لئے درخواست کی۔ حضور نے فرمایا ''خالد نام رکھ دیں'' چنانچہ ۳۱۔امان ۱۳۳۱ ہش/مارچ ۱۹۵۲ء کو خالد کے ڈیکلریشن کی درخواست دی گئی۔ ۶ ستمبر ۱۹۵۲ء کو ڈیکلریشن کی منظوری ہوئی اور ساتھ ہی ایک ہزار روپے ضمانت کا مطالبہ بھی ہوا۔ جس کے داخل کرنے کی آخری تاریخ ۱۶ ستمبر ۱۹۵۲ء تھی۔ مجلس کے پاس اس قدر روپیہ نہیں تھا۔ بڑی دوڑ دھوپ اور کوشش کے بعد ۱۷ ستمبر کو روپیہ کا انتظام ہوسکا لیکن جھنگ پہنچ کر معلوم ہوا کہ وقت پر ضمانت داخل نہ کرنے پر ڈیکلریشن منسوخ کردیا گیا ہے۔ اس پر دوبارہ درخواست دی گئی اور بالآخر ۲/اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ڈیکلریشن ملا اور زرِ ضمانت داخل کرادی گئی۔ اس طرح نہایت لمبی جدوجہد اور صبر آزما حالات میں سے گزرنے کے بعد اکتوبر ۱۹۵۲ء میں رسالہ ''خالد'' جاری ہوا۔ ''خالد'' کے پہلے دو پرچے مولانا غلام باری صاحب سیف، مولانا خورشید احمد صاحب شاد اور مولانا محمد شفیع صاحب اشرف کے زیرادارت چھپے (جبکہ مدیر مسؤل مولانا غلام باری صاحب سیف تھے) اس کے بعد دسمبر ۱۹۵۲ء سے مولانا غلام باری صاحب سیف مدیر مقرر ہوئے۔ مینیجر اور پبلشر کی خدمات سید عبدالباسط صاحب نائب معتمد مرکزیہ کے سپرد کی گئیں۔ رسالہ خالد ماہ مارچ ۱۹۶۷ء تک باقاعدہ چھپتا رہا۔

۲۳ اپریل ۱۹۶۷ء کو رسالہ کے پبلشر سید عبدالباسط صاحب وفات پاگئے۔ قانون کے مطابق نئے پبلشر کی منظوری کے بغیر رسالہ نہ چھپ سکتا تھا۔ مکرم محمد شفیق صاحب قیصر نئے پبلشر مقرر ہوئے اور ستمبر ۱۹۶۷ء سے دوبارہ رسالہ کی اشاعت ممکن ہوسکی۔ باقاعدہ اشاعت کا یہ سلسلہ ایک دفعہ پھر اپریل ۱۹۷۹ء سے ستمبر ۱۹۷۹ء تک تعطل کا شکار ہوا۔ جب مکرم محمد شفیق صاحب قیصر (نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ) برما میں ۲۲ مارچ ۱۹۷۹ء کو کار کے خوفناک حادثہ میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔

پبلشر کی ذمہ داری اب مکرم مبارک احمد صاحب خالد کے کندھوں پر آن پڑی اور انہی کی طرف سے رسالہ باقاعدہ جاری رہا، سوائے دو ماہ جنوری، فروری ۱۹۸۵ء کے۔ جنوری ۱۹۸۵ء میں جب حکومت پنجاب نے تین ماہ کے لئے ضیاء الاسلام پریس ربوہ کو سیل کرنے کے لئے احکامات جاری کئے۔ قانون کی مجبوری پھر آڑے آئی کہ رسالہ مخصوص پریس سے ہی شائع ہوسکتا تھا۔ پابندی ہٹنے پر مارچ ۱۹۸۵ء کا شمارہ شائع ہوا۔

رسالہ خالد کی اشاعت ایک مرتبہ پھر جنوری ۲۰۰۰ء میں معطل ہوگئی۔ مکرم مبارک احمد صاحب خالد جو نہایت اخلاص سے پبلشر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ بعارضۂ قلب ۱۸ دسمبر ۱۹۹۹ء کو وفات پا گئے۔ آپ کے نام سے آخری رسالہ جنوری ۲۰۰۰ء کا چھپا۔ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے قمر احمد صاحب محمود کو نیا پبلشر اور سلطان احمد صاحب خالد (ابن مبارک احمد صاحب خالد) کو نیا مینیجر مقرر کیا۔ نئے پبلشر کی منظوری کے لئے درخواست جلد ہی ضلعی انتظامیہ کو دے دی گئی لیکن اس کی منظوری میں غیر معمولی تاخیر کر دی گئی۔ چنانچہ مجلس کو بعض دیگر عارضی انتظام کرنے پڑے۔ پہلے اپریل میں ''ماہنامہ انصاراللہ'' کے ضمیمہ کے طور پر رسالہ چھاپا گیا پھر جون سے پندرہ روزہ ''سیر روحانی'' لاہور کو خالد کے متبادل شائع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس کے مدیر سید مبشر احمد ایاز صاحب اور پبلشر طارق محمود صاحب پانی پتی تھے۔ اور یہ بلیک ایرو پرنٹرز لوئر مال لاہور سے طبع ہوتا رہا۔ یہ سلسلہ جون سے اگست ۲۰۰۰ء تک چلا۔ اگست کے آخر میں ضلعی انتظامیہ نے بالآخر نئے پبلشر کی باضابطہ منظوری دی اور اگست ۲۰۰۰ء سے اس روحانی نہر کا دوبارہ ''خالد'' کے نام سے اجراء ممکن ہوسکا۔ چنانچہ فوری طور پر اگست کا شمارہ جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ جون ۲۰۰۰ء پر مشتمل تھا، شائع کیا گیا۔ جنوری ۱۹۹۰ء سے دسمبر ۲۰۰۰ء تک سید مبشر احمد ایاز صاحب نے ادارت کا کام بڑی تندہی سے انجام دیا۔ یہ کسی مدیر کا سب سے زیادہ عرصہ خدمت ہے۔ آپ دسمبر، جنوری ۰۱-۲۰۰۰ء کا رسالہ بطور سالنامہ تک مدیر ''خالد'' رہے۔ فروری ۲۰۰۱ء میں مکرم اسفند یار منیب صاحب مدیر مقرر ہوئے۔ اب انہی کی ادارت میں ترقی کی منازل طے ہو رہی ہیں۔ اس طرح ''خالد'' کا یہ سفر چند وقفوں کے ساتھ اپنی عمر کی نصف صدی پوری کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ احمدی نوجوانوں کی تعلیم و تربیت میں اسے اہم ترین کردار ادا کرنے اور خلیفہ وقت کا بازو بننے کی توفیق عطا کرتا رہے۔ آمین

☆☆☆

رزلٹ مقابلہ مضمون نویسی ''وقف زندگی''

سہ ماہی سوئم 2002ء

اوّل:	خرم منیب صاحب	ماڈل ٹاؤن لاہور
دوم:	قیصر محمود صاحب	دارالعلوم جنوبی ربوہ
سوم:	وحید احمد شہزاد صاحب	اقامۃ الظفر ربوہ
چہارم:	عبدالشکور صاحب	راجن پور
پنجم:	انتصار احمد ازکی صاحب	اسلام آباد
ششم:	نوید احمد نعیم صاحب	نارتھ کراچی
ہفتم:	عطاء الخبیر صاحب	ڈرگ روڈ کراچی
ہشتم:	رضوان احمد صاحب	گلشن پارک لاہور
نہم:	شہباز احمد صاحب	گلشن پارک لاہور
دہم:	کاشف محمود صاحب	فیصل ٹاؤن لاہور

(مہتمم تعلیم)

قالبِ درد میں آسائشِ جاں آئے گا

(محترم مصلح الدین احمد صاحب راجیکی)

چارۂ دردِ نہاں راحتِ جاں آئے گا
غیرتِ لالہ رُخاں رشکِ بتاں آئے گا

ظلمتِ ہجر میں قندیلِ سکوں جھلکے گی
کُلبۂ حزن میں فانوسِ اماں آئے گا

نسخۂ دید سے پھر نبضِ جنوں سنبھلے گی
حَجلۂ حسن سے درمانِ فغاں آئے گا

مرقدِ یاس سے اُمیدِ بقا اٹھے گی
قالبِ درد میں آسائشِ جاں آئے گا

غُرفۂ ناز سے انوارِ سحر پھوٹیں گے
خاورِ عیش سے خورشیدِ زماں آئے گا

عالمِ وجد میں لہرائے گی مصلحؔ دنیا
پردۂ غیب سے وہ رقص کناں آئے گا

(ماہنامہ ''خالد'' جنوری ۱۹۶۰ء)

☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں

اسد اللہ خاں غالب

(مکرم میر انجم پرویز صاحب)

اردو زبان کے بہت بڑے اور معروف شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب کو یہ عز و شرف حاصل ہے کہ امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور بطورِ خاص آپ کے خلفائے کرام نے اس کے بعض اشعار کو اپنی تقاریر و خطابات اور مضامین و تحریرات میں بیان فرمایا ہے۔ اس مضمون میں ایک حد تک ان اقتباسات کو یکجا کر کے ترتیب دے دی گئی ہے، جن میں بعض مقامات پر تو غالب کی شاعری اور شخصیت پر تبصرہ کیا گیا ہے اور بعض جگہوں پر رواں مضمون میں غالب کے اشعار کو سجایا گیا ہے۔ امید ہے قارئین اس کو دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے اور لطف اندوز ہوں گے۔

''غالب اردو کا ایک شاعر گذرا ہے۔ تھا تو وہ شرابی، مگر اس کے کلام میں بعض باتیں عجیب بھی پائی جاتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں سعادت بھی تھی، کیونکہ کہیں کہیں اس کے شعروں سے پتہ لگتا ہے کہ وہ اپنا معشوق خدا تعالیٰ کو قرار دیتا ہے۔ ہمیں اس پر بدظنی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اور الفت ہو''۔

(خطبات محمود جلد ۵ صفحہ ۲۰۹)

حضرتِ ناصح جو آویں دیدہ و دل فرش راہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''حبی فی اللہ مولوی عبد الغنی صاحب معروف مولوی غلام نبی خوشابی دقیق فہم اور حقیقت شناس ہیں اور علم عربیہ تازہ بتازہ ان کے سینہ میں موجود ہیں۔ اوائل میں مولوی صاحب موصوف سخت مخالف الرائے تھے۔ جب ان کو اس بات کی خبر پہنچی کہ یہ عاجز مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اور مسیح ابن مریم کی نسبت وفات کا قائل ہے۔ تب مولوی صاحب میں پورانے خیالات کے جذبہ سے ایک جوش پیدا ہوا اور ایک عام اشتہار دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد اس شخص کے رد میں ہم وعظ کریں گے۔ شہر لودھیانہ کے صدہا آدمی وعظ کے وقت موجود ہو گئے۔ تب مولوی صاحب اپنے علمی زور سے بخاری اور مسلم کی حدیثیں بارش کی طرح لوگوں پر برسانے لگے اور صحاح ستہ کا نقشہ پرانی لکیر کے موافق آگے رکھ دیا۔ اُن کے وعظ سے سخت جوش مخالفت کا تمام شہر میں پھیل گیا، کیونکہ ان کی علمیت اور فضیلت دلوں میں مسلّم تھی لیکن آخر سعادت ازلی کشاں کشاں ان کو اس عاجز کے پاس لے آئی اور مخالفانہ خیالات سے توبہ کر کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔ اب ان کے پرانے دوست اُن سے سخت ناراض ہیں مگر وہ نہایت استقامت سے اس شعر کے مضمون کا ورد کر رہے ہیں۔

حضرت ناصح جو آویں دیدہ و دل فرش راہ
پر کوئی مجھ کو تو سمجھا وے کہ سمجھائیں گے کیا''

(ازالۂ اوہام حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۵۲۵)

ابن مریم ہُوا کرے کوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو ایک لمبا چوڑا خط لکھا۔ اس کا جواب جو آپ نے تحریر فرمایا اس کی نقل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی پیش کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جواب کو اپنی تصنیف لطیف ''ازالہ اوہام'' کے آخر پر من وعن درج فرما دیا ہے۔ اس خط کے آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:-

''بھائی صاحب! مرزا جی اس صدی کے مجدد ہیں اور مجدد اپنے زمانے کا مہدی اور اپنے زمانہ کے شدت مرض میں مبتلا مریضوں کا مسیح ہوا کرتا ہے اور یہ امر بالکل تمثیلی ہے جیسے مرزا جی اپنی الہامی رباعی میں ارقام فرما چکے ہیں۔

رباعی

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتادیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی لقب
خُوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

میں اب اس خط کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ مولوی محمد حسین صاحب کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ جو فیضان کرے گا اس کا اظہار پھر ہو رہے گا۔ یار باقی صحبت باقی

آخر میں یہ شعر تمہیں سنا کر اور ایک تحریک کر کے بس کرتا ہوں۔ عزیز!

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۶۳۴)

گرچہ معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل آیت قل سیروا فی الارض......ان کنتم صدقین (سورۃ نحل آیات ۷۰-۷۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

''بڑی غفلت کا موجب ہے جزا و سزا کا انکار۔ یہی تمام غفلتوں کی جڑ ہے۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کہنے کی جرأت کی ہے۔

گرچہ معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے''

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۹۹)

جن کے خون سے اُردو بنا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:-

''ہماری مادری زبان اُردو ہے اور ہمارا خون دہلی والوں کا ہے، بلکہ اُن کا خون ہے جن کے خون سے اُردو بنا ہے۔ جیسے میر درد اور مرزا غالب''۔ (مشعل راہ جلد اوّل صفحہ ۵۳۷)

اسی طرح حضرت مصلح موعود کے درج ذیل اقتباسات بھی ملاحظہ ہوں:-

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

''غالب شرابی تھا، لیکن اس کی زباں پر حکمت کی بہت سی باتیں جاری ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اُس کے دل میں ضرور نیکی تھی۔ وہ ایک مقام پر کہتا ہے۔

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

جب انسان اپنے آپ کو تنعم اور عیش کا عادی بنالے تو جو حساب بھی آتا ہے اسے سخت معلوم ہوتا ہے لیکن اگر شدائد برداشت کرنے کا انسان عادی بن جائے تو پھر اسے حساب آسان نظر آتا ہے''۔ (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۳۳۸)

مندرجہ بالا اقتباس میں جس شعر کا مصرعہ آیا ہے وہ پورا شعر یوں ہے۔

رنج سے خوگر ہوا انساں، تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں!

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا

"ولکن لاتشعرون۔ شعور وہ علم ہوتا ہے جو انسان کے اندر کی طرف سے باہر کو آتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے کوئی بات سن کر ایک نتیجہ قائم کرے تو وہ شعور نہیں کہلائے گا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکے گا کہ میں نے شعور حاصل کرلیا بلکہ یہ کہے گا کہ مجھے علم ہوگیا، لیکن اگر اس کے نفس کے اندر سے وہ بات پیدا ہو تو وہ کہے گا مجھے فلاں بات کا شعور ہوا۔...... اور شعر کو بھی اسی لیے شعر کہتے ہیں کہ اس کے الفاظ اندر سے باہر آتے ہیں اور اس کا مضمون ایسا ہوتا ہے جو انسان کے اندرونی احساسات کا ترجمان ہوتا ہے اور اُسے پڑھ کر انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ بات تو میرے اندر بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ غالب اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:-

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
مَیں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۶۳)

جامِ جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے

"غالب نے کہا ہے۔

اور بازار سے لے آئیں گے گر ٹوٹ گیا
جامِ جم سے مرا یہ جامِ سفال اچھا ہے

کہتا ہے میرا مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا تو اور بازار سے لے آؤں گا کیونکہ اس کا ملنا مشکل نہیں۔ اس لیے یہ جامِ جم سے بہتر ہے کیونکہ اگر وہ ٹوٹ جائے تو اس کا ملنا ناممکن ہے۔

(خطباتِ محمود جلد ششم صفحہ ۵۶)

ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

"غالب اردو کا ایک شاعر گذرا ہے۔ تھا تو وہ شرابی مگر اس کے کلام میں بعض باتیں عجیب بھی پائی جاتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں سعادت بھی تھی کیونکہ کہیں کہیں اس کے شعروں سے پتہ لگتا ہے کہ وہ اپنا معشوق خدا تعالیٰ کو قرار دیتا ہے۔ ہمیں اس پر بدظنی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اور الفت ہو۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے۔

ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

کہ مَیں خدا کو بے مہر بے مہر کہتا ہوں، تو پھر وہ مجھ پر مہربانی کیوں کرے۔ تو جو بندہ خدا تعالیٰ کی حمد نہیں کرتا، بلکہ یہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے کیا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس پر جو انعام کیا ہوتا ہے وہ بھی چھین لیتا ہے۔ جب انعام چھن جاتا ہے تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ پر فلاں انعام تھا۔ فلاں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کے مزید انعام حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی حمد جاری رکھی جائے اور جو نعمتیں اس کی طرف سے ملی ہیں ان کے شکر یہ میں بے اختیار الحمد للہ رب العالمین نکلے"۔ (خطباتِ محمود جلد پنجم صفحہ ۲۰۹)

حضور نے غالب کے جس شعر کا مصرعہ مندرجہ بالا اقتباس میں درج فرمایا ہے وہ مکمل شعر اس طرح سے ہے۔

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تُو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی

غالب کے اس شعر میں بہت بڑی صداقت بیان ہوئی ہے اس لیے ہمارے خلفائے کرام نے اس شعر کو متعدد بار اپنی تقریر و تحریر میں استعمال فرمایا ہے۔ ذیل میں حضرت مصلح موعود کے چند مزید اقتباسات جن میں اس شعر کا ذکر اور تشریح بیان ہوئی ہے پیش خدمت ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔

"ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے جان و

مال خرید لیے ہیں اور وہ اس کے بدلہ میں تمہیں جنت دے گا۔ گویا یہ مال و جان کی قیمت ہے اور اسے تحفہ وہی شخص کہہ سکتا ہے جو کہہ دے کہ مَیں جنت میں نہیں جاتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہنے کے لیے تیار ہو کہ میں جنت میں نہیں جاتا، تو ایک حد تک اس کا یہ حق ہو گا کہ وہ انہیں تحفہ کہہ سکے گو غالب والی بات پھر بھی آجائے گی کہ

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وہی جان جو ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کی وہ کیا تھی۔ خدا تعالیٰ کی ہی دی ہوئی تھی۔ پھر اس کی دی ہوئی چیز کو واپس کر کے ہم نے کون سا احسان کیا مگر جہاں تک سودا کا سوال ہے اور جہاں تک قرآن کریم کی آیت بتاتی ہے یہ صاف بات ہے کہ ہمارے جان و مال کے بدلہ میں ہم نے جنت لے لی، تو پھر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جان و مال تحفہ میں دیئے ہیں۔ وہ تو بطور قیمت دیئے گئے ہیں اور جو چیز بطور قیمت دی جائے۔ وہ تحفہ نہیں کہلا سکتی''۔

(خطبات محمود جلد اوّل صفحہ ۳۱۵)

''مجھے ہمیشہ تعجب آتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنی نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج اور تقویٰ و طہارت پر فخر کرتے ہیں وہ تو کسی تکلیف کے موقعہ پر چلا اُٹھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر ظلم کیا، لیکن ہندوستان کا وہ مشہور شاعر جو دین سے بالکل ناواقف تھا ایک سچائی کی گھڑی میں باوجود شراب کا عادی ہونے کے کہہ اُٹھا کہ

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

غور کرنا چاہیے کہ جو چیز بھی انسان کے پاس سے جاتی ہے وہ آئی کہاں سے تھی۔ ذرا اپنی حیثیت کو تو دیکھو۔ وہ کونسی چیز ہے جسے اپنی کہہ سکتے ہو''۔ (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۵۹۹)

''انسان اپنے اعمال کے بدلے کسی انعام کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ غالب نے کہا ہے۔

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اگر جان بھی انسان خدا کی راہ میں دے دے تو اس کا یہ فعل قربانی نہیں کہلا سکتا کیونکہ جان خدا تعالیٰ ہی نے دی تھی۔ اگر کسی کی چیز انسان نے اس کو واپس کر دی اور وہ بھی سالہا سال کے استعمال کے بعد تو اس صورت میں بھی خدا تعالیٰ کا ہی ممنون احسان ہوتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے کوئی کام کیا ہے لیکن باوجود اس کے کہ تمام اعمال خدا کی دی ہوئی طاقتوں سے عمل میں لائے جاتے ہیں اور اگر ان اعمال کا کوئی بھی بدلہ نہ ملے تب بھی درست ہے''۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ ۵۵۶،۵۵۵)

غالب کی حاضر جوابی کا ایک واقعہ

ہمارے وطنی شاعر غالب کی سوانح میں...... ان کا ایک عجیب تجربہ لکھا ہے۔ وہ آخری شاہ دہلی کے درباری تھے اور خود نواب زادے تھے۔ غدر کے بعد تباہی آئی تو یہ بے چارے بھی فاقوں کو پہنچ گئے۔ آخر کسی نے مشورہ دیا کہ نوکری کر لیں۔ انہی دنوں انگریزی مدرسہ میں فارسی کی پروفیسری کی جگہ خالی ہوئی۔ یہ اس انگریز کے پاس جا پہنچے جس کے سپرد پروفیسر کا انتخاب تھا۔ وہاں پہنچے تو اس نے دیکھتے ہی کہا کہ ''ہم مسلمان کو نہیں مانگتا''۔ غالب سا حاضر جواب بھلا کہاں چوکتا تھا۔ بولے: صاحب! مسلمان کہاں ہوں آپ کو دھوکا ہوا۔ اگر عمر بھر ایک دن شراب چھوڑی تو کافر اور ایک دن بھی نماز پڑھی ہو تو مسلمان، مگر ان کی حاضر جوابی کام نہ آئی اور صاحب نے گھر سے نکال کر دم لیا''۔

(ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل۔ انوار العلوم جلد ۱۱ صفحہ ۴۰۲)

غالب کے کلام میں مجاز اور استعارہ کا استعمال

مجاز اور استعارہ جو بلاغت کی جان ہوتے ہیں ہر زبان میں پائے جاتے ہیں۔ کلام الٰہی بھی چونکہ انتہائی بلیغ کلام ہوتا ہے اس لیے اس میں بھی حقیقتِ ظاہر کے ساتھ ساتھ مجازات اور استعارات بکثرت استعمال ہوتے ہیں، جن میں دراصل حقیقت ہی کو بیان کیا جاتا ہے۔ عام شعراء کے مقابل پر کلام الٰہی میں یہ نمایاں خوبی بھی پائی جاتی ہے کہ اس میں مجاز واستعارہ کے ساتھ غیر ضروری اور دوراز حقیقت مبالغہ نہیں ہوتا۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث کے دوران حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:-

''غالب کا کلام پڑھ لیا جائے، ذوق کے کلام کو دیکھ لیا جائے۔ وہ مجاز اور استعارے کا استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا ان کے کلام کے بعد دنیا میں کوئی ٹھکانہ رہتا ہے یا نہیں رہتا؟ ہم تو دیکھتے ہیں بڑے بڑے ادیب اور بڑے بڑے شاعر روزانہ مجاز اور استعارے اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں اور کوئی شخص اُن پر اعتراض نہیں کرتا............ آخر غالب کو دوسروں پر کیا فوقیت حاصل ہے یا ذوق کو دوسروں پر کیا فوقیت حاصل ہے۔ یہی کہ وہ مجاز اور استعارہ میں حقیقت کو بیان کرتے ہیں اور لوگ سن کر کہتے ہیں کہ غالب اور ذوق نے کمال کر دیا، مگر یہ عجیب بات ہے کہ جسے عام کلام میں اعلیٰ درجے کا کلام سمجھا جاتا ہے وہ کمال اگر الٰہی کلام میں آ جائے تو کہتے ہیں کہ پھر تو ٹھکانہ ہی نہ رہا''۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۴۵۳)

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اقتباسات جن میں غالب کے اشعار استعمال ہوئے ہیں یا ان پر تبصرہ کیا گیا ہے آئندہ شماروں میں ملاحظہ فرمائیں)۔

****

حضرت مصلح موعود کی مضمون نگاروں کو ہدایات

۱۔ ایسے مضمونوں کو منتخب کریں جو واقع میں مفید ہوں اور صرف ذہنی دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔

۲۔ ہمیشہ اس امر کو مدِ نظر رکھیں کہ مضمون کی طبعی ترتیب قائم رکھی جائے تا کہ پڑھنے والے کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

۳۔ ہمیشہ مضمون میں ایسے مفید پہلو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ جو اِس سے پہلے زیر بحث نہ آئے ہوں۔

۴۔ ہمیشہ ایسے امور پر بحث کریں جن سے ذہن میں وسعت پیدا ہو اور تنگ ظرفی اور کج فہمی پیدا کرنے والے نہ ہوں۔

۵۔ ہمیشہ یہ کوشش کریں کہ تقویٰ کا دامن نہ چھوٹے اپنے خیال کو ثابت کرنے کے لئے کبھی جھوٹے استدلال کو کام میں نہ لائیں۔

۶۔ اگر کسی امر میں اپنی غلطی معلوم ہو تو اس کے اقرار کرنے سے دریغ نہ ہو۔

۷۔ جن لوگوں کو آپ سے پہلے علم پر غور کرنے کا موقعہ ملا ہو ان کے غور و فکر کے نتائج کو مناسب درجہ دیں لیکن

۸۔ یہ یاد رہے کہ انسانی علم کی ترقی کبھی مسدود نہیں ہو سکتی مگر ساتھ ہی یہ امر بھی ہے کہ

۹۔ علم کے جس مقام پر اب دنیا ہے وہ پہلوں کی قربانی ہی کا نتیجہ ہے اگر وہ نہ ہوتے تو ہم بھی اس مقام پر کھڑے نہ ہوتے۔ پس ان کی غلطیاں ہی ہماری اصابت رائے کا موجب ہیں۔ (ماخوذ)

(ماہنامہ ''خالد'' جنوری ۱۹۶۱ء)

مدیرانِ خالد کے اسماء (اکتوبر ۱۹۵۲ء تا اکتوبر ۲۰۰۲ء)

مدیر	زمانہ ادارت		
محترم مولانا غلام باری سیف صاحب	اکتوبر ۱۹۵۲ء	تا	نومبر ۱۹۵۴ء
محترم چوہدری محمد صدیق صاحب	دسمبر ۱۹۵۴ء	تا	اگست ۱۹۵۶ء
محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب	ستمبر ۱۹۵۶ء	تا	اپریل ۱۹۵۷ء
محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب	مئی ۱۹۵۷ء	تا	فروری ۱۹۵۸ء
محترم مولانا غلام باری سیف صاحب	مارچ ۱۹۵۸ء	تا	دسمبر ۱۹۵۹ء
محترم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب	جنوری ۱۹۶۰ء	تا	فروری ۱۹۶۰
محترم مولانا نور الحق انور صاحب	مارچ ۱۹۶۰ء	تا	ستمبر ۱۹۶۰ء
محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب	اکتوبر ۱۹۶۰ء	تا	جون ۱۹۶۲ء
مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب	جولائی ۱۹۶۲ء	تا	مارچ ۱۹۶۵ء
مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب	اپریل ۱۹۶۵ء	تا	اکتوبر ۱۹۶۵ء
مکرم محمد شفیق قیصر صاحب	نومبر ۱۹۶۵ء	تا	اپریل ۱۹۶۶ء
مکرم محمد شفیق قیصر صاحب و رفیق احمد ثاقب صاحب	مئی ۱۹۶۶ء	تا	نومبر ۱۹۶۶ء
مکرم محمد شفیق قیصر صاحب	دسمبر ۱۹۶۶ء	تا	نومبر ۱۹۶۷ء
مکرم عطاء المجیب راشد صاحب	دسمبر ۱۹۶۷ء	تا	نومبر ۱۹۶۸ء
مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب	دسمبر ۱۹۶۸ء	تا	جولائی ۱۹۷۰ء
مکرم منصور احمد عمر صاحب	اگست ۱۹۷۰ء	تا	اکتوبر ۱۹۷۰ء
مکرم انعام الحق کوثر صاحب (قائمقام)	نومبر ۱۹۷۰ء		
مکرم سید عبدالحئی صاحب	دسمبر ۱۹۷۰ء	تا	دسمبر ۱۹۷۲ء
مکرم عبدالباسط شاہد صاحب	جنوری ۱۹۷۳ء	تا	اکتوبر ۱۹۷۳ء
مکرم محمد شفیق قیصر صاحب	نومبر ۱۹۷۳ء	تا	اکتوبر ۱۹۷۴ء
مکرم جمیل الرحمن رفیق صاحب	نومبر ۱۹۷۴ء	تا	جنوری ۱۹۷۵ء
مکرم امین اللہ خان سالک صاحب	فروری ۱۹۷۵ء	تا	جولائی ۱۹۷۵ء
مکرم نسیم مہدی صاحب	اگست ۱۹۷۵ء	تا	جون ۱۹۷۶ء
مکرم حافظ مظفر احمد صاحب	جولائی ۱۹۷۶ء	تا	اکتوبر ۱۹۷۹ء
مکرم محمد الیاس منیر صاحب	نومبر ۱۹۷۹ء	تا	جون ۱۹۸۱ء
مکرم ملک خالد مسعود صاحب	جولائی ۱۹۸۱ء	تا	مئی ۱۹۸۲ء
مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب	جون ۱۹۸۲ء	تا	دسمبر ۱۹۸۳ء
مکرم منیر احمد جاوید صاحب	جنوری ۱۹۸۴ء	تا	مئی ۱۹۸۵ء
مکرم عبدالسمیع خان صاحب	جون ۱۹۸۵ء	تا	مارچ ۱۹۸۸ء
مکرم یوسف سہیل شوق صاحب	اپریل ۱۹۸۸ء	تا	مارچ ۱۹۸۹ء
مکرم ملک خالد مسعود صاحب	اپریل ۱۹۸۹ء	تا	دسمبر ۱۹۸۹ء
مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	جنوری ۱۹۹۰ء	تا	جنوری ۲۰۰۱ء
مکرم اسفند یار منیب صاحب	فروری ۲۰۰۱ء سے تا حال		

مدیران "خالد" کا تعارف

۱۔ مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب

آپ جماعت احمدیہ کے جید عالم دین، بے حد مخلص اور تحریر و تقریر کے دھنی تھے۔ آپ کے والد کا نام مکرم حکیم چراغ دین صاحب تھا۔ محترم مولانا صاحب "خالد" کے پہلے مدیر تھے۔ آپ حضرت مصلح موعود کے عہد صدارت میں خدام الاحمدیہ کے نائب صدر دوم رہے۔ ماہنامہ انصار اللہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ نیز جامعہ احمدیہ میں استاد رہے۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے مختلف شعبوں میں خدمت کا موقع ملا۔ آپ کی تاریخ پیدائش اندازاً ۱۹۲۰ء ہے اور تاریخ وفات ۱۳ جولائی ۱۹۹۳ء ہے۔ آپ بہشتی مقبرہ میں آسودہ خاک ہیں۔

۲۔ مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب

آپ دسمبر ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام چوہدری عبدالرزاق بھٹی مرحوم ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی اراکین میں سے ہیں۔ آپ نصف صدی تک خلافت لائبریری کے انچارج رہے۔ صدر عمومی ربوہ کے طور پر بھی ایک لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔ آج کل ریٹائرڈ ہیں اور ربوہ میں قیام پذیر ہیں۔

۳۔ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب

آپ ۳ مئی ۱۹۲۷ء کو مکرم و محترم حافظ محمد عبداللہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۵۳ء میں حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے تاریخ احمدیت کی تدوین کی ذمہ داری سونپی۔ آپ ایک بہترین مقرر اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ نیشنل اسمبلی ۱۹۷۴ء میں جو وفد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سربراہی میں گیا تھا، آپ اس میں شامل تھے۔

۴۔ مکرم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب

آپ ۲۵/اکتوبر ۱۹۲۹ء کو اٹھوال ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام چوہدری محمد صدیق بھلر تھا۔ آپ نے جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا اور مختلف جگہوں پر بطور مربی خدمات کا موقع ملا۔ ۱۹۵۳ء میں الفضل کی جبری بندش کے وقت حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر کراچی میں "المصلح" کا بطور روزنامہ اجراء کیا۔ لاہور میں رسالہ "فاروق" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ ایک بڑے عالم دین، شاعر اور نہایت برجستہ مقرر تھے۔ ناظر امور عامہ اور سیکرٹری حدیقۃ المبشرین کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ ۲۹ مارچ ۱۹۸۹ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

۵۔ مکرم نور الحق انور صاحب

آپ مکرم میاں علی محمد صاحب کے ہاں ۲۰/اکتوبر ۱۹۲۰ء کو پیدا ہوئے۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے مختلف شعبوں میں خدمت کا موقع ملا۔ مشرقی افریقہ اور امریکہ میں بطور مربی سلسلہ خدمات بجا لاتے رہے۔ آپ ۱۳ فروری ۱۹۸۵ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

۶۔ مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب

آپ مکرم قاضی محمد رشید صاحب کے ہاں ۲۵ اپریل ۱۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور مجلس انصار اللہ کے مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ نائیجیریا میں احمدیہ سیکنڈری سکول کے پرنسپل رہے۔ تشحیذ الاذہان کے بھی

مدیران خالد

(تصویر: 6 فروری 1990ء)

دائیں سے بائیں کرسیوں پر: مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، مکرم حکیم خورشید احمد صاحب (مدیر تشحیذ)، مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب،
مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (مہمان خصوصی)، مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب، مکرم سید عبدالحئی شاہ صاحب، مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب
کھڑے ہوئے: مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب، مکرم قمر داؤد کھوکھر صاحب (مدیر تشحیذ)، مکرم منصور احمد عمر صاحب، مکرم حافظ مظفر احمد صاحب، مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب،
مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب، مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب، مکرم عبدالسمیع خان صاحب، مکرم عبدالباسط شاہد صاحب، مکرم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب، مکرم یوسف سہیل شوق صاحب

(تصویر: 3 جولائی 2002ء)

دائیں سے بائیں کرسیوں پر: مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب، مکرم حافظ مظفر احمد صاحب، مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مکرم سید محمود احمد صاحب (صدر مجلس خدام الاحمدیہ)
مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب، مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب، مکرم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب
کھڑے ہوئے: مکرم منصور احمد عمر صاحب، مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب، مکرم عبدالسمیع خان صاحب، مکرم اسفندیار منیب صاحب، مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب

مدیران خالد

مکرم مولانا نور الحق انور صاحب

مکرم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب

مکرم محمد شفیق قیصر صاحب

مکرم امین اللہ سالک صاحب

مکرم ملک خالد مسعود صاحب

مکرم منیر احمد جاوید صاحب

مکرم نسیم مہدی صاحب

مکرم محمد الیاس منیر صاحب

مکرم انعام الحق کوثر صاحب

ایڈیٹر رہے ہیں۔ آپ کی ادارت کے زمانہ میں پہلی دفعہ اشاعت بورڈ بنایا گیا جس کے صدر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ) تھے۔ آجکل ربوہ میں مقیم ہیں اور اپنے محلّہ کے سیکرٹری اصلاح وارشاد ہیں۔

۷۔ مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب

آپ ۱۹ جولائی ۱۹۳۸ء کو پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے کئی شعبوں میں خدمت کا موقع ملا۔ جون ۱۹۶۷ء سے دسمبر ۱۹۹۵ء تک تحریک جدید کے تحت سیرالیون میں کئی اہم عہدوں پر خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ مثلاً پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول ''کینما'' اور Bo ''بو''۔ نیز پرنسپل جامعہ احمدیہ سیرالیون۔ اس وقت ریٹائرمنٹ کے بعد آسٹن ٹیکساس (امریکہ) میں بطور زعیم مجلس انصار اللہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔

۸۔ مکرم محمد شفیق قیصر صاحب

آپ ۱۲/اکتوبر ۱۹۳۹ء کو منشی محمد صادق صاحب کے ہاں محمود آباد سندھ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری لینے کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بحیثیت مہتمم تعلیم، اشاعت، عمومی اور بطور مہتمم مقامی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ''خالد'' کے علاوہ ماہنامہ ''تشحیذ'' کے بھی ایڈیٹر رہے۔ انتظامی لحاظ سے اعلیٰ قابلیتوں کے مالک، ملنسار، خوش گفتار اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زیر ہدایت قرآن پبلیکیشنز اور نصرت پرنٹرز لمیٹڈ کے سربراہ کی حیثیت سے قرآن کریم کی طباعت کے سلسلہ میں برما اور ہانگ کانگ کے سفر پر گئے ہوئے تھے کہ دوران سفر برما میں ۲۲ مارچ ۱۹۷۹ء کو کار کے ایک خوفناک حادثہ میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔

۹۔ مکرم عطاء المجیب صاحب راشد

آپ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کے ہاں ۲۷/اگست ۱۹۴۳ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کیا۔ صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی رہے۔ جاپان میں بطور مربی سلسلہ خدمت کا موقع ملا۔ آج کل لندن میں بطور مشنری انچارج وامام بیت الفضل خدمات بجا لا رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لندن میں قیام پذیر ہونے کی وجہ سے بعض انتہائی اہم امور کی انجام دہی بھی آپ کے ذمہ ہے۔

۱۰۔ مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب

آپ ۱۴ فروری ۱۹۴۵ء کو حاجی صالح محمد صاحب منگلا کے ہاں پیدا ہوئے۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کے کئی شعبوں میں خدمت کا موقع ملا۔ اس وقت قائد عمومی مجلس انصار اللہ پاکستان ہیں۔ اس وقت آپ پاکستان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔

۱۱۔ مکرم ملک منصور احمد عمر صاحب

آپ محترم ملک غلام احمد ارشد صاحب کے ہاں ۲۱/اکتوبر ۱۹۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد پاس کیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کے کئی شعبوں میں خدمات بجالانے کا موقع ملا۔ نیز ماہنامہ تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ آپ مغربی جرمنی کے مشنری انچارج رہے۔ نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ میں انچارج شعبہ رشتہ ناطہ بھی رہے۔ اس وقت جامعہ احمدیہ میں پڑھانے کے علاوہ مجلس انصار اللہ پاکستان کی تاریخ بھی لکھ رہے ہیں۔

۱۲۔ مکرم انعام الحق کوثر صاحب

آپ مکرم شیخ فضل حق صاحب کے ہاں یکم جنوری

۱۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد پاس کیا۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں خدمت کا موقع ملا۔ آج کل امریکہ میں بطور مربی سلسلہ خدمات بجالا رہے ہیں۔

۱۳۔ مکرم سید عبدالحئی شاہ صاحب

آپ مکرم سید عبدالمنان صاحب کے ہاں ۱۲ جنوری ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد پاس ہیں۔ خدام الاحمدیہ میں ایک لمبا عرصہ خدمت کا موقع ملا۔ آپ ماہنامہ ''انصاراللہ'' کے مدیر رہے۔ خالد اور تشحیذ کے پرنٹر بھی رہے ہیں۔ آج کل ناظر اشاعت کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔

۱۴۔ مکرم عبدالباسط شاہد صاحب

آپ مکرم عبدالرحیم صاحب درویش کے ہاں ۱۸/ اگست ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد پاس ہیں۔ خدام الاحمدیہ کے کئی شعبوں میں بطور مہتمم خدمات بجالانے کے علاوہ آپ مشنری انچارج تنزانیہ، زیمبیا، ملاوی اور زمبابوے بھی رہے ہیں۔ آپ کو سوانح فضل عمر کی جلد سوم و چہارم کی تالیف کا شرف بھی حاصل ہے۔ اس وقت ریٹائرمنٹ کے بعد انگلستان میں ناظم قضاء بورڈ کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔

۱۵۔ مکرم ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب

آپ ۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو حضرت ملک محمد سلیم صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد پاس کیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے کئی شعبوں میں بطور مہتمم خدمات بجالاتے رہے۔ اس کے علاوہ وکیل التصنیف اور سیکرٹری حدیقۃ المبشرین کے عہدوں پر بھی فائض رہے۔ تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ کو سواحیلی زبان پر خاصی دسترس حاصل ہے۔ اس وقت وائس پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔

۱۶۔ مکرم امین اللہ خاں سالک صاحب

آپ مکرم عبدالمجید خان صاحب کے ہاں ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ خدام الاحمدیہ کے مختلف شعبوں میں خدمات بجالاتے رہے۔ امریکہ، لائبیریا اور انگلستان میں بطور مربی سلسلہ خدمات کا موقع ملا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے برادر نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آجکل ریٹائرڈ ہیں اور امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔

۱۷۔ مکرم نسیم مہدی صاحب

آپ مکرم مولانا احمد خان نسیم صاحب کے ہاں ۱۲ فروری ۱۹۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ ناظم عمومی ربوہ بھی رہے۔ بعدازاں سوئٹزرلینڈ کے امیر و مشنری انچارج رہے۔ آجکل کینیڈا کے امیر و مشنری انچارج ہیں۔

۱۸۔ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب

آپ مکرم عبدالمنان صاحب کے ہاں ۲۶ دسمبر ۱۹۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ خدام الاحمدیہ کے کئی شعبوں میں بطور مہتمم خدمات بجالانے کے علاوہ صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے اہم عہدہ پر فائز رہے۔ جامعہ احمدیہ میں حدیث کے استاد بھی رہے ہیں۔ آج کل نائب صدر مجلس انصاراللہ پاکستان ہونے کے علاوہ ایڈیشنل ناظر دعوت الی اللہ کے طور پر خدمات دینیہ بجالا رہے ہیں۔

۱۹۔ مکرم محمد الیاس منیر صاحب

آپ مکرم مولانا محمد اسماعیل منیر صاحب کے ہاں ۶/ اگست ۱۹۵۷ء کو پیدا ہوئے۔ اطفال الاحمدیہ اور خدام الاحمدیہ کے کئی شعبوں میں خدمات بجالاتے رہے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کرنے کے بعد ساہیوال میں بطور مربی

تعینات ہوئے۔ جہاں ایک مقدمہ میں ناجائز طور پر ملوث کئے گئے اور اس کے نتیجہ میں ضیاء الحق کے مارشل لاء میں ملٹری کورٹ نے موت کی سزا سنائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان فرمایا اور اس سزا سے بچائے رکھا۔ لیکن اس مقدمہ میں آپ نے تقریباً دس سال کا عرصہ صبر و وفا کی اعلیٰ شان کے ساتھ جیل میں گذارا۔ اس وقت جرمنی میں بطور مربی سلسلہ خدمات بجالا رہے ہیں۔

۲۰۔ مکرم ملک خالد مسعود صاحب

آپ ۱۷ ستمبر ۱۹۴۹ء کو ملک محمد نذیر صاحب منگڑیل کے ہاں پیدا ہوئے۔ خدام الاحمدیہ میں کئی شعبوں میں بطور مہتمم خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ بطور خاص شعبہ اشاعت میں، جس میں آپ نے صد سالہ احمدیہ جوبلی کے موقع پر ایک شاندار سوونیئر مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے شائع کیا۔ آپ اس وقت ناظر صنعت و تجارت اور ناظر امور عامہ کے اہم عہدوں پر خدمات بجالا رہے ہیں۔

۲۱۔ مکرم مرزا محمد الدین ناز صاحب

آپ ۴ دسمبر ۱۹۴۴ء کو مرزا احمد الدین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ جامعہ سے شاہد پاس ہیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ میں کئی شعبوں میں بطور مہتمم اور قائد خدمات بجالاتے رہے۔ نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور نائب صدر انصار اللہ صف دوم بھی رہے۔ "انصار اللہ" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ اس وقت جامعہ احمدیہ میں پڑھانے کے علاوہ بطور سیکرٹری بیوت الحمد سوسائٹی بھی خدمات بجالا رہے ہیں۔

۲۲۔ مکرم منیر احمد جاوید صاحب

آپ مکرم صوفی نذیر احمد صاحب کے ہاں ۵/ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد پاس کرنے کے بعد کئی جگہوں پر بطور مربی سلسلہ خدمات بجالاتے رہے۔ جامعہ احمدیہ میں حدیث پڑھاتے رہے۔ خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بطور مہتمم خدمت کرنے کا بھی موقع ملا۔ اس وقت انگلستان میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر خدمات سے مشرف ہو رہے ہیں۔

۲۳۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب

آپ ۹ نومبر ۱۹۵۹ء کو مکرم عبدالرشید خان صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔ خدام الاحمدیہ کے کئی شعبوں میں لمبا عرصہ خدمت کا موقع ملا۔ جامعہ احمدیہ میں حدیث کے استاد بھی رہے۔ اس وقت ایڈیٹر "الفضل" ربوہ کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔

۲۴۔ مکرم یوسف سہیل شوق صاحب

آپ مکرم ڈاکٹر محمد جی صاحب کے ہاں ۲۶ نومبر ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل عاجزی وانکساری کے ساتھ خدمت کرنے والے وجود تھے۔ پرجوش داعی الی اللہ اور ایک بہترین صحافی تھے۔ نثر، نظم اور تقریر میں بہت مہارت حاصل تھی۔ آپ نے ۲۳ نومبر ۲۰۰۱ء کو وفات پائی۔ بوقت وفات بطور نائب ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ خدمت بجالا رہے تھے۔ آپ بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

۲۵۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب

آپ مکرم سید اصغر حسین شاہ صاحب کے ہاں ۳ ستمبر ۱۹۶۳ء کو پیدا ہوئے۔ جامعہ احمدیہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے مختلف شعبوں میں خدمت کا موقع ملا۔ اس وقت نائب صدر اوّل مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے طور پر خدمات بجالا رہے ہیں۔ نیز جامعہ احمدیہ میں علم کلام بھی پڑھا رہے ہیں۔ آپ کا زمانہ ادارت اس وقت تک کے تمام سابقہ مدیران سے زیادہ طویل ہے۔

(نوٹ: اب تک کے تمام مدیران واقفین زندگی ہیں)

تم سے ڈرتا بھی ہوں، تم پہ مرتا بھی ہوں

(مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب)

میرے دلبر ہو تم، میرے دلدار بھی
تم مرے یار ہو اور مرا پیار بھی

تم سے ڈرتا بھی ہوں، تم پہ مرتا بھی ہوں
تم مری جیت ہو اور مری ہار بھی

میری خوشبو ہو تم، میرے عطار بھی
میرا نغمہ ہو تم، میرے فنکار بھی

میرے گلرو ہو تم، میرے گلزار بھی
تم مرے پھول ہو، میں ترا خار بھی

میرے مقصود ہو، میرے مطلوب ہو
میرے محبوب ہو، میری سرکار بھی

میرے معبود ہو، میرے مسجود ہو
میرے مونس ہو تم، میرے غمخوار بھی

مجھ کو حاصل رہے، مجھ کو دائم ملے
تیرا دیدار بھی، تیری گفتار بھی

نام تیرا ہی جپتا ہوں، رٹتا ہوں میں
میری تسبیح ہو، میرا زُنّار بھی

میں سادات میں میر ہوں، خوار بھی
مگر عاشقی کا سزاوار بھی

میں کمزور ہوں اور بیمار بھی
پہ رکھتا ہوں یارِ طرحدار بھی

ہوں اک بندہ عاجز گنہگار بھی
پہ تیری محبت میں سرشار بھی

ترے پاؤں پر کاش قربان ہو
مرا سر کہ ہے دوش پر بار بھی

ترے پیار میں ہم نے سب کچھ سہا
ہم ہوئے قید بھی اور سنگسار بھی

تری راہ میں ہم نے منظور کیں
سلاسل، زلازل بھی، تلوار بھی

ترے حسنِ جلوہ کی خاطر چڑھے ہم
سرِ طُور بھی اور سرِدار بھی

ترے شکر کا ساز بجتا رہے
پسِ دیوار بھی، سرِ بازار بھی

ترے حُسن کے گیت گاتے رہیں
سمندر بھی، صحرا بھی، کہسار بھی

عبداللہ بن مبارکؒ اور ایک نیک خاتون

حضرت عبداللہ بن مبارک ایک دفعہ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ نبی کریم ﷺ کی غرض سے سفر کر رہے تھے۔ اثنائے راہ میں انہوں نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جو ایک درخت کے تنے کے پاس بیٹھی تھی اور بڑی پریشان حال نظر آ رہی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اس کے قریب گئے اور کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ

اس نے جواب میں کہا: **سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ** (یٰسین:۵۹)

یعنی سلام بڑے مہربان رب کا قول ہے۔

عبداللہ بن مبارکؒ: خدا تم پر رحمت کرے۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

بڑھیا: **مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ** (اعراف:۱۸۷) یعنی جس کو اللہ بھٹکا دے اس کو راہ پر لانے والا کوئی نہیں۔ (مطلب یہ کہ مَیں راستہ بھول گئی ہوں)

عبداللہ: کہاں جا رہی ہو؟

بڑھیا: **سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى.**

(بنی اسرائیل:۲)

یعنی پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔ (مطلب یہ کہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس کو جا رہی ہوں)۔

عبداللہؒ: تم یہاں کب سے پڑی ہو؟

بڑھیا: **ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا** (مریم:۱۱) یعنی متواتر تین رات سے۔

عبداللہؒ: تمہارے پاس کھانے پینے کی تو کوئی شے نہیں پھر تم نے یہ عرصہ کیسے گذارا؟

بڑھیا: **هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ** (شعراء:۸۰) (وہ خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے) یعنی کہیں نہ کہیں سے رزق مہیا ہو جاتا ہے۔

عبداللہؒ: تم وضو کس چیز سے کرتی ہو؟

بڑھیا: **فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا** (نساء:۴۴)۔ (اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو)۔ یعنی پانی یہاں دستیاب نہیں ہے اس لئے پاک مٹی سے تیمّم کر لیتی ہوں۔

عبداللہ: یہ کھانا حاضر ہے کھالو۔

بڑھیا: **ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ** (بقرہ:۱۸۸) (پھر روزے رات کے آغاز تک پورے کرو۔) یعنی میں روزے سے ہوں۔

عبداللہ: یہ رمضان کا مہینہ تو نہیں ہے!

بڑھیا: **وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ** (بقرہ:۱۵۹) اور جو نفل کے طور پر نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنے والا اور جاننے والا ہے (یعنی میرا نفلی روزہ ہے)

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (بقرۃ:۱۸۵) (اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو۔)

عبداللہ: جس طرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں اسی طرح تم مجھ سے باتیں کیوں نہیں کرتیں؟

بڑھیا: **مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ** (ق:۱۹) (وہ آدمی) کوئی بات نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک مستعد نگہبان ضرور ہوتا ہے۔ یعنی انسان کو اپنی ہر بات کے لئے خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اس لئے میں قرآن ہی سے بات کرتی ہوں۔

عبداللہؒ: تم کس قبیلے کی عورت ہو؟

بڑھیا: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

(بنی اسرائیل: ۳۷)

جو بات تمہیں معلوم نہ ہو اس کے درپے نہ ہو۔ بے شک کان، آنکھ اور دل سب سے باز پرس ہوگی۔

عبداللہؓ: مجھ سے قصور ہوا۔ معاف کردو۔

بڑھیا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ.

(یوسف: ۹۳)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں بخش دے۔

عبداللہؓ: میری اونٹنی حاضر ہے۔ اس پر بیٹھنا پسند کرو تو جہاں چاہو پہنچادوں گا۔

بڑھیا: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ (بقرہ: ۱۹۸)

اور تم جو نیکی کرتے ہو۔ اللہ اسے جانتا ہے۔ (یعنی وہ اس کا اجر دے گا)

عبداللہ: اچھا تو سوار ہو جاؤ! (یہ کہہ کر انہوں نے اپنی اونٹنی بڑھیا کے قریب بٹھادی)

بڑھیا: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (نور: ۳۱) وَسُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. (زخرف: ۱۴)

ایمانداروں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور پاک ہے وہ رب جس نے ہمارے لئے اس (سواری) کو مسخر کردیا حالانکہ ہم اس کے لائق نہ تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹیں گے۔

یہ سن کر حضرت ابن مبارکؒ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور وہ بڑھیا اونٹنی پر بیٹھ گئی۔ اب عبداللہؓ نے اونٹنی کی نکیل پکڑلی اور بلند آواز کے ساتھ حدی کرتے ہوئے اونٹنی کو تیز تیز ہانکنے لگے۔ بڑھیا نے اونٹنی پر سے پکارا۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ.

(لقمان: ۲۰)

(اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز پست کرو)

یہ سن کر عبداللہؓ آہستہ آہستہ چلنے لگے اور اپنی آواز بھی پست کرلی۔ اب بڑھیا نے یوں کہا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ. (مزمل: ۲۱)

پھر قرآن میں سے جو آسان ہو پڑھو۔ (یعنی ان اشعار سے تو بہتر ہے کہ قرآن ہی پڑھتے چلو۔

تھوڑی دور آگے جا کر عبداللہ نے پوچھا۔ اے خاتون کیا تمہارے شوہر ہیں؟

بڑھیا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ. (مائدہ: ۱۰۲)

''اے ایمان والو ایسی باتوں کے بارے میں نہ پوچھو جو اگر تم پہ ظاہر ہو جائیں تو ناگوار معلوم ہوں۔ یعنی تم کو اس سوال کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیوں پوچھتے ہو؟

عبداللہ خاموش ہو گئے اور چلتے چلتے قافلہ میں جا پہنچے۔ اب انہوں نے خاتون سے پوچھا کہ قافلہ میں تمہارا کوئی عزیز یا رشتہ دار ہے؟

بڑھیا: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. (کھف: ۴۷)

(یعنی مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔ یعنی میرے بیٹے قافلہ میں موجود ہیں)

عبداللہ۔ کچھ پتہ بتاؤ تو میں ان کو تلاش کروں۔

بڑھیا: وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ. (النحل: ۱۷)

اور علامتیں ہیں اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں۔ (یعنی وہ قافلہ کے رہبر ہیں۔)

عبداللہ: کیا تم ان کے نام بتا سکتی ہو۔

بڑھیا: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (نساء: ۱۲۶) وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (نساء: ۱۶۵)۔ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (مریم: ۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو دوست بنایا اور موسیٰ سے کلام

کیا۔اے یحییٰ اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑو۔
(یعنی میرے بیٹوں کے نام ابراہیم،موسیٰ اور یحییٰ ہیں)
عبداللہ: نے قافلہ میں ان ناموں کو پکارنا شروع کیا تو نوجوان فوراً قافلے سے نکل کر حاضر ہوگئے۔انہوں نے اپنی ماں کو اونٹنی سے اتارا اور عبداللہ سے باتیں کرنے لگے۔
بڑھیا:(اپنے لڑکوں سے) **فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ.**
(کہف:۲۰)
اپنے لوگوں میں سے کسی کو اپنے اس ورقہ (سکہ) کو دے کر شہر میں بھیجو اور اسے چاہیے کہ وہ دیکھے کہ کونسا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے۔پھر اس میں تمہارے پاس رزق لے آئے۔(یعنی شہر جا کر کھانا لاؤ اور عبداللہؓ کو کھلاؤ۔)
یہ سنتے ہوئے ایک نوجوان دوڑتا ہوا شہر گیا اور جو کچھ ملا لا کر عبداللہ کے سامنے رکھ دیا۔بڑھیا نے اَب عبداللہ سے مخاطب ہو کر کہا۔
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (حاقہ:۲۵)۔
ہنسی خوشی کھاؤ پیو۔بہ سبب اس اچھے کام کے جو تم نے گذشتہ ایام میں کیا۔
عبداللہؓ حیران تھے کہ الٰہی اس ضعیفہ کو قرآن پر کس قدر مہارت ہے۔اس کے لڑکوں نے ان کو بتایا کہ ان کی والدہ گذشتہ چالیس برس سے آیات قرآن کے ذریعہ ہی گفتگو کر رہی ہیں۔یہ اس لئے کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکل جائے جس کی قیامت کے دن باز پرس ہو۔
(سبحان اللہ۔ایسے تقویٰ اور حفظِ لسان کی مثال شاید ہی تاریخ میں مل سکے۔)
(حکایات صوفیہ۔مطبوعہ شعاع ادب ۷۳تا۷۹
بحوالہ''خالد''نومبر۱۹۸۴ء)

☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک ارشاد

حضور انور نے جلسہ سالانہ 1983ء کے دوسرے روز 27 دسمبر 1983ء کو اپنے خطاب کے دوران مرکزی رسائل کی خریداری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-
''خالد میں اتنا نمایاں اضافہ نہیں ہوا حالانکہ رسالہ بہت اچھا ہے''۔
قائدین مجالس و اضلاع سے درخواست ہے کہ وہ ماہنامہ''خالد'' کی خریداری میں اضافے کے لئے زیادہ سے زیادہ سعی فرمائیں۔
(ادارہ''خالد'')

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کی''خالد'' کے متعلق رائے

''آپ کا رسالہ بحمد اللہ بہت عمدہ ہے اور وہ ہر سبیل سے ممتاز ہے۔میں''خالد'' کا مقام بہت بلند سمجھتا ہوں .... کیا''خالد'' کو ہفتہ وار نہیں کیا جا سکتا۔واللّٰہ معکم حیث ما کنتم و اُوصیکم بتقوا اللّٰہ۔
(ماہنامہ''خالد''۱۹۶۲ء)

اسماء مہتممین اشاعت

(1952ء تا 2002ء)

سال	اسماء گرامی
1953-1952	مکرم غلام باری سیف صاحب
1954-1953	مکرم ملک محمد رفیق صاحب
1955-1954	مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب
1956-1955	مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب
اگست تا اکتوبر 1956	مکرم مولوی نورالحق انور صاحب
1957-1956	مکرم مولوی نورالحق انور صاحب
مئی تا اکتوبر 1957	مکرم سید داؤد احمد صاحب
1958-1957	مکرم سید داؤد احمد صاحب
1959-1958	مکرم سید داؤد احمد صاحب
1960-1959	مکرم سید داؤد احمد صاحب
1961-1960	مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
1962-1961	مکرم ملک محمد رفیق صاحب
جولائی تا اکتوبر 1962	مکرم عبدالحکیم اکمل صاحب
1963-1962	مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب
1964-1963	مکرم عبدالشکور اسلم صاحب
1965-1964	مکرم عبدالشکور اسلم صاحب
1965-1966	مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب
فروری تا اکتوبر 1966	مکرم عبدالشکور اسلم صاحب
1967-1966	مکرم محمد شفیق قیصر صاحب
1968-1967	مکرم عطاء المجیب راشد صاحب
1969-1968	مکرم امین اللہ سالک صاحب
	مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب
1970-1969	مکرم محمد اسلم شاد صاحب
1971-1970	مکرم سید عبدالحئی صاحب
1972-1971	مکرم سید عبدالحئی صاحب
1973-1972	مکرم محمد شفیق قیصر صاحب
1974-1973	مکرم محمد شفیق قیصر صاحب
1975-1974	مکرم جمیل الرحمٰن رفیق صاحب

سال	اسماء گرامی
فروری تا اکتوبر 1975	مکرم امین اللہ سالک صاحب
1976-1975	مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب
1977-1976	مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب
1978-1977	مکرم مرزا فرید احمد صاحب
1979-1978	مکرم مرزا فرید احمد صاحب
1980-1979	مکرم مرزا فرید احمد صاحب
1981-1980	مکرم مرزا فرید احمد صاحب
1982-1981	مکرم ملک خالد مسعود صاحب
1983-1982	مکرم نصیر احمد قمر صاحب
1984-1983	مکرم مرزا فرید احمد صاحب
1985-1984	مکرم مرزا فرید احمد صاحب
1986-1985	مکرم ملک خالد مسعود صاحب
1987-1986	مکرم ملک خالد مسعود صاحب
1988-1987	مکرم ملک خالد مسعود صاحب
1989-1988	مکرم ملک خالد مسعود صاحب
1990-1989	مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب
1991-1990	مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب
1992-1991	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب
1993-1992	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب
1994-1993	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب
1995-1994	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب
1996-1995	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب
1997-1996	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
1998-1997	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
1999-1998	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
2000-1999	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب
2001-2000	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب
2002-2001	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب

تاریخ ہائے سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

(مرتبہ: مکرم عبدالحق بدر صاحب۔ مکرم ساجد محمود بٹر صاحب)

نمبر شمار	سال	تاریخیں	دن	مقام اجتماع
1	1938	25 دسمبر	اتوار	بیت نور قادیان
2	1939	25 دسمبر	ہفتہ	بیت نور قادیان
	1940	اجتماع نہیں ہوا		
3	1941	7,6 فروری	ہفتہ، اتوار	بیت اقصیٰ قادیان
4	1942	19,18,17 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ	دارالشکر قادیان
5	1943	24,23,22 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	دارالشکر قادیان
6	1944	15,14,13 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	دارالانوار قادیان
7	1945	21,20,19 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	دارالشکر قادیان
8	1946	20,19,18 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	دارالشکر قادیان
	1948-1947	اجتماع نہیں ہوا		
9	1949	31,30 اکتوبر، یکم نومبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالرحمت ربوہ
10	1950	23,22,21 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالرحمت ربوہ
11	1951	14,13,12 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالرحمت ربوہ
12	1952	31,30 اکتوبر، یکم نومبر	جمعرات، جمعہ، ہفتہ	محلہ دارالرحمت ربوہ
13	1953	25,24,23 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
14	1954	7,6,5 نومبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
15	1955	20,19,18 نومبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
16	1956	21,20,19 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
17	1957	13,12,11 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
	1958	26,25,24 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	مخصوص حالات کی وجہ سے ملتوی کیا گیا
18	1959	25,24,23 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلہ دارالبرکات ربوہ
19	1960	23,22,21 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	احاطہ دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ
20	1961	22,21,20 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	احاطہ دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ

نمبر شمار	سال	تاریخیں	دن	مقام اجتماع
21	1962	21,20,19 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	جلسہ گاہ جلسہ سالانہ
22	1963	27,26,25 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	جلسہ گاہ جلسہ سالانہ
23	1964	25,24,23 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	جلسہ گاہ جلسہ سالانہ
	1965	24,23,22 اکتوبر		مخصوص حالات کی وجہ سے ملتوی
24	1966	23,22,21 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	میدان جلسہ سالانہ
25	1967	22,21,20 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
26	1968	20,19,18 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
27	1969	19,18,17 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
28	1970	18,17,16 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
29	1971	10,9,8 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
30	1972	7,6,5 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
31	1973	4,3,2 نومبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
	1975-1974	اجتماع نہیں ہوا		
32	1976	18 اپریل 76ء (ایک روزہ)	اتوار	بیت اقصیٰ ربوہ کے صحن میں
33	1977	6,5,4 نومبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	بیت اقصیٰ ربوہ کے صحن میں
34	1978	22,21,20 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
35	1979	21,20,19 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
36	1980	9,8,7 نومبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
37	1981	25,24,23 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
38	1982	17,16,15 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
39	1983	23,22,21 اکتوبر	جمعہ، ہفتہ، اتوار	محلّہ دارالعلوم کے شمال میں واقع میدان میں
	1984 تا 1988	حکومت کی طرف سے اجازت نہ ملنے کی وجہ سے اجتماعات نہیں ہوئے۔		
40	1989	20 اکتوبر بروز جمعہ بیت اقصیٰ میں اجتماع کا انعقاد ہوا۔ اگلے دن حکومت نے باقی کے اجتماع پر پابندی لگادی۔		
	1990	حکومت نے 9,10,11 نومبر کو اجتماع کی اجازت دے کر انعقاد سے چند گھنٹے قبل اجازت منسوخ کردی۔		
	1991 تا 2002	حکومت کی طرف سے اجازت نہ ملنے کی وجہ سے اجتماعات نہیں ہوئے۔		

☆☆☆

خوشبو سے علاج

CURATIVE SMELL THERAPY

حضرت نبی اکرم ﷺ کو خوشبو بہت زیادہ پسند تھی اور آپ ﷺ نے کوئی چیز صرف سونگھا کر علاج کرنے کو سب سے بہتر طریقہ علاج قرار دیا ہے۔ اس ارشاد نبوی کی روشنی میں ہم نے لمبے عرصہ کی تحقیق و تجربات کے بعد خوشبو سے علاج کا طریقہ CURATIVE SMELL THERAPY ایجاد کیا ہے۔ یہ سات سمیلز ہیں جو روزمرہ پیدا ہونے والی شدید تکالیف ACUTE DISEASES کو عموماً ابتدا میں ہی ختم کر دیتی ہیں۔

1- ڈائجسٹ کیوریٹو سمیل Digest Curative Smell

بفضلہ تعالیٰ نظام ہضم کی ہر بیماری کے لئے مفید اور موثر ہے

2-ایمرجینسی کیوریٹو سمیل Emergency Curative Smell

ہر نہ سمجھ آنے والی بیماری اور خطرناک حالتوں کا فوری علاج۔ ڈاکٹر اور دوا میسر آنے تک اسے استعمال کریں۔ انسانی قوت حیات کو فوری تقویت دیتی ہے اور مریض جلد خطرہ سے باہر ہو جاتا ہے

3-فیور کیوریٹو سمیل Fever Curative Smell

بخار کی کیفیت محسوس ہوتے ہی سونگھنے سے بخار سے بچاؤ کرتی ہے۔ بخار کی صورت میں کسی بھی علاج کے ساتھ مستعمل ہے

4-فلو کیوریٹو سمیل Flu Curative Smell

نزلہ، زکام، چھینکیں، گلے کی خرابی، ناک کی بندش وغیرہ میں فوری موثر ہے

5-ھارٹ کیوریٹو سمیل Heart Curtive Smell

دردِ دل، انجائنا، خون کی نالیوں کی جملہ امراض، دھڑکن کی زیادتی، دل کی گھبراہٹ، سانس پھولنا وغیرہ میں فوری موثر ہے

6-پینز کیوریٹو سمیل Pains Curative Smell

سر سے لے کر پاؤں تک سارے جسم کی دردوں کا فوری علاج، مثلاً سر درد، کان درد، دانت درد، جوڑوں اور اعصاب وغیرہ کے دردوں کے لئے مفید ہے

7-ٹیمپر کیوریٹو سمیل Temper Curative Smell

یہ ہر قسم کی مزاج اور موڈ کی خرابیوں کے لئے مثلاً بہت زیادہ غصہ، چڑچڑاپن، ضد، رنج و غم اور مایوسی وغیرہ میں متعلقہ شخص کو سونگھانے سے بفضلہ تعالیٰ مزاج اعتدال پہ آ جائے گا

قیمت فی سمیل -/Rs25۔ مکمل سیٹ خوبصورت پرس پیکنگ میں صرف -/Rs150
ہمارے سٹاکسٹ یا براہ راست ہیڈ آفس سے طلب فرمائیں۔ لٹریچر مفت

پیش کردہ۔ کیوریٹو سمیلز انٹرنیشنل، ربوہ

فون: 213156
فیکس: 212299

کولمبس سے پہلے امریکہ میں مسلمان

(مکرم محمد زکریا ورک صاحب۔ کنگسٹن کینیڈا)

شمالی امریکہ میں انسان آج سے دس ہزار سال قبل ایشیا سے نارتھ پول کے قریب بیرنگ سٹریٹ (Bering Strait) کے راستے پیدل سفر کرتے ہوئے امریکہ میں آیا تھا۔ یہاں کے رہنے والے اصلی باشندوں کو آج سے پانچ سو سال قبل بہاماز آئی لینڈز کے قریب Samana Cay کے مقام پر کولمبس نے دیکھ کر انڈین کا لقب دیا تھا، اس لئے آج تک ان باشندوں کو ریڈ انڈین یا امریکن انڈین کہہ کر پکارا جاتا ہے اگرچہ اصل باشندے خود کو Aboriginal یا پھر Natives کے نام سے پکارا جانا پسند کرتے ہیں۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شمالی امریکہ کو کرسٹوفر کولمبس نے ۱۴۹۲ء میں دریافت کیا تھا اور اس دریافت کا مکمل سہرا اس کے سر باندھا جاتا ہے مگر مندرجہ ذیل حقائق وشواہد ہمیں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں کہ مسلمان درحقیقت کولمبس سے صدیوں پہلے امریکہ آچکے تھے۔

☆ اسلامی سپین کی تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دسویں صدی کے نصف میں اموی خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث (۹۲۹ء تا ۹۶۱ء) کے عہد حکومت میں افریقہ کے مسلمان سپین کی پورٹ ڈیلبا (DelbaPalos) سے بحری سفر کرتے بحر ظلمات یعنی Ocean of Darkness میں پہنچ گئے تھے، ایک لمبے عرصہ کی غیر حاضری کے بعد یہ مسافر بہت سارے مال غنیمت کے ساتھ اس اجنبی اور غیر مانوس علاقہ سے واپس لوٹے تھے۔

☆ کرسٹوفر کولمبس جب امریکہ کی طرف روانہ ہوا تو اس کے تین جہازوں کے بحری بیڑہ میں مسلمان ایکسپلورر (Explorer) بھی اس کے ہم رکاب تھے بلکہ اس کے بعد بھی جو سپینش ایکسپلورر نئی دنیا میں قدم رنجہ ہوئے ان میں مسلمان شامل تھے۔

☆ سپین میں آخری مسلمان ریاست غرناطہ کو عیسائی بادشاہ فرڈی نینڈ نے ۱۴۹۲ء میں زیر نگیں کیا۔ اس کے بعد Spanish Inquisition کا اذیت ناک سلسلہ شروع ہوا۔ نہایت بھیانک سزاؤں سے بچنے کے لئے بہت سارے غیر عیسائی افراد نے یا تو کیتھولک مذہب قبول کرلیا یا بہت سے سپین سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ۱۵۳۹ء میں کنگ چارلس پنجم (بادشاہ سپین) نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس میں مسلمانوں کی اولاد در اولاد جن میں سے کئی ایک کو سرعام زندہ جلایا گیا تھا ان کو سختی سے منع کیا گیا کہ وہ ویسٹ انڈیز ہجرت کر کے نہ جائیں۔ اس حکم نامے کی دوبارہ توثیق ۱۵۴۳ء میں کی گئی تھی۔ اس کے بعد ایک اور شاہی فرمان جاری ہوا جس کے مطابق مسلمانوں کو تمام سپینش نوآبادیات سے اخراج کا حکم دیا گیا تھا۔ کولمبس کے زمانے میں عربی زبان نہ صرف بین الاقوامی بلکہ یہ ادبی اور سائنسی زبان بھی تھی وہ خود عربی کو تمام زبانوں کی ماں تسلیم کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی طرف سفر شروع کرتے وقت اس نے ایک عربی زبان بولنے والا مترجم بھی اپنے ہمراہ سفر میں رکھا جس کا نام Luis de Torres تھا۔ کولمبس کا خیال تھا کہ جب وہ انڈیا، چین اور جاپان پہنچے گا تو وہاں کا بادشاہ دی گریٹ خان عربی بولنے والا ہوگا۔ de Torres ہی وہ شخص تھا جس کو کولمبس نے ۲ نومبر ۱۴۹۲ء کو بہاماز آئی

لینڈز پہنچ کر ایک اور شخص کے ہمراہ اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا تا وہ مقامی باشندوں سے بات چیت کر سکیں۔

تاریخی شواہد

مشہور زمانہ مسلمان عالم، تاریخ نویس اور جغرافیہ دان ابوالحسن علی ابن الحسین المسعودی (957-871) نے اپنی کتاب **مروج الذهاب و معادن الجواهر** میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ سپین کے مسلمان خلیفہ عبداللہ ابن محمد (912-888) کے دور خلافت میں ایک مسلمان ابن سعید القرطبی نے ۸۸۹ء میں ڈیلبا (Delba) کی پورٹ سے سفر شروع کیا وہ بحراوقیانوس کو اپنے بحری جہاز میں پار کر کے ارض جھولہ یعنی نامعلوم علاقہ میں پہنچ گیا اور واپسی پر اپنے ساتھ ہر انواع واقسام کے خزانے لایا۔

المسعودی نے جو دنیا کا نقشہ تیار کیا تھا اس میں بہت بڑا حصہ تاریک سمندر اور دھند کا ہے یعنی اٹلانٹک اوشین، اس نے اس علاقہ کو نامعلوم علاقہ کے نام سے موسوم کیا تھا۔

ایک اور مسلمان تاریخ دان ابوبکر ابن عمر الگوتیہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ سپین کے مسلمان خلیفہ ہشام ثانی (1009-976) کے عہد حکومت میں ایک اور مسلمان نیوی گیٹر ابن فرخ آف غرناطہ نے کادیش کی بندرگاہ سے فروری ۹۹۹ء میں اٹلانٹک کا سفر شروع کیا۔ اس کے بحری جہازوں نے گریٹ کناری آئی لینڈ کے مقام گینڈو (Gando) کی بندرگاہ پر بیڑا ڈالا جہاں اس کی ملاقات King Guanariga سے ہوئی۔ اس نے اپنا سفر جاری رکھا اور مزید دو جزیروں پر پڑاؤ ڈالا جن کا نام Capraria اور Pluitana تھا۔ اس طویل سفر کے بعد وہ مئی 999ء میں سپین واپس لوٹا۔

کرسٹوفر کولمبس نے نئی دنیا کی طرف اپنا سفر سپین کی بندرگاہ Palos سے شروع کیا تھا اور وہ گومیرا یعنی کناری آئی لینڈ کی طرف عازم سفر تھا۔ یاد رہے کہ ''گومیرا'' کے معنی Small Firebrand کے ہیں اس جزیرہ پر اس کا عشق یہاں کی حسین ملکہ Donna Beatriz Bobadilla سے چل پڑا جو یہاں کے سب سے پہلے کمانڈر کی بیٹی تھی Bobadilla کا لفظ ابوعبداللہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ نام اس زمانہ میں سپین میں عرف عام تھا۔ کولمبس کو یہ نام اس لئے بھی یاد تھا کیونکہ فرانسسکو بوباڈلا جو سانتو ڈومنگو میں رائل کمشنر تھا۔ اس نے کولمبس کو گرفتار کر کے نومبر ۱۵۰۰ء میں زنجیروں میں واپس سپین بھیجا تھا۔ ابوعبداللہ فیملی سپین کی ریاست Seville کے حکمران خاندان عبادید (1091-1031) کے رشتہ دار تھے۔ کولمبس کے نئی دنیا کی طرف سفر کے وقت اس کے پاس تین بحری جہاز تھے۔ ان میں سے دو جہازوں کے کیپٹن مسلمان تھے جب اس نے پہلا سفر شروع کیا تو Pinta جہاز کا کیپٹن Martin Pinzon اور Nina جہاز کا کیپٹن Vincent Pinzon، دونوں کا تعلق مسلمانوں کے امیر گھرانوں سے تھا، جنہوں نے کولمبس کے تاریخی سفر کو آرگنائز کیا بلکہ اس سفر کے فلیگ شپ Santa Maria کی مرمت بھی دوران سفر انہوں نے کی تھی۔ Pinzon خاندان کا تعلق مراکش کے سلطان ابوزیان محمد الثالث سے تھا جو میری نید سلطنت (1465-1196ء) سے تھا۔

کرسٹوفر کولمبس نے سپین سے جب نئی دنیا کی طرف سفر شروع کیا تو اس کا سب سے پہلا پڑاؤ ۱۲/ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو بہاماز کے ایک چھوٹے سے جزیرہ گوانا ہانی (Guanahani) پر ہوا تھا۔ یہاں کے مقامی باشندوں نے اس جزیرہ کو یہ نام دیا تھا مگر کولمبس نے اس کا نام سان سلوے ڈور میں تبدیل کر دیا۔ Guana کا عربی روٹ اخوانا ہے جس کے معنی بھائی کے ہیں اور Hani عرب نام ہے، تو جزیرہ کے معنی

ہوئے ہانی برادرز۔

(The Log of Christopher Columbus by R.H Fuson 1981, USA , pages 76&77)

جنوبی امریکہ کے ملک ہونڈراز (Honduras) کے آس پاس Pointe Cavinas کے علاقہ میں مقامی مسلمان باشندوں کا ایک قبیلہ آباد تھا جس کا نام الامامی تھا ریڈانڈین زبان مینڈنکا اور عربی زبان میں الامامی کا معنی امام کے ہیں جو نماز میں امام ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں کمیونٹی کے چیف کو بھی امام کہتے ہیں۔ کولمبس نے اپنی لاگ بک میں لکھا ہے کہ اس ملک میں اس نے سیاہ فام لوگ دیکھے جو الامامی مسلم قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

پھر 17 اکتوبر 1492ء میں کولمبس نے اپنی لاگ بک میں لکھا:۔

Their houses look like moore tents, very tall with good chimneys. I also learned tha (the) cotton covernings were worn by married women or women of 18 years of age.

(Log of Colombus, page 86 USA 1987)

یعنی (وہ جزیرہ جس کو کولمبس نے فرڈی نینڈا کا نام دیا تھا) اس پر لوگوں کے گھر سپین کے مسلمانوں جیسے بہت اونچے تھے جن میں لمبی چمنیاں تھیں مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی شدہ عورتیں یا ایسی عورتیں جو ۱۸ سال سے اوپر کی تھیں، وہ کپاس کے بنے برقعوں سے اپنا سر منہ ڈھانکتی تھیں)۔

لاگ بک میں یہ ریکارڈ کرنے کے بارہ روز بعد ۲۹/ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو اس نے لکھا The mountains are beautiful like the pena do los, near Granada. One of them has another little mount at the summit like a beautiful little mosque.

(Log of Columbus, P.97)

یہ بات اس نے اپنی لاگ بک میں اس وقت لکھی جب اس کا جہاز کیوبا کے نارتھ ایسٹ کوسٹ کے شہر Gibara کے پاس سے گزر رہا تھا، تو اس نے دور پہاڑ پر مسجد جیسی عمارت دیکھی۔ چنانچہ مساجد کے آثار قدیمہ نیز پتھروں پر عربی رسم الخط میں تحریریں کیوبا، میکسیکو، ٹیکساس اور نیواڈا ریاست میں دریافت ہوئی ہیں۔

کولمبس کے دوسرے تاریخی سفر کے دوران Haiti کے باشندوں نے اسے بتلایا کہ سیاہ فام لوگ اس جزیرہ پر اس سے پہلے آچکے تھے۔ ثبوت کے طور پر انہوں نے وہ Spears پیش کئے جو یہ افریقن مسلمان اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ ان ہتھیاروں کے کونے پر ایک پیلے رنگ کی دھات لگی ہوئی تھی جس کو انڈین باشندے "Guanine" کہتے تھے۔ یہ لفظ ویسٹ افریقہ کا ہے جس کا مطلب ''سونے سے بنی دھات'' ہے اس سے ملتا جلتا لفظ عربی زبان میں ''غناء'' ہے جس کے معنی ''دولت'' کے ہیں۔

کولمبس ان "Guanine" کو واپسی پر اپنے ساتھ لایا اور ان کو ہتھیار بنانے والے کاریگروں سے ٹیسٹ کروایا تو پتہ چلا کہ اس دھات کے اندر ۱۸ حصہ (۵۶ فی صد) سونا تھا، چھ حصہ (۱۸ فی صد) چاندی اور آٹھ حصہ (۲۵ فی صد) تانبا تھا۔ اس تناسب سے صرف افریقہ کے ملک گنی (Guinea) میں ہتھیار بنایا جاتا تھا تو ثابت ہوا کہ افریقہ سے مسلمان جنوبی امریکہ آچکے تھے۔

۳۱ جولائی ۱۵۰۲ء کو کولمبس نے جمیکا کے جزیرہ کے پاس ایک جہاز دیکھا، جو چالیس فٹ لمبا اور اس کا قطر آٹھ فٹ تھا۔ جہاز کے عین درمیان خیمہ تھا ایسے جہاز اس نے بحیرہ مردار کے سمندر میں دیکھے ہوئے تھے جہاز پر چالیس کے قریب مرد

وزن تھے مگر یہ لوگ جمیکا کے باشندوں سے مختلف تھے انہوں نے آدھے بازو کی قمیصیں پہنی ہوئی تھیں جن کا کپڑا ابھڑ کیلے رنگوں کا تھا ایسی قمیصیں اس نے غرناطہ شہر میں دیکھی ہوئی تھیں۔ جہاز پر موجود عورتوں نے اپنے چہرے مسلمان عورتوں کی طرح چھپائے ہوئے تھے۔ کولمبس نے ان کو "Mayan Indians" کہا تھا مگر درحقیقت وہ مسلمان تھے۔

امریکی پروفیسر کی رائے

ہارورڈ یونیورسٹی کے شہرہ آفاق تاریخ دان اور زبان دان لیو وائی مر "Leo Weimer" جس نے اپنی کتاب ۱۹۲۰ء میں شائع کی۔ یعنی ''افریقہ اینڈ دی ڈسکوری آف امریکہ''۔ اس نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ کولمبس نئی دنیا میں مینڈنکا قبیلے کی موجودگی سے آگاہ تھا اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ ویسٹ افریقہ کے مسلمان کیری بین کے مختلف جزائر کے علاوہ نارتھ امریکہ، ساؤتھ امریکہ، حتیٰ کہ کینیڈا میں بھی آباد تھے۔ ان علاقوں میں وہ قابض یا فاتح بن کر نہ آئے تھے بلکہ تاجر بن کر آئے تھے اور بعض ایک نو واردین نے Iroquois & Algonquin انڈین قبائل کی عورتوں سے شادیاں بھی کیں تھیں۔

جغرافیائی شہادت

سسلی کے عظیم تاریخ دان اور کارٹوگرافر الادریسی 1099-1166 نے اپنی تصنیف ''نزھت المشتاق فی اختراق الآفاق'' میں بیان کیا ہے کہ نارتھ افریقہ سے ملاحوں کا ایک گروپ تاریکی اور دھند کے سمندر (اٹلانٹک اوشین) لزبن (پرتگال) سے روانہ ہوا تا وہ معلوم کر سکیں کہ اس کے اس پار کیا ہے؟ اور اس کی حدود کیا ہیں؟ تین دن کے سفر کے بعد وہ ایک جزیرہ پر پہنچے جہاں انہوں نے لوگ دیکھے چوتھے روز وہاں ایک مترجم نے ان سے عربی زبان میں گفتگو کی۔ مسلمان لمبے سفروں پر جایا کرتے تھے؟ اس بات کا ثبوت تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے مثلاً شیخ زین الدین المنذ درانی جس نے اپنا سفر طارفے (مراکش) سے خلیفہ ابو یعقوب یوسف (1286-1307) کے دور حکومت میں گرین لینڈ کے لئے ۱۲۹۱ء میں شروع کیا، اس سفر کا ذکر اسلامی تاریخ کی کتابوں میں بڑی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ پھر ایک مسلمان تاریخ دان شہاب الدین العمری (1300-1384) نے اپنی کتاب ''مسالک الابصار فی ممالک الامسار'' میں تاریکی اور دھند کے اندر سمندر میں اپنے سفر کا ذکر کیا ہے۔ ایک برطانوی مصنف O'Leary نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ۱۳۱۲ء میں عرب افریقن مسلمان جہاز رانوں نے دنیا کے بہت لمبے سفر کئے ان کے پاس اتنی Navigational expertise تھی کہ وہ امریکہ تک سفر بڑی آسانی سے کر سکتے تھے۔

کولمبس کے بعد سپینش اور پرتگالی ایکسپلوررز نے بآسانی جو اٹلانٹک اوشین کو پار کیا تھا، جس کا فاصلہ چوبیس ہزار کیلومیٹر تھا، اس کی وجہ وہ جیوگرافیکل اور نیوی گیشنل معلومات تھیں، نیز وہ نقشے تھے جو مسلمان تاریخ نویسوں نے تیار کئے تھے۔

''ساگا امریکہ'' (Saga America)

کولمبس اپنے تیسرے سفر میں ٹرینی ڈاڈ کے ملک میں وارد ہوا یہاں ساؤتھ کی طرف سے آگے جانے پر اس نے ساؤتھ امریکن براعظم کو دیکھا جہاں اس کے جہاز کے عملہ نے خشکی پر اترنے اور لوگوں سے ملاقات کے دوران رنگ دار رومال دیکھے، جو کپاس کے بنے ہوئے تھے۔ کولمبس نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ یہ رومال گنی (ویسٹ افریقہ) کے لوگ بھی استعمال کرتے تھے اور ان سے اپنے سر ڈھانکتے تھے اس نے اس کپڑے کو almayzars کا نام دیا جو کہ

عربی لفظ ہے جس کے معنی ''ڈھانکنے'' یا ''اپرن'' کے ہیں۔ سپین کے مسلمان یہ رومال گنی، ویسٹ افریقہ، مراکش اور پرتگال سے درآمد کیا کرتے تھے۔

کولمبس نے اپنے سفر کے دوران یہ بھی دیکھا کہ شادی شدہ عورتیں کاٹن پین ٹیز پہنتی تھیں اس نے حیرت کا اظہار کیا کہ انہوں نے شرم وحیا کن سے سیکھی؟ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ شرم وحیا مسلمانوں سے سیکھی تھی۔

۱۹۸۰ء میں ایک کتاب "Saga America" کے عنوان سے ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر Dr. Barry Fell نے شائع کی۔ اس کتاب کے ۴۲۵ صفحات ہیں اور اس میں جگہ جگہ تصاویر، ڈایا گرام اور پتھروں پر کندہ تحریروں کی تصاویر، عرب بحری جہازوں کی تصاویر دی گئی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر کوفی عربی میں تحریر شدہ لفظ ''حمید'' جیسا کہ یہ لفظ ۶۵۰ سن میں لکھا جاتا تھا یہی لفظ Valley of Fir, Nevada کے مقام پر ایک پہاڑ پر دیکھنے میں آیا ہے جسے انگلش میں Petroglyhs کہا جاتا ہے پتھروں پر ایسی تحریریں امریکہ کی ہر ریاست میں پائی گئی ہیں۔

ایک صفحہ پر عربی حروف تہجی، جس صورت میں یہ موجودہ زمانے میں لکھے جاتے ہیں، وہ دیے گئے ہیں، اس کے نیچے Cree & Ojibway ریڈ انڈین قبائل کے حروف تہجی دئے گئے ہیں ان دونوں میں مشابہت حیران کن ہے۔

ڈاکٹر فیل نے مختلف ریاستوں میں اسلامی اسکولوں کے آثار بھی تلاش کئے ہیں۔ یہ اسکول آٹھویں اور نویں صدی میں مندرجہ ذیل علاقوں میں قائم کئے گئے تھے۔

Mesa Verda (Colorado), Mimbres Valley (New Mexico), Tipper Canoe (Indiana), Summit Pass(Nevada)

ڈاکٹر فیل نے پہاڑوں کی چٹانوں پر اولڈ ویسٹرن امریکہ کے علاقہ میں ڈایا گرام اور چارٹس تلاش کئے ہیں جن سے پتھروں پر کندہ تحریروں سے ایلی منیٹری لیول اور اس کے اوپر درجات کے سکول سسٹم کا پتہ چلتا ہے ان اسکولوں میں ذریعہ تعلیم نارتھ افریقن عربی زبان تھی جو کوفی اسٹائل میں لکھی جاتی تھی۔

ایسے مسلمان وزیٹر جو امریکہ آئے ان کی اولاد اس وقت مندرجہ ذیل انڈین قبائل میں پائی جاتی ہے۔

Algonquin, Iroquois, Anasazi, Hohokam بلکہ مندرجہ ذیل ریڈ انڈین قبائل کے نام بھی عربی سے ماخوذ ہیں۔

Apache, Arawak, Arikana, Cree, Hohokam, Makka, Mahigan, Anasazi, Mohawk, Zulu and Zuni, Vllaholum۔

مسلمان امریکہ میں کولمبس سے پہلے پہنچ چکے تھے اس کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ Pima قبیلہ کی زبان اور Algonquian زبان میں بہت سارے الفاظ ایسے ہیں جن کا ماخذ عربی زبان ہے۔ اس کے علاوہ کیلی فورنیا ریاست میں بہت سارے اسلامی پیٹروگلفز بھی دریافت ہوئے ہیں۔ مثلاً INYO County میں ایک پیٹروگلف پر لکھا ہوا ہے Yasus bin Maria یعنی عیسی ابن مریم بعینہ یہی لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔

کینیڈا کے صوبہ نوواسکوشیا کے انڈین قبیلہ "Micmac" اور صوبہ اونٹاریو "Cree" قبیلہ کی زبان کا رسم الخط عربی کی طرح ہے یعنی دائیں سے بائیں ہاتھ کی طرف لکھی جاتی ہیں نیز Cree اور Ojibway قوموں کی زبان کے بہت سارے الفاظ عربی کے ہیں جو نارتھ افریقہ کے ملک لیبیا کی عربی زبان ہے۔

۱۷۸۷ء میں John نے Reverend Harris
Quincy Adams کے ساتھ بروٹ ۱۶ کیمبرج، میسا چوسٹس پر اپنے سفر کا ذکر کیا ہے جہاں سڑک کی کھدائی کے دوران بہت سارے سکے دریافت ہوئے۔ ان سکوں پر کوفی رسم الخط میں پرانی عربی میں تحریر ہے ان سکوں پر تصاویر ہاتھ سے بنی ہوئی ہیں۔ یہ سکے امریکن اکیڈمی آف آرٹس (بوسٹن) میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر فیل کا خیال ہے کہ یہ سکے اسکینڈے نیویا کے نورس مین امریکہ لے کر آئے تھے۔ ایک سکہ ۹۰۳ء میں سمر قند میں بنایا گیا تھا، جس کے اوپر کلمہ طیبہ کندہ ہے۔ یہ Gulland ڈنمارک میں دریافت ہوا تھا۔

شہروں کے نام

امریکہ میں اس وقت ۴۸۴ شہروں کے نام اور کینیڈا میں ۸۱ گاؤں، شہروں، جھیلوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے نام ایسے ہیں جن کے روٹس عربی اور اسلامی ہیں یہ نام کولمبس کے یہاں آنے سے قبل بھی یہی تھے:

Mecca(Indiana), Maka(Washington Indian Trib), Medina(NY), Hazen (N.Dakota), Medina(Ohio), Medina(Texas), Mahomet(ILLnois), Arva(Ontario), Medina(Ontario), Mona (Utah),

سپینش انکوزیشن

سپین میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ دور حکومت کا اختتام سقوط غرناطہ پر منتج ہوا جو ۱۴۹۲ء میں وقوع پذیر ہوا۔ پھر اس کے بعد ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت مسلمانوں اور یہودیوں کو سپین اور پرتگال سے ۱۶۰۰ء تک ملک بدر کیا گیا۔ اس تاریک اور ظالمانہ واقعات کو سپینش انکوزیشن "Spanish Inquisition" کا نام دیا گیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پانچ لاکھ افراد کو سپین سے جلاوطن کیا گیا مسلمان سپین سے ملک بدر ہو کر مراکش، تیونس، ترکی اور مصر چلے گئے۔ بعض کا تعلق بَربَر نسل سے تھا اور جو Moriscoes کہلاتے تھے وہ کیناری آئی لینڈز، بھارت اور فرانس نقل مکانی کر گئے۔ یہ بَربَر افراد ان علاقوں میں جا کر خود کو پرتگیز کہتے تھے۔

کولمبس نے جب ۱۵۰۲ء میں اپنا چوتھا سفر کیا، تو اس نے سفر کے دوران Guadeloupe کے جزیرہ پر ایک لوہے کی ہانڈی دیکھی نیز ایک انڈین کے Tipi یعنی اس کے خاشاک سے بنے گھر میں ایک پرانے بحری جہاز کا Mast دیکھا اس کے عملہ کے افراد نے حتمی طور پر یہ ثابت کر لیا کہ یہ اشیاء کیناری آئی لینڈز سے یہاں آئی تھیں۔ یاد رہے کہ یہ وہی جزیرہ ہے جہاں پرتگال سے ہزاروں بَربَر مسلمانوں Conversos کو کالے پانی کی سزا دی گئی تھی۔

جو لوگ اسلام اور یہودیت کو جبراً ترک کر کے عیسائی بن گئے ان کو "Conversos" کہا جاتا تھا اس انکوزیشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ سپین اور پرتگال کے رہنے والے مسلمان نئی دنیا (امریکہ) کی طرف بھی ہجرت کر گئے۔

کولمبس کے جہازوں میں کئی ایک جہاز ران سپین کے مسلمان (مورش) تھے، جو امریکہ میں آباد ہو گئے۔ اس کا ثبوت تاریخ سے ہمیں یہ ملتا ہے کہ سپین نے ساؤتھ کیرولائنا میں ۱۵۶۶ء میں سانٹا ایلانا (Santa Elena) کے نام سے ایک کالونی قائم کی یہ کالونی بیس سال تک قائم رہی مگر ۱۵۸۷ء میں یہ انگریزوں کے حملہ سے نیست و نابود ہو گئی۔ امریکہ کی ہسٹری کی کتابوں میں اس کالونی کا نام کہیں نہیں ملتا۔ سوال یہ ہے کہ اس کالونی میں رہنے والے کون لوگ تھے؟ فی الواقعہ یہ لوگ بَربَر مسلمان اور سفارڈک

(Sephardic) یہودی تھے انگریزوں کے حملہ کے بعد اس کالونی کے باشندے نارتھ کیرولائنا کے پہاڑوں میں روپوش ہوگئے جہاں انہوں نے مقامی انڈین عورتوں سے شادیاں کرلیں۔

ایک انگریز ایکسپلورر نے ۱۶۵۴ء میں امریکہ کے ساؤتھ ایسٹرن انڈیز کے علاقہ میں سفر کے دوران داڑھی والے افراد کی ایک کالونی دیکھی، جو یورپین لباس پہنتے تھے اور جہاں کہیں بھی وہ ہوں وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ امریکہ کی ریاستوں ورجینیا اور نارتھ کیرولائنا کے انڈین قبیلہ Powhatan کے ہمراہ کچھ لوگ آباد تھے، جن کو انڈین پرتگال کے نام سے پکارتے تھے مگر ایسے لوگ جو ساؤتھ کیرولائنا میں آباد تھے، وہ خود کو Turks کہتے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سترھویں صدی کے Powhtan Indians کی مذہبی کتب میں جنت کا بیان بالکل ویسا ہی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بحیرہ روم کے سمندری علاقہ سے نارتھ افریقین بَربَر مسلمانوں اور ترکی کے باشندوں کو سپین کے لوگ گرفتار کر کے غلام بنا لیتے تھے اور پھر ان کو Galley Slaves کے طور پر نیوورلڈ میں لایا کرتے تھے۔ یہاں یہ غلام شوگر پلانٹیشن پر کام کیا کرتے تھے ۱۵۸۶ء میں انگلش کمانڈر سر فرانسس ڈریک (Drake) جو تیس جہازوں کے ساتھ جنوبی امریکہ کا سفر کر رہا تھا اس نے برازیل کے ساحل پر سپینش جہازوں پر حملہ کیا اور چار صد قیدیوں کو اپنے قبضے میں لے کر رہا کر دیا، جن میں سے تین صد کے قریب مورش اور ترکی کے مسلمان اور باقی کے ویسٹ افریقین مسلمان تھے۔

یہ بات کہ مسلمان امریکہ کولمبس سے پہلے آچکے تھے ،اس کا مزید ثبوت درج ذیل چونکا دینے والی باتوں سے بھی ملتا ہے:

☆۱۷۸۷ء کے امریکہ کے ٹریٹی آف پیس اینڈ فرینڈشپ کے معاہدہ پر عبدالحق اور محمد بن عبداللہ کے دستخط بھی موجود ہیں۔

☆۱۷۸۷ء کے تاریخی معاہدہ کے مطابق انڈین قوموں کا کامرس سسٹم بالکل اسلامی تھا۔

☆سٹیٹ آف کیرولائنا کے ایک عہدنامے کا نام Moors Sundry Act of 1790 ہے۔

☆۱۸۶۶ء میں ایک چیروکی چیف کا نام رمضان بن وطی تھا۔

☆۱۸۳۲ء تک امریکہ کے اصلی باشندوں کا لباس عین اسلامی تھا۔

☆Tallahassee کے معنی ہیں، خدا تمہیں مستقبل میں نجات دے گا۔

☆۱۵۲۷ء میں جس شخص نے امریکہ کو ایسٹ سے ویسٹ کی طرف پاپیادہ سفر کر کے پار کیا، وہ مقامی انڈین باشندہ نہ تھا بلکہ اس کا نام اعظم موری (Azemmouri) تھا، جو مراکش کا بَربَر مسلمان تھا۔ اعظم کے ساتھ 300 افراد نے سفر شروع کیا مگر وہ اور اس کے تین ساتھی صرف زندہ رہے۔ یہ سفر گیارہ مہینوں میں مکمل ہوا۔ فلوریڈا سے لے کر ویسٹ کوسٹ تک پانچ ہزار میل کا سفر تھا۔ وہ پہلا ایکسپلورر تھا جو Pueblo Indian Village میں گیا مگر افسوس کہ اس کا نام امریکی تاریخ کی کتابوں سے حذف کر دیا گیا۔

امریکہ کا پہلا سیاہ فام غلام

امریکہ کا سب سے پہلا مسلمان سیاہ فام مصنف اور غلام عمر ابن سعید تھا جس کے حالات زندگی ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب کی صورت میں ابھی تک محفوظ ہیں۔ یہ دستاویز نمائش

کے لئے انٹرفیتھ سینٹر آف نیویارک Inter-faith Center of N.Y. کچھ عرصہ قبل رکھی گئی تھی اس کے حالات زندگی ایک ایکٹر کی آواز میں انٹرفیتھ کے ویب سائٹ پر سنے جاسکتے ہیں۔

عمر ابن سعید کی پیدائش ۱۷۷۳ء میں Futa Turo مین ہوئی جو سینیگال اور گیمبیا کے ممالک کے درمیان واقع ہے۔ اس نے پچیس سال تک علماء اسلام اور اسکالرز سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۰۷ء میں ایک لڑائی کے دوران وہ قیدی بنا اور پھر اس کو غلام بنا کر نارتھ کیرولائنا لایا گیا جہاں اس کی وفات غلامی کی حالت میں ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ اس نے اپنی خودنوشت داستان حیات ۱۸۳۱ء میں عربی زبان میں قلم بند کی، غلامی کی حالت میں بھی وہ اسلامی احکامات پر پابند رہا۔

ایک تازہ انکشاف

یہ بات کہ مسلمان کولمبس سے پہلے امریکہ آچکے تھے اس ضمن میں ایک اور سنسنی خیز انکشاف کینیڈا کے اخبار ''نیشنل پوسٹ'' کی ۵/ مارچ ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں ہوا ہے۔ خبر کا عنوان ہے Chinese Beat Columbus یعنی چینی نسل کے فرد نے کولمبس کو امریکہ دریافت کرنے میں مات دے دی تھی۔

اس خبر کے مطابق ایک مسلمان چینی جہازراں اور ایڈمرل Zheng He (1371-1435) وہ پہلا انسان تھا جس نے تمام دنیا کا بحری سفر (یعنی سرکم نیوی گیشن) پہلی بار کیا یہ سفر اس نے پرتگیز جہازران Magellan سے قریب ایک سو سال قبل کیا تھا نیز وہ پہلا انسان تھا جس نے امریکہ ۱۴۲۰ء میں دریافت کیا تھا یعنی کولمبس سے 72 سال پہلے۔ اس نئے انکشاف کے مطابق ژھینگ ھی نے مغرب کی طرف سات بار بحری سفر کیا جو پچاس ہزار کیلومیٹر کی مسافت بنتی ہے۔

اس جدید اور حیران کن تاریخی حقیقت کا انکشاف برٹش سب میرین کمانڈر Gavin Menzies نے کیا ہے اُس نے یہ سنسنی خیز انکشاف اٹلی کے شہر وینس میں چودہ سال تک عرق ریز تحقیق کے بعد کیا ہے اس تحقیق کا مقصد ان جہازرانوں کے فلیٹ کے بحری راستہ کا چارٹ تیار کرنا تھا جس کا لیڈر 1421-1423 یعنی تین سال تک ژھینگ ھی تھا۔ اُس نے اپنی تحقیقی رپورٹ برطانیہ کی رائیل جیوگرافیکل سوسائٹی کے سامنے ۱۵ مارچ ۲۰۰۲ء کو پیش کی تھی اور یہ امریکہ کے مختلف ٹیلی ویژن سٹیشنوں پر دکھائی گئی تھی۔

وینس (اٹلی) میں ریسرچ کے دوران مسٹر مین زیز کو ایک پلینی سفئیر دکھایا گیا جو ۱۴۵۹ء میں بنایا گیا تھا اور اس میں ساؤتھ افریقہ اور کیپ آف گڈ ہوپ کی نشان دہی کی گئی تھی جب کہ گڈ ہوپ سے ہوتا ہوا بحری راستہ واسکوڈے گاما نے ۱۴۹۷ء میں دریافت کیا تھا پلینی سفئیر کے اوپر فونیشن زبان میں ایک نوٹ لکھا ہوا ہے جس میں کیپ آف گڈ ہوپ اور کیپ ورڈے آئی لینڈ کے گرد بحری سفر کی طرف اشارہ ہے اس کے ساتھ بحری جہاز کی تصویر ہے جس کے اوپر چینش زبان میں تحریر ہے۔

میلونجین قوم کے لوگ؟

امریکہ کی ریاست ورجینیا اور ٹینی سی مین ایک قوم کے لوگ آباد ہیں جن کو Melungeon کہا جاتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ترکی کے ملک یا بحر روم کے آس پاس کے جزائر اور ممالک سے امریکہ کولمبس سے پہلے آئے تھے۔ ان لوگوں کی رنگت سیاہ، آنکھیں نیلی، خدوخال یورپین، گال کی ہڈی ابھری ہوئی اور بال سیدھے اور سیاہ۔ کہا جاتا ہے کہ فرنچ سپاہیوں نے ان کو ۱۶۹۰ء میں کیرولائنا کے پہاڑوں میں پایا تھا۔ یہ لوگ خود کو Protygee یعنی پرتگیزی کہتے ہیں ان میں بہت سے لوگ مراکش کی سرخ ٹوپی

"Fez" پہنتے ہیں۔انیسویں صدی میں امریکہ میں ہونے والی مردم شماری میں ان لوگوں کو "Mulatto" کا نام دیا گیا تھا نسلی عصبیت سے بچنے کے لئے ان لوگوں نے اپنے Kennedy, Campbell, Adams & Collins رکھ لئے ہیں۔۱۹۹۴ء میں امریکہ سے شائع ہونے والی کتاب "The Melungions" کے مصنف Brent Kennedy نے ثابت کیا کہ میلونجین لوگ ترکی، سپین، نارتھ افریقہ، ریڈانڈین قوموں سے گھل مل جانے والی قوم سے بنے ہیں۔لیکن ان اقوام میں سے سب سے زیادہ ان پر اثر ترک قوم کا ہے۔ایک اور چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں پر چھ انگلیاں ہوتی ہیں، جو کہ سپینش اور یہودی اقوام کے لوگوں میں عام ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ ترکش زبان اور میلونجین زبانوں کے بہت سارے الفاظ بھی بہت ملتے جلتے ہیں۔مثلاً:-

American	Turkish	Meaning
Alleghny	Allah Bamya	God's graveyard
Appalachian	Apa-la-che	Widespread
Shawnee	Sah ne	Great King
Shenandoah	Sendoga	Natural Setting
Shindig	Senlik	Happy Party
Krill	Kiril	To break
English	**Micmac**	**Arabic**
Coastal seas	Sabogwa	Sabagwa
Magnetic compass	el-ugwech	el-hukk
mast of a ship	el-dukadegw	al-daqal
sail	siba	sabih
Journey afar	Aksit	Aqsa
wind, weather	awan	ahwa
Dew	Nebiskat	Nabasaqt

Immediate	Nitta	Nitaij
Star	Alakws	Allaq
Constellation	Kulokawechk	Al-kaukab
Failing rain	managwon	Mantaqa
sunrise	sposw	asbah

Books

1-Saga America by Dr. Barry Fell
2-Unexpected faces in North America by Alex Von Wuthenan
3-They came before Columbus by Ivan Van Sertima
4-Africa and the Discovery of America by Leo Weiner
5-Deeper Roots by Abdullah Hakim Quik, London 1996
6-Islam in the US by Sulayman Nyang, Chicago 1999

☆☆☆

کلام حضرت حسن رہتاسی صاحب

ایک ''سر'' کو دیکھ کر

آپ ہیں ''سر''، مَیں سراپا دردِ سر
چھوڑ کر سر دردِ سر جائے کدھر

مرغوب چائے کی صفات!

خوش شیر ہو، خوش رنگ ہو، خوش قند ہو چائے
لب ریز ہو، لب سوز ہو، لب بند ہو چائے

(ماہنامہ ''خالد'' جولائی ۱۹۶۱)

❋❋❋

ہم ترے آستاں سے ہو آئے

ہم ترے آستاں سے ہو آئے
کعبۂ عاشقاں سے ہو آئے
رشک کوئے جناں سے ہو آئے
اک نئے آسماں سے ہو آئے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

غمزہ ہائے جمال کی کرنیں
جلوہ ہائے جلال کی شمعیں
وعدہ ہائے وصال کی رمزیں
اک نئی شان کے نشاں پائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

خم بہ خم وصل کی شراب ملی
چشم ساقی نے انتہا کر دی
دیدہ و دل کی تشنگی تو بجھی
اک نئی آگ بھی لگا لائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

کس قدر تو نے حوصلہ بخشا
کتنی بے تابیوں کو چین آیا
بڑھ گیا جذبۂ یقین و وفا
یاس و حرماں کے چھٹ گئے سائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

تیرے ارشاد پہ تھے ہم پہنچے
تیرے ارشاد پر چلے آئے
دل تھا مجبور ۔ اس کو کیا کہتے
تیرے قدموں میں اس کو چھوڑ آئے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

تیرے لطف عمیم کی سوگند
تیرے عزم صمیم کی سوگند
تیرے رب کریم کی سوگند
جان حاضر ہے تو جو فرمائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

سن کے تیرے پیار کا پیغام
ناز کرتے ہیں سب ترے خدام
کہہ رہے ہیں بصد خلوص سلام
آرزوؤں کے ہاتھ پھیلائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

اب ہوں مَیں اور ترا حسین خیال
دل کی دنیا ہے اس سے مالا مال
کلفتِ ہجر میں ہے کیفِ وصال
ذکر تیرا دلوں کو گرمائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

حسن تیرا سدا دمکتا رہے
عشق اپنا سدا چمکتا رہے
دل بہلتا رہے ، چہکتا رہے
ہم گئے تھے تو تُو بھی آجائے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے
ہم ترے آستاں سے ہو آئے

(مولانا محمد شفیع اشرف صاحب مرحوم)

کتابت سے کمپیوٹر کمپوزنگ تک کا سفر

کمپیوٹر کے آنے سے قبل ہمارے ہاں رسالوں کی کتابت کا پرانا طریق تھا یعنی کاتب سے لکھوایا جاتا تھا۔ کاتب ایک مسطر پر کتابت کرتے تھے جو انہیں خود تیار کرنا پڑتی تھی۔ سادہ کاغذ پر مسطر کشید کر کے اُسے چھپوایا جاتا تھا۔ پھر اس پر ماوا تیار کر کے اس میں پیلا رنگ ڈال کر کاغذ کو رکھا جاتا تھا، تاکہ نظر خراب نہ ہو۔ سیاہی کان پور سے آتی تھی جسے اچھی طرح پکا کر تیار کیا جاتا تھا۔ پھر پریس میں کاپی اُلٹی چسپاں ہوتی تھی۔ لفظ پلیٹ پر اُلٹے چسپاں ہوتے تھے۔ اور اُس پلیٹ کو سنگساز صاف کرتا تھا۔ جو لفظ ٹوٹ جاتے تھے اُس کو اُلٹا لکھا جاتا تھا۔ کتابت کی کاپی پڑھنی آسان تھی اس میں اغلاط کم ہوتی تھیں اور پلیٹ لگ بھی جلد جاتی تھی۔ لیکن کتابت میں وقت زیادہ لگتا تھا۔ ۱۹۹۰ میں مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے کمپیوٹر کے ذریعہ کمپوزنگ کا فیصلہ کیا۔ مکرم سید صہیب احمد صاحب جو ''خالد'' کے ابتدائی کمپوزر ہیں اس کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''۱۹۹۰ء میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھے اور مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب مہتمم اشاعت تھے۔ خالد کے مدیر مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب اور تشحیذ کے مدیر مکرم فضیل عیاض احمد صاحب تھے۔ رسالہ خالد اور تشحیذ الاذہان کی کتابت پہلے کاتب کیا کرتے تھے۔ لیکن صرف ایک ہی کاتب کے رحم و کرم پر ہونے کی وجہ سے رسالوں میں تاخیر کا خطرہ ہمیشہ قائم رہتا اور کبھی کبھی اس تلخ تجربہ سے واسطہ بھی پڑتا رہتا۔ اس لئے رسالوں کی کتابت بذریعہ کمپیوٹر کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ اس مقصد کے لئے مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے مکرم مرزا غلام قادر صاحب شہید کے ذریعہ لاہور سے کمپیوٹرز کی خریداری کی۔ چنانچہ دو کمپیوٹر Apple Macintosh خریدے گئے۔ اور ان میں اردو پروگرام نستعلیق نظامی ڈالا گیا۔ جب یہ کمپیوٹر لائے گئے تو ''سرائے خدمت'' (گیسٹ ہاؤس) کے ایک کمرے میں رکھے گئے اور اس کا افتتاح حضرت مولوی محمد حسین صاحب سبز پگڑی والے (رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے فرمایا۔ رسالہ تشحیذ کے لئے عزیزم طارق محمود ناصر صاحب (جو اَب امریکہ میں ہیں) اور رسالہ خالد کے لئے خاکسار مقرر ہوا۔ سب سے پہلے ہمیں رسالہ کا ایک صفحہ لکھنے کے لئے دیا گیا۔ پھر آہستہ آہستہ جب ہم ماہر ہوتے گئے تو پھر ایک رسالہ عزیزم طارق محمود ناصر اور ایک خاکسار لکھتا تھا۔ رسالے خدا کے فضل سے نسبتاً وقت پر چھپنا شروع ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد عزیزم مکرم مقصود اظہر گوندل صاحب بھی آگئے اور ان کے ذمہ زیادہ انگریزی کا کام کیا گیا۔ بعد میں انہوں نے اردو کمپوزنگ بھی شروع کردی۔ ایک دلچسپ بات اس وقت تک یاد آتی ہے۔ جب کمپیوٹر پر کام شروع ہوا تو اس وقت مرکزی مجلس شوریٰ شروع ہونے والی تھی غالباً ایک ہفتہ رہتا تھا۔ حافظ مظفر احمد صاحب نے ایک چھوٹا سا پمفلٹ جو بمشکل دس بارہ لائنوں کا تھا مجھے اور طارق صاحب کو دیا کہ یہ لکھنا ہے۔ تم دونوں کی پریکٹس ہو جائے گی۔ اس وقت عمیر صاحب (جن سے کمپیوٹر خریدا گیا تھا) وہ ہمیں سکھانے کے لئے یہیں پر تھے۔ ہم نے بہت آہستہ آہستہ وہ لکھا اور جب لکھا گیا تو عمیر صاحب نے غلطی سے اسے ضائع کر دیا۔ ہم دونوں بہت ہی پریشان ہوئے کہ دیکھو کتنا سارا لکھا تھا وہ سب ضائع ہو گیا۔ عمیر صاحب نے ہمیں

تسلی دی لیکن پھر دوبارہ لکھنا بڑا مشکل ہو گیا تھا بعد میں ہم دونوں یہ واقعہ یاد کر کے بہت ہنستے تھے کہ اس وقت یہ دس بارہ لائنیں کتنی مشکل لگتی تھیں اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم پورا رسالہ بہت جلد لکھ لیتے ہیں۔ یہ سب سے پہلا کام تھا جو کمپیوٹر پر لکھا گیا اور کمپوز ہوا۔ ابتداء میں مکمل رسالہ کمپیوٹر کے ذریعہ کمپوز نہیں ہوتا تھا بلکہ بعض مضامین کاتب سے بھی لکھوائے جاتے تھے۔ مئی 1990ء میں پہلی مرتبہ دو کمپوز شدہ مضمون ایک ''اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ اور احمدی سیرت نگار'' اور دوسرا ''آل پاکستان احمدی شعراء کا یادگار مشاعرہ'' رسالہ ''خالد'' کی زینت بنے۔ بہر حال اب کتابت کمپیوٹر پر ہوتی ہے پریس پر کاپی ٹریسنگ سے لگتی ہے اور سیدھی لگتی ہے۔ ٹریسنگ بھی کمپیوٹر سے نکالی جاتی ہے۔ اب کام جلدی ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت احسان ہے کہ وہ جماعت کی ترقی کے لئے راہیں کھولتا چلا جا رہا ہے''۔

''خالد'' کے مضامین جب فائنل ہو جاتے ہیں تو ٹریسنگ پیپر پر پروف لیتے ہیں۔ اس ٹریسنگ کو پیپر پر پیسٹ کرنے والے ''پیسٹر'' کہلاتے ہیں یہی ٹریسنگ پریس میں پلیٹ پر لگائی جاتی ہے۔ ''خالد'' جب سے کمپیوٹر پر کمپوز ہونا شروع ہوا ہے مختلف دوستوں کو پیسٹنگ کرنے کا موقع ملا ہے۔ جس میں مکرم قاضی منیر احمد صاحب، مکرم حبیب الرحمٰن غوری صاحب، مکرم منصور احمد نورالدین صاحب، مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب، مکرم سلطان احمد خالد صاحب اور مکرم صوفی غلام مصطفیٰ تبسم صاحب شامل ہیں۔ ''خالد'' کی کتابت کرنے والے اور کتابت بذریعہ کمپیوٹر کرنے والے احباب کے اسماء گرامی بغرض دعا پیش خدمت ہیں۔ جن احباب کا مختصر تعارف مہیا ہو سکا وہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

مکرم قاضی نور محمد صاحب

آپ مکرم عبدالعزیز صاحب آف دھاریوال کے ہاں اندازاً ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۶۲ء میں وفات پائی۔ آپ ''خالد'' کے سب سے پہلے کاتب تھے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم سعید احمد ناصر صاحب شیخوپورہ میں مقیم ہیں۔

مکرم ھدایت احمد صاحب

آپ حضرت میاں فضل محمد صاحب آف ہرسیاں کے پوتے اور مکرم مولوی عبدالغفور صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ ایک عرصہ سے امریکہ میں رہائش اختیار کر چکے ہیں۔

مکرم منشی محمد اسماعیل صاحب مرحوم

آپ مکرم اللہ بخش صاحب کے ہاں 1911ء میں پیدا ہوئے۔ 15 دسمبر 1991ء کو وفات پائی۔ آپکو روحانی خزائن کی کتابت کا شرف حاصل ہے۔ آپ کے بیٹے محمد ارشد صاحب کاتب (کارکن نظارت اشاعت) بھی بعض اوقات خالد کی کتابت کرتے رہے ہیں۔

مکرم سید محمد باقر صاحب

آپ حضرت میر مہدی حسین صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے اور مکرم عبدالباسط صاحب سابق پبلشر ''خالد'' کے بھائی تھے۔ آپ کی تاریخ وفات 14 مئی 1992ء ہے۔ آپ کے بیٹے مکرم سید مبشر صاحب بھی ''خالد'' کی کتابت میں معاونت کرتے رہے ہیں۔

مکرم منشی نورالدین صاحب

آپ 15 جون 1914ء کو مکرم اللہ بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ جماعت کے اکثر رسائل اور کتب کی کتابت کا شرف حاصل ہے۔ آجکل ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کے ساتھ مکرم سید محمد باقر صاحب کے داماد مکرم رفیق احمد صاحب بھی ''خالد'' کی کتابت میں معاونت کرتے رہے ہیں۔

مکرم سید خورشید بخاری صاحب

آپ مکرم سید احمد حسن صاحب کے صاحبزادے اور حکیم سید محمد ابراہیم صاحب مرحوم امیر جماعت انبالہ چھاؤنی

کے پوتے تھے۔ آپ وفات پا چکے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم حسن طاہر بخاری صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

مکرم محمود احمد انور صاحب

آپ مکرم عطاء اللہ صاحب کے ہاں 19 فروری 1957ء کو پیدا ہوئے۔ آپ آج کل شعبہ تدریس سے منسلک ہیں اور ربوہ میں قیام پذیر ہیں۔

مکرم حمید الدین صاحب

آپ مکرم منشی نورالدین صاحب کے ہاں 1943ء میں پیدا ہوئے۔ آجکل ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ لمبا عرصہ ''خالد'' کی کتابت کرتے رہے ہیں۔

مکرم شیخ محمد یونس صاحب

آپ مکرم شیخ جمیل احمد صاحب مرحوم سابق درویش قادیان کے ہاں یکم دسمبر 1947ء کو پیدا ہوئے۔ آج کل شعبہ رشتہ ناطہ میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالماجد صاحب بھی مختلف اوقات میں خالد کی کتابت کرتے رہے ہیں۔

مکرم سید صہیب احمد صاحب

آپ مکرم سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے ہاں 10 اگست 1959ء کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے نواسے اور حضرت محمود اللہ شاہ صاحب کے پوتے ہیں۔ 1988ء سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ آپ ''خالد'' کے سب سے پہلے کمپوزر ہیں۔

مکرم طارق محمود ناصر صاحب

مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں 1967ء میں پیدا ہوئے۔ ''تشحیذ'' کے ابتدائی کمپوزر تھے۔ فروری 1990ء سے اکتوبر 1999ء تک خدام الاحمدیہ میں خدمات بجالاتے رہے آج کل امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔

مکرم مقصود اظہر گوندل صاحب

آپ مکرم محمد یار گوندل صاحب کے ہاں یکم جون 1969ء کو پیدا ہوئے۔ 1991ء سے خدام الاحمدیہ میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ تشحیذ کے کمپوزر ہیں۔

مکرم اقبال احمد زبیر صاحب

آپ مکرم مطلوب احمد صاحب کے ہاں 1975ء میں پیدا ہوئے۔ آپ 1996ء سے خدام الاحمدیہ میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ 1998ء سے ''خالد'' کمپوز کر رہے ہیں۔

☆☆☆

چھ صدیوں کا فرق

محترم پرویز پروازی صاحب نے لکھا:۔

''ہمارے دوست مسٹر جسٹس سجاد احمد جان مرحوم جو ہائی کورٹ کے جج رہے، پھر سپریم کورٹ کے جج ہوئے، پھر چیف الیکشن کمشنر کے طور پر ریٹائر ہوئے، ربوہ تشریف لائے۔ آپ نے چنیوٹ کے سول ریسٹ ہاؤس میں قیام فرمایا۔ ایک رات وہاں گذاری، اگلے روز شام کے وقت ہمارے ہاں کالج میں تقریر کے لئے تشریف لائے۔ یہ غالباً ۱۹۶۳ء یا ۶۴ء کی بات ہے۔ ربوہ میں چند گھنٹے قیام فرمایا۔ شہر میں تھوڑا سا گھومے۔ واپسی پر میں انہیں چنیوٹ تک چھوڑنے گیا۔ فرمانے لگے:۔ **''چنیوٹ اور ربوہ میں صرف چھ میل کا فاصلہ ہے مگر دونوں شہروں کے کلچر میں چھ صدیوں کا فرق ہے''۔**

پھر بعد کو میرے بعض جاپانی دوستوں نے بھی جو جاپان سے ربوہ آئے اور لکڑی کی مصنوعات خریدنے کے لئے چنیوٹ کا سفر اختیار کیا یہی محسوس کیا کہ دونوں شہروں کے کلچر میں بہت تفاوت ہے۔ دراصل یہ تفاوت احمدی کلچر کا پیدا کیا ہوا ہے''۔ (''خالد'' ستمبر ۱۹۹۹ء)

جب شکستہ آئینہ دیکھوں گا یاد آئے گا دِل

(مکرم ثاقب زیروی صاحب)

ہو کے بے جاں ایک دِن ہر سازِ جاں رہ جائے گا
آنکھ جھپکے گی تو بس شورِ فغاں رہ جائے گا

کم نہ ہوں گی آتے جاتے موسموں کی رونقیں
ہم چلے جائیں گے لیکن یہ جہاں رہ جائے گا

وہ بھی تنہا چھوڑ کے چل دے گا سوچا ہی نہ تھا
کیا خبر تھی ایک دِن سونا مکاں رہ جائے گا

بھول ہی جاؤں گا اِک دِن دشمنوں کے سب سلوک
دِل میں باقی بس حسابِ دوستاں رہ جائے گا

موم کے پیکر پگھلتے جا رہے ہیں دھوپ میں
وہم ان کو تھا سروں پہ سائباں رہ جائے گا

دیکھ لینا گر یونہی ہر بات پر پہرے رہے
ہو کے چپ اِک روز ہر اِک نغمہ خواں رہ جائے گا

گر رہیں گے حادثوں کے آئینے پیشِ نظر
اعتبارِ زندگی باقی کہاں رہ جائے گا

مَوج کیا ، گرداب کیسا ، کیوں کسی کا نام لوں
ہر سفینہ زندگی کا درمیاں رہ جائے گا

خار و خس کی طرح اُڑ جائے گا دُنیا کا وجود
گنبدِ گردُوں کے اندر بس دھواں رہ جائے گا

جب شکستہ آئینہ دیکھوں گا یاد آئے گا دِل
زخم تو بھر جائے گا ثاقب نشاں رہ جائے گا

(ماہنامہ ''خالد'' جنوری ۱۹۸۲ء)

ایک مقدس تحریر (غیر مطبوعہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل تحریر استاذی المکرّم جناب میر محمود احمد ناصر صاحب نے عطا فرمائی ہے۔

عزیزم سید محمود احمد صاحب!

1- آج کی عیسائی دنیا کو مداہنت کی طرف بلاتی ہے وہ ڈرا کر دھمکیوں [illegible] ۔ مگر ہمیں مداہنت نہ کرنے کا حکم ہے

2- مداہنت نہیں کرنی مگر باتیں بھی احسن کے رنگ انداز میں کرنا ۔ اس بنیادی حکم کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے

3- احسن کا ایک پہلو ہر شخص سے اسکی سمجھ کے مطابق بات کرنا بھی ہے ۔ اسکے بغیر بات بے اثر رہتی ہے

4- اور بات میں تاثیر پیدا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے بات دل سے نکلے اور ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات میں ڈوبی ہوئی ہو ۔ یہ کی کیفیت سنت نبوی ہے

5- اپنے رب کریم سے کبھی بے وفائی نہیں کرنی اور فضل مخصوص پر ہمیشہ کا ربط رکھنا ہے۔

اللہ تم تمہارا ساتھ ہو

خلیفۃ المسیح الثالث
15.11.7[illegible]

عزیزم میر محمود احمد صاحب!

۱۔ آج کی عیسائی دنیا (دین حق) کو مداہنت کی طرف بلاتی ہے۔ ودّوا لو تدھنون فیدھنون۔ مگر ہمیں مداہنت نہ کرنے کا حکم ہے۔

۲۔ مداہنت نہیں کرنی مگر بالّتی ھِیَ احسن کو نظر انداز نہیں کرنا۔ اس بنیادی حکم کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے۔

۳۔ احسن کا ایک پہلو ہر شخص سے اس کی سمجھ کے مطابق بات کرنا بھی ہے۔ اس کے بغیر بات بے اثر رہتی ہے۔

۴۔ اور بات میں تاثیر پیدا کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔ بات دل سے نکلے اور ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات میں ڈوبی ہوئی ہو۔ بخع کی کیفیت سنت نبوی ہے۔

۵۔ اپنے رب کریم سے کبھی بے وفائی نہیں کرنی اور فلا تخشوھم پر ہمیشہ کاربند رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو

(دستخط) مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث
15-11-78

ایک مقدس تحریر (غیر مطبوعہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل تحریر استاذی المکرّم جناب میر محمود احمد ناصر صاحب نے عطا فرمائی ہے۔

پیارے عزیزم محمود سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپکو ہجرت [illegible] نبھانے کی توفیق بخشے۔

میری تو یہی نصیحت ہے کہ [illegible] کو کبھی نگہداری کے بغیر نہ چھوڑیں ورنہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً بچپن میں تبلیغ [illegible] کا گزشتہ تیس چالیس سالہ جدوجہد سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ کیسا دردناک منظر ہے کہ اندر آنے اور باہر جانے کے دونوں راستے یکساں گذرگاہ بنے ہوئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی شکاری خونخوار درندوں سے بھرے ہوئے جنگل میں ہرنوں اور بکریوں کو زیر دام لا لا کر درختوں سے باندھتا ہوا [illegible] گذرتا چلا جائے۔ اس امید پر کہ [illegible] بعد فرصت کسی دن ان کے ریوڑ بنا دوں گا۔ کیا ایسے شکاری کا ماحصل حسرت کے سوا کچھ ہو سکتا ہے؟

پس [illegible] میں آنے والی کسی معصوم روح کو نگہداری کے بغیر سادہ پرستی کے سہارے یا کہ جنگل میں تنہا نہ چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتر اور کس کی نگہداری ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک ان کی تربیت کرتے رہیں اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے والے اور پیار واقعات سے انہیں سناتے رہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو یعنی اپنے رب سے محبت ان کے سامنے بار بار پیش کریں۔ خود ان سے دعائیں کروائیں اور ساتھ ہی ان کے لئے دعا دل میں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبولیت دعا کا چسکا ڈال دے۔ وہ اللہ سے محبت اور پیار کی باتیں کرنے لگیں، غیر اللہ سے نہ کر سکیں۔ دعا ان کا اوڑھنا بچھونا، ان کی روح کی غذا، ان کا مشرب بن جائے تب آپ سمجھیں کہ نگہداری کا حق ادا ہوا۔

والسلام خاکسار [illegible]

13.7.1982

پیارے عزیزم محمود سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ کو بکثرت (مومن) بنانے کی توفیق بخشے۔ میری تاکیدی نصیحت یہ ہے کہ (نومبایعین) کو کبھی سپرداری کے بغیر نہ چھوڑیں ورنہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً سپین میں تبلیغِ (دین حق) کی گذشتہ تیس چالیس سالہ جدوجہد سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ کیسا دردناک منظر ہے کہ اندر آنے اور باہر جانے کے دونوں راستے یکساں گذرگاہ بنے ہوئے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے کوئی شکاری خوفناک درندوں سے بھرے ہوئے جنگل میں ہرنوں اور بھیڑوں کو زیرِدام لا لا کر درختوں سے باندھتا ہوا گذرتا چلا جائے۔ اس امید پر کہ بعد فرصت کسی دن ان کے ریوڑ بناؤں گا۔ کیا ایسے شکاری کا ماحصل حسرت کے سوا کچھ ہو سکتا ہے؟۔

پس (دین حق) میں آنے والی کسی معصوم روح کو سپرداری کے بغیر مادہ پرستی کے ہولناک جنگل میں تنہا نہ چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتر اور کس کی سپرداری ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک ان کی تربیت کرتے رہیں ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے والے روح پرور واقعات انہیں سناتے رہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو یعنی اپنے ربّ کی محبت ان کے سامنے بار بار پیش کریں۔ خود ان سے دعائیں کروائیں اور ساتھ ہی ان کے لئے دعاؤں میں لگ جائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبولیت دعا کا چسکا ڈال دے۔ وہ اللہ سے محبت اور پیار کی باتیں کئے بغیر رہ نہ سکیں۔ دعا ان کا اوڑھنا بچھونا ان کی روح کی غذا اُن کا مشرب بن جائے تب آپ سمجھیں کہ سپرداری کا حق ادا ہوا۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا طاہر احمد

ربوہ 13-7-1361\1982

ماہِ نومبر اور دسمبر میں ہونے والے اہم واقعات

(مرتبہ: ڈاکٹر نصیر احمد شریف صاحب۔ کلر کہار)

یکم نومبر 1970ء نصرت جہاں سکیم کے تحت پہلے احمدیہ میڈیکل سنٹر کا افتتاح غانا میں ہوا۔

3 نومبر 1905ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں دہلی میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے لیکچر دیا۔

4 نومبر 1900ء بذریعہ اشتہار جماعت احمدیہ کا نام ۔۔۔۔۔۔ فرقہ احمدیہ رکھا گیا۔

7 نومبر 1948ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے ربوہ میں پہلی پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

7،8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

8 نومبر 1933ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' پوری ہوئی۔

9 نومبر 1980ء چودھویں صدی ختم ہوگئی۔

10 نومبر 1980ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے پہلے سالانہ کنونشن سے خطاب فرمایا۔

11 نومبر 1983ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیوت الحمد میں وسعت اور ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کا اعلان فرمایا۔

11 نومبر 1949ء کمپنی باغ سرگودھا میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔

13 نومبر 1948ء فرانس میں جماعت احمدیہ کا پہلا پبلک جلسہ منعقد ہوا۔

15 نومبر 1909ء حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

16 نومبر 1947ء حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ ہجرت کر کے پاکستان آئے۔

17 نومبر 1901ء برطانوی سیاح ڈکسن کی قادیان میں آمد ہوئی۔

18 نومبر 1972ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی طرف سے دو لاکھ روپے اشاعت قرآن کے لیے پیش کیے گئے۔

19 نومبر 1937ء حضرت مصلح موعود نے روایات رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام محفوظ کرنے کی تحریک فرمائی۔

24 نومبر 1944ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے تحریک جدید کے دفتر دوم کی بنیاد رکھی۔

26 نومبر 1950ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ پہلی بار بھیرہ تشریف لے گئے اور اہل بھیرہ سے خطاب فرمایا۔

27 نومبر 1934ء نیروبی کینیا میں مستقل احمدیہ مشن کا قیام عمل میں آیا۔

28 نومبر 1981ء سیرالیون میں چوتھے احمدیہ سکول کا قیام عمل میں آیا۔

یکم دسمبر 1888ء حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''سبز اشتہار'' کی اشاعت ہوئی۔ حضور نے بیعت کا اعلان عام فرمایا۔

3 دسمبر 1933ء فلسطین کی پہلی احمدیہ بیت ''سیدنا محمود'' کا افتتاح ہوا۔

4 دسمبر 1987ء حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسیران راہ مولیٰ کی خاطر ساری دنیا کے معصوم اسیروں کی بہبود کے لیے کوششیں کرنے کی تحریک فرمائی۔

5 دسمبر 1987ء ربوہ میں یتامیٰ کی رہائش گاہ ''دارالاکرام'' کا سنگ بنیاد محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے رکھا۔
6 دسمبر 1954ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا افتتاح فرمایا۔
7 دسمبر 1917ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے زندگی وقف کرنے کی پہلی تحریک فرمائی۔
8 دسمبر 1974ء جزائر فجی کے دارالحکومت ''سووا'' میں البیت ''فضل عمر'' اور مشن ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
9 دسمبر 1955ء ہیگ (ہالینڈ) میں بیت الذکر کا افتتاح ہوا۔
10 دسمبر 1924ء حضرت مولوی ظہور حسین صاحب دعوتِ الی اللہ کے لیے روس میں داخل ہوئے۔
10 دسمبر 1979ء ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے نوبل پرائز وصول کیا۔
14 دسمبر 1936ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قادیان میں ٹیلی فون سروس کا افتتاح فرمایا اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے گفتگو فرمائی۔
15 دسمبر 1926ء لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت رسالہ ''مصباح'' شائع ہونا شروع ہوا۔
18 دسمبر 1928ء حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ولادت باسعادت ہوئی۔
18 دسمبر 1938ء اردو کے ممتاز ادیب مرزا فرحت اللہ بیگ قادیان تشریف لائے۔
19 دسمبر 1928ء ریل گاڑی پہلی دفعہ قادیان پہنچی۔ حضرت مصلح موعود کثیر احباب سمیت امرتسر سے اس گاڑی پر قادیان تشریف لائے۔
20 دسمبر 1905ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب رسالہ ''الوصیت'' کی اشاعت ہوئی۔ اس میں ''قرب وصال'' کے متعلق الہامات، بہشتی مقبرہ کے قیام اور اس میں دفن ہونے کی شرائط کا اعلان فرمایا۔
21 دسمبر 1965ء ''فضل عمر فاؤنڈیشن'' کی تحریک کا اعلان اور جماعت سے پچیس لاکھ روپے کا مطالبہ کیا گیا۔
25 دسمبر 1922ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ نے لجنہ اماء اللہ کی بنیاد رکھی۔
26 تا 29 دسمبر 1896ء جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون سب پر بالا رہا۔
27 دسمبر 1905ء حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی نعش کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کے مقدس وجود سے بہشتی مقبرہ کا افتتاح ہوا۔
27 تا 29 دسمبر 1907ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ تھا۔ اس میں حاضری تین ہزار تھی۔ حضورؑ نے دو تقاریر فرمائیں۔
28 دسمبر 1939ء جماعت احمدیہ کے پچاس سال اور خلافت ثانیہ کے 25 سال پورے ہونے پر جوبلی کی تقریب منائی گئی۔ جلسہ سالانہ پر حضور نے پہلی دفعہ لوائے احمدیت لہرایا، پھر لوائے خدام الاحمدیہ، پھر جلسہ گاہ زنانہ میں لجنہ اماء اللہ کا جھنڈا لہرایا۔ جلسہ پر حضور نے ''خلافتِ راشدہ'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔
28 دسمبر 1957ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ نے ''وقف جدید'' کی تحریک کا اعلان فرمایا۔

(ماخوذ از تاریخی معلومات وصد سالہ تاریخ احمدیت)

☆☆☆

خلافت جوبلی علمِ انعامی حاصل کرنے والی مجالس

نمبر شمار	سال	نام مجلس
1	1939-40	مجلس خدام الاحمدیہ کیرنگ (اڑیسہ)
2	1940-41	مجلس خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ
3	1941-42	مجلس خدام الاحمدیہ چک ۹۹ شمالی ضلع سرگودھا
4	1942-43	مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت قادیان
5	1943-44	مجلس خدام الاحمدیہ لاہور
6	1944-45	مجلس خدام الاحمدیہ دارالبرکات قادیان
☆7	1945-46	مجلس خدام الاحمدیہ دارالبرکات قادیان
8	1946-47	مجلس خدام الاحمدیہ کراچی
		1947-48 سے 1951-52 (5 سال) تک کسی مجلس کو علم انعامی نہیں دیا گیا۔
9	1952-53	مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی
10	1953-54	مجلس خدام الاحمدیہ کراچی
☆11	1954	مجلس خدام الاحمدیہ کراچی
12	1954-55	شہری مجالس میں اوّل کراچی، دیہاتی مجالس میں اوّل نصرت آباد اسٹیٹ
13	1955-56	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم کوئٹہ۔ دیہاتی مجالس میں اوّل کرونڈی۔ دوم چک ۹۸ شمالی سرگودھا
14	1956-57	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم راولپنڈی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل کرونڈی۔ دوم چک ۹۸ شمالی سرگودھا
15	1957-58	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم راولپنڈی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل باندھی۔ دوم کرونڈی
16	1958-59	شہری مجالس میں اوّل راولپنڈی۔ دوم کراچی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل کرونڈی۔ دوم بشیر آباد اسٹیٹ
17	1959-60	شہری مجالس میں اوّل راولپنڈی۔ دوم کراچی۔ دیہاتی مجالس میں اوّل انور آباد۔ دوم کرونڈی
18	1960-61	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم لائل پور۔ دیہاتی مجالس میں اوّل انور آباد۔ دوم کرونڈی
☆19	1961-62	شہری مجالس میں اوّل لائل پور۔ دوم کراچی
20	1962-63	شہری مجالس میں اوّل کراچی۔ دوم ربوہ۔ دیہاتی مجالس میں اوّل انور آباد۔ دوم چک ۹۶ گ ب صریح لائل پور

21	1963-64	مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ اوّل۔ دیہاتی مجالس میں اوّل لاٹھیانوالہ ضلع لائلپور
22	1964-65	شہری مجالس میں اوّل ربوہ، دوم کراچی، سوم لائل پور، دیہاتی مجالس میں اوّل ترگڑی، دوم احمد نگر، سوم لاٹھیانوالہ
23	1965-66	شہری مجالس میں اوّل ربوہ
24	1966-67	شہری مجالس میں اوّل لائل پور
25	1967-68	لائل پور اوّل۔ سرگودھا دوم۔ ملتان سوم
26	1968-69	ڈرگ روڈ کراچی اور لائل پور اوّل۔ سرگودھا دوم۔ کراچی سوم
27	1969-70	ڈرگ روڈ کراچی اول۔ لائل پور دوم۔ کراچی سوم
28	1970-71	لائل پور اول۔ ڈرگ روڈ کراچی دوم۔ کنری ضلع تھرپارکر سوم
29	1971-72	ماڈل ٹاؤن لاہور اوّل۔ مارٹن روڈ کراچی دوم۔ لائل پور سوم
30	1972-73	سوسائٹی کراچی اول۔ لائل پور دوم۔ مارٹن روڈ کراچی سوم
31	1973-74	ربوہ اوّل۔ سوسائٹی کراچی دوم۔ لائل پور سوم
32	1974-75	سوسائٹی کراچی اوّل۔ فیکٹری ایریا شاہدرہ لاہور دوم۔ لائل پور سوم
33	1975-76	سوسائٹی کراچی اوّل۔ فیکٹری ایریا شاہدرہ لاہور دوم۔ ڈرگ روڈ کراچی سوم
34	1976-77	ڈرگ روڈ کراچی اوّل۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ صدر کراچی سوم
35	1977-78	ربوہ اول۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ مارٹن روڈ کراچی سوم
36	1978-79	ربوہ اول۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ ڈرگ روڈ کراچی سوم
37	1979-80	مارٹن روڈ کراچی اول۔ ربوہ دوم۔ اورنگی ٹاؤن کراچی
38	1980-81	مارٹن روڈ کراچی اوّل۔ ربوہ دوم۔ سرگودھا شہر سوم
39	1981-82	چک نمبر ۱۶۶ مراد ضلع بہاولنگر اوّل۔ ڈرگ روڈ کراچی دوم۔ سرگودھا شہر سوم
40	1982-83	دارالذکر فیصل آباد اوّل۔ ربوہ دوم۔ سرگودھا شہر سوم
41	1983-84	دارالذکر فیصل آباد اوّل۔ سرگودھا شہر دوم۔ ربوہ سوم
42	1984-85	ربوہ اول۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ اسلامیہ پارک لاہور سوم
43	1985-86	ربوہ اول۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ اسلامیہ پارک لاہور سوم
44	1986-87	ربوہ اول۔ اسلامیہ پارک لاہور دوم۔ عزیز آباد کراچی سوم
45	1987-88	ربوہ اول۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ عزیز آباد کراچی سوم

46	1988-89	وحدت کالونی لاہور اول۔ ربوہ دوم۔ اسٹیل ٹاؤن کراچی سوم
47	1989-90	وحدت کالونی لاہور اول۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ اسٹیل ٹاؤن کراچی سوم
48	1990-91	دارالذکر فیصل آباد اول۔ گلشن پارک لاہور دوم۔ وحدت کالونی لاہور سوم
49	1991-92	وحدت کالونی لاہور اوّل۔ خانیوال شہر دوم۔ اسٹیل ٹاؤن کراچی سوم
50	1992-93	گلشن پارک لاہور اول۔ دارالذکر فیصل آباد دوم۔ عزیز آباد کراچی سوم
51	1993-94	دارالذکر فیصل آباد اول۔ فضل عمر فیصل آباد دوم۔ وحدت کالونی لاہور سوم نوٹ: دارالذکر فیصل آباد سے بعدازاں بوجوہ علم انعامی واپس لے لیا گیا تھا۔
52	1994-95	وحدت کالونی لاہور اول۔ فضل عمر فیصل آباد دوم۔ فیکٹری ایریا شاہدرہ لاہور سوم
53	1995-96	کریم نگر فیصل آباد اول۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور دوم۔ فضل عمر فیصل آباد سوم
54	1996-97	علامہ اقبال ٹاؤن لاہور اول۔ محمود آباد کراچی دوم۔ النور کراچی سوم
55	1997-98	دارالنور فیصل آباد اول۔ ربوہ دوم۔ ٹاؤن شپ لاہور سوم
56	1998-99	فیکٹری ایریا حیدر آباد اوّل۔ سول لائن گوجرانوالہ دوم۔ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور سوم
57	1999-00	نارتھ کراچی اول۔ ڈرگ کالونی کراچی دوم۔ فیصل ٹاؤن لاہور اور فیکٹری ایریا حیدر آباد سوم
58	2000-01	ربوہ اول۔ فیکٹری ایریا حیدر آباد دوم۔ فیصل ٹاؤن لاہور سوم

☆ اب تک چھپنے والی اکثر فہرستوں میں 46-1945 میں علم انعامی حاصل کرنے والی مجلس کا نام حلقہ بیت مبارک قادیان لکھا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ بلکہ 46-1945 میں مجلس خدام الاحمدیہ دارالبرکات قادیان ہی نے دوسری مرتبہ علم انعامی حاصل کیا تھا۔ (الفضل 31 دسمبر 1945ء بحوالہ تاریخ خدام الاحمدیہ جلد اوّل صفحہ 555) حلقہ بیت مبارک قادیان نے جو علم انعامی حاصل کیا تھا وہ مقامی طور پر زعماتوں کے درمیان ہونے والے مقابلہ میں اوّل آنے پر حاصل کیا تھا۔ نہ کہ بین المجالس مقابلہ خلافت جوبلی علم انعامی میں۔ (الفضل 28 جون 1945ء۔ بحوالہ تاریخ خدام الاحمدیہ جلد اوّل صفحہ 514)

☆ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سال ابتداء میں 4 فروری سے اگلے سال 3 فروری تک ہوتا تھا۔ لیکن مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ 1953ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ سے سال فروری کی بجائے یکم نومبر سے 31 اکتوبر تک ہوا کرے گا۔ چنانچہ 1954ء سے اس کے مطابق تبدیلی کر کے سال کا آغاز یکم نومبر سے کر دیا گیا۔ جس وجہ سے 1954ء کا سال 4 فروری سے 31 اکتوبر تک (9 ماہ 25 دن) کا ہوا تھا۔ (ضمیمہ ماہنامہ ''خالد'' نومبر 1955ء صفحہ 3)

☆ لائل پور کا موجودہ نام فیصل آباد ہے۔

''خالد'' آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اس کی قلمی معاونت کرنا آپ کا فرض ہے

حضرت چوہدری منشی رُستم علی صاحب

(مکرم راشد محمود احمد صاحب ۔ گوجرانوالہ)

بیعت کا اعلان سن کر آپ کو ان ابتدائی خوش نصیبوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کرنے والوں میں آپ کا نمبر دسواں ہے۔ آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق براہین احمدیہ کی خریداری کے سلسلہ میں ہوا اور اس کے بعد حضرت اقدس سے تعلقات اور مراسلات کا سلسلہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔

۱۸۹۱ء کے جلسہ سالانہ میں شمولیت

جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ جو کہ ۱۸۹۱ء میں منعقد ہوا۔ اس میں حضرت منشی صاحب کو شرکت کی توفیق ملی۔ اس جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کے نام حضرت اقدس علیہ السلام نے آسمانی فیصلہ صفحہ ۲۶، ۲۷ پر لکھے ہیں۔

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد ۴)

حضرت منشی رستم علی صاحب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ان قدیم رفقاء میں سے ہیں جن کا آپ سے ارادت کا تعلق براہین احمدیہ کے زمانہ سے ہے۔ حضرت منشی رستم علی صاحب مداراں ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے اور آپ کے والد صاحب کا نام ''شہاب الدین'' تھا۔

۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت

اسی طرح حضرت منشی صاحب کو ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق ملی۔ حضرت اقدسؑ نے ان کا ذکر بھی شرکاء میں کیا ہے۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام میں حضور علیہ السلام نے جلسہ کے شرکاء کے اسماء تحریر فرمائے اور تین صد سولہ نمبر (۳۱۶) پر تحریر فرمایا:-

''منشی رستم علی خان صاحب مداراں ۔ ضلع جالندھر۔ ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے۔'' ۱۸۹۴ء کے جلسہ میں حضورؑ نے بعض خاص احباب کو شمولیت کے لئے خاص طور پر خطوط لکھے تھے اور حضرت چوہدری رستم علی خان صاحب کو جلسہ کے اہتمام کے لئے خصوصیت سے بعض خدمات کا شرف بخشا۔ دریاں، قالین، روغن زرد وغیرہ لوازم مہمانداری کے لئے بھی تاکیدی خطوط لکھے۔

۳۱۳ رفقاء میں شمولیت کا شرف

حضرت منشی صاحب کو خدا کے فضل سے ۳۱۳ رفقاء میں شمولیت کی توفیق ملی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کا نام ۲۲۷ نمبر پر لکھا ہے۔

''منشی رستم علی صاحب کورٹ انسپکٹر گورداسپور''

۱۸۸۹ء سے قبل کے وہ مکتوبات پڑھے جائیں جو حضرت اقدس علیہ السلام نے حضرت منشی صاحب کی طرف ارسال فرمائے ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور اپنی ضرورت کی اشیاء آپ سے منگوایا کرتے تھے۔ حضور نے اپنے ایک خط میں منشی رستم علی صاحب کو تحریر فرمایا:-

''یہ سب کچھ بے تکلف آپ کی طرف جو لکھا جاتا ہے محض آپ کے اخلاص و محبت کے لحاظ سے ہے جو آپ محض للہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے محض لِلّٰہ اخلاص کو غایت درجہ پر بڑھا دیا ہے۔ خدمت لِلّٰہ میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر بخشے اور دین میں استقامت و تقوی و دنیا میں عزت و حرمت عطا کرے''۔ آمین

حضرت منشی صاحب کا تذکرہ حضرت اقدس کے قلم سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف لطیف ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۶۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں:۔
''حبی فی اللہ منشی رستم علی ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریلوے یہ ایک جوان صالح اخلاص سے بھرا ہوا میرے اوّل درجہ کے دوستوں میں سے ہے۔ اُن کے چہرے پر ہی علامات غربت و بے نفسی و اخلاص ظاہر ہیں۔ کسی ابتلاء کے وقت مَیں نے اس دوست کو متزلزل نہیں پایا اور جس روز سے ارادت کے ساتھ انہوں نے میری طرف رجوع کیا اس ارادت میں قبض اور افسردگی نہیں بلکہ روز افزوں ہے''۔ آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ میں حضورؑ نے ان کا نام اپنے ''محبین'' میں لکھا ہے۔

وہ عہدے جو محکمہ پولیس میں آپ کے سپرد رہے

حضرت منشی صاحب محکمہ پولیس میں سارجنٹ کے طور پر بھرتی ہوئے۔ پھر ترقی کر کے ڈپٹی انسپکٹر ہوئے اور دھرم سالہ ضلع کانگڑہ میں تعینات ہوئے۔ یہ ۱۸۸۸ء کا واقعہ ہے۔ ۱۸۹۰ء میں حضرت منشی صاحب کی تبدیلی محکمہ پولیس ریلوے میں ہوئی۔ ۱۸۹۳ء میں آپ کورٹ انسپکٹر ہو کر منٹگمری تبدیل ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ آپ لاہور بھی متعین رہے پھر گورداسپور آ گئے۔ آپ کو کورٹ انسپکٹر سے انسپکٹر بھی کر دیا گیا تھا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں کہ تبدیلی کے متعلق چوہدری رستم علی صاحب اپنے اخلاص اور محبت کے اقتضاء سے چاہتے تھے کہ گورداسپور آ جاویں اور حضرت اقدسؑ بھی قرب کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت اقدسؑ ان کے لئے دعا گو رہے اور یہ دعا چوہدری صاحب کے حق میں گورداسپور ہی کی تبدیلی کی صورت میں قبول ہوئی۔

مالی قربانی

حضرت منشی رستم علی صاحب سلسلہ کی تائید کے لئے مالی قربانی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ دو روپیہ چندہ سے لے کر بیس روپیہ چندہ بھی ماہوار دیتے رہے۔ حضرت مصلح موعود آپ کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔
''(چوہدری رستم علی صاحب) کورٹ انسپکٹر تھے۔ ان کی (۸۰) اسی روپیہ تنخواہ تھی۔ حضرت صاحب کو خاص ضرورت دینی تھی۔ آپ نے ان کو خط لکھا کہ یہ خاص وقت ہے اور چندہ کی ضرورت ہے۔ انہی دنوں گورنمنٹ نے حکم جاری کیا کہ جو کورٹ انسپکٹر ہیں انسپکٹر کر دیئے جائیں جس پر ان کو نیا گریڈ مل گیا اور جھٹ ان کے ۸۰ سے ۱۸۰ روپیہ ہو گئے اس پر انہوں نے حضرت صاحب کو لکھا کہ اِدھر حضور کا خط آیا ہے اور اُدھر ایک سو اسی (۱۸۰) روپیہ ہو گئے اس لئے یہ اوپر کے سو روپیہ میرے نہیں ہیں یہ حضور کے طفیل ملے ہیں اس واسطے وہ ہمیشہ سو روپیہ علیحدہ ہی بھیجا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے اخلاص پر دلالت کرتی ہے''۔ (الفضل ۱۵ مئی ۱۹۲۲ء)

حضرت منشی صاحب بحیثیت شاعر

حضرت منشی صاحب کو خدا کے فضل سے شعر کہنے کا ملکہ بھی حاصل تھا، گو کہ آپ کا کلام زیادہ نہیں ملتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے اشعار لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا:۔
''آپ کے اشعار نہایت پاکیزہ اور عمدہ دل سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ بااِیں ہمہ متانت ایسی ہے کہ گویا ایک اہل زبان شاعر کی۔ یہ امر خداداد ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اپنی محبت بخشے''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۱۰۳)

حضور علیہ السلام کی وفات پر آپ نے اپنے جذبات کو اشعار میں رقم کیا، ان میں سے چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں:۔

اے حضرت اقدس اب کہاں ہو
آنکھوں سے میری کہاں نہاں ہو
اوجھل ہو نظر سے جبکہ خورشید
تاریک نہ کس طرح جہاں ہو
گم تجھ میں ہوا وہ رہبر خلق
لاہور! تیرا بھلا کہاں ہو
بے چین ہیں دور رہنے والے
کس حال میں اہل قادیاں ہو

اخلاص

حضرت چوہدری صاحب بڑے سادہ مزاج بزرگ اور مخلص انسان تھے۔ جب تک زندہ رہے اپنی اس غیر معمولی ترقی کی ساری رقم حضور کی خدمت میں (دین حق) کی تبلیغ کے لئے بھجواتے رہے اور اس کے علاوہ اپنا سابقہ چندہ بھی بدستور جاری رکھا اور خود نہایت قلیل رقم پر گزارہ کرتے رہے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت چوہدری منشی رستم علی صاحب کے اخلاص اور فنافی السلسلہ کا اظہار حضرت مسیح موعودؑ نے کیا اور یہ کہ چودھری صاحب سلسلہ کی ضروریات کے لئے آخری وقت جب کہ وہ ملازمت کا زمانہ ختم کر رہے تھے مقروض تھے اور حضرت صاحب نے ان کو کچھ عرصہ اور ملازمت کرنے کا ارشاد فرمایا اور نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ فارغ ہوئے تو خدا کے فضل اور رحم سے ہر قسم کی زیرباری سے سبکدوش ہو چکے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے قادیان میں آکر سلسلہ کی عملی خدمت شروع کی اور وہ سلسلہ میں سب سے پہلے بزرگ تھے جنہوں نے پنشن لے کر سلسلہ کا کام مفت کیا حتیٰ کہ کھانا لینا بھی پسند نہ کیا"۔

حضرت منشی صاحب کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹا چھوٹی عمر میں وفات پا گیا

وفات

حضرت منشی صاحب نے ۱۱ جنوری ۱۹۰۹ء بروز دوشنبہ صبح دس بجے کے قریب اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ وفات سے ایک دو ماہ قبل حضرت چوہدری صاحب موصوف پنشن لے کر قادیان کے مہاجرین میں شامل ہو چکے تھے۔ انجمن نے ان کو افسر بیت المال مقرر کیا اور لنگر کا انتظام ان کے سپرد کیا۔ حضرت چودھری صاحب لنگر خانہ کا انتظام نہایت محنت اور کوشش سے کر رہے تھے۔ خصوصاً ایام جلسہ میں ان کی جانفشانی اس حد تک پہنچی کہ ان کی جان ہی لے گئی۔ رات کو گیارہ بجے کے قریب سوتے اور ایک دو بجے اٹھ بیٹھتے تھے۔ ہر وقت لنگر خانہ میں ہی رہتے۔ اس جانفشانی کی وجہ سے حضرت چوہدری صاحب کو پہلے بخار اور پھر نمونیہ ہوا اور کوئی چھ روز کی علالت دیکھ کر وفات پائی۔ آپ خاموش طبیعت اور اخلاص سے بھرے ہوئے تھے۔ کسی کا دل دکھانا تو ان کی فطرت میں ہی نہ تھا۔ اتنی لمبی ملازمت پولیس کی جن میں وہ کورٹ انسپکٹری کی اعلیٰ تنخواہ پر پہنچے تھے اور پونے دوسو روپیہ ماہوار کی آمدنی تھی انہوں نے ایک پیسہ جمع نہیں کیا۔ نہایت تنگی کے ساتھ "قوت لایموت" پر گزارہ کر کے ساری تنخواہ اغراض سلسلہ حقہ پر خرچ کر دیتے تھے۔

آپ بے شمار خوبیوں کے انسان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں ایسے فانی اور گداز تھے کہ اس عشق میں انہوں نے کسی بھی نقصان کی کوئی پرواہ نہ کی اس کے علاوہ ہمیشہ جو کمایا وہ سلسلہ کی خدمت میں دیا۔

امدادی کتب

ازالہ اوہام، آسمانی فیصلہ، آئینہ کمالات اسلام، انجام آتھم، مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ سوم، تاریخ احمدیت جلد اوّل، حیات احمد جلد دوم از حضرت مولانا یعقوب علی صاحب عرفانی۔ آئینہ جمالی تقریر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۲ء، البدر ۱۴ جنوری ۱۹۰۹ء، الحکم ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۸ء، الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۰۹ء، البدر ۱۳ جنوری ۱۹۰۹ء

اے مالکِ کون ومکاں آؤ مکیں کو لُوٹ لو!

(کلام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

مری سجدہ گاہ لُوٹ لو میری جبیں کو لُوٹ لو
میرے عمل کو لُوٹ لو اور میرے دیں کو لُوٹ لو

میری حیات و موت کا مالک ہو کوئی غیر کیوں
تم میری ہاں کو لُوٹ ، میری نہیں کو لُوٹ لو

رنج و طرب میرا سبھی بس ہو تمہارے واسطے
روحِ سرور لُوٹ لو ، قلبِ حزیں کو لُوٹ لو

جب جاں تمہاری ہوچکی پھر جسم کا جھگڑا ہی کیا
مِرا آسماں تو لُٹ چکا اب تم زمیں کو لُوٹ لو

نانِ جویں کے ماسوا دل میں مِرے ہوس نہیں
چاہو تو اے جاں آفریں نانِ جویں کو لُوٹ لو

گھر بار یہ میرا نہیں اور میں بھی کوئی غیر ہوں؟
اے مالک کون و مکاں آؤ مکیں کو لُوٹ لو

(ماہنامہ ''خالد'' نومبر، دسمبر ۱۹۶۳ء)

(اِس جگہ لُوٹنے سے مراد پاک محبت کی تاروں میں باندھ کر دوسرے کے مال و جان کو اپنا لینا ہے۔)

☆☆☆

مشاورتی بورڈ سے اشاعت کمیٹی تک

(مرتبہ: محمد عباس احمد صاحب)

''خالد'' کی ابتداء سے ہی اس کے معیار کو بلند کرنے اور اسے بہترین علمی وادبی رسالہ بنانے کے لئے مشاورت کا سلسلہ جاری ہے ۱۹۶۰ء میں جب ''خالد'' بعض لحاظ سے کمزوری کا شکار ہو رہا تھا۔ اس وقت کے صدر خدام الاحمدیہ مکرم میر داؤد احمد صاحب نے پہلی دفعہ باقاعدہ ایک مشاورتی بورڈ تشکیل دیا۔ اس کے قیام کا اعلان اور مقاصد دسمبر ۱۹۶۰ء کے ''خالد'' میں ان الفاظ میں شائع ہوئے۔

''مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے واحد ترجمان ماہنامہ ''خالد'' کے علمی معیار اور حلقہ اشاعت کی ترقی کے لئے جناب صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے ایک مشاورتی بورڈ کا قیام فرمایا ہے۔ احبابِ جماعت کی خدمت میں بالعموم اور قائدین وزعماء خدام الاحمدیہ کی خدمت میں بالخصوص درخواست ہے کہ وہ ازراہِ نوازش ''خالد'' کی ترقی و بہبود کے سلسلے میں اپنی مفید اور قیمتی تجاویز سے مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو جلد سے جلد مطلع فرمائیں تا وہ مشاورتی بورڈ کے سامنے رکھی جاسکیں۔ وہ نوجوان جو طباعت واشاعت کے کام میں خصوصی تجربہ رکھتے ہیں اِس درخواست کے اوّلین مخاطب ہیں''۔

اس بورڈ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اس کے صدر تھے (''خالد'' جنوری ۱۹۶۱ء)۔ آپ اس وقت نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تھے۔ مکرم عبدالشکور اسلم صاحب سیکرٹری مقرر ہوئے اور باقی ممبران درج ذیل تھے۔

۱۔ مکرم محمد اسماعیل منیر صاحب، ۲۔ مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب، ۳۔ مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب

یہ مشاورتی بورڈ (جسے اشاعت بورڈ بھی کہا جاتا تھا) چند سالوں تک بڑی کامیابی سے اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔ اور ''خالد'' کو پہلے سے ایک بہت بہتر مقام پر لے آیا۔ اس کے بعد حضور انور صدر مجلس خدام الاحمدیہ منتخب ہو گئے جس کی وجہ سے مشاورتی بورڈ پہلی صورت میں قائم نہ رہا لیکن ''خالد'' کی بہتری کے لئے مشاورت کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں جاری رہا۔ یہاں تک کے ۱۹۸۹ء میں مشاورتی بورڈ کی طرز پر باقاعدہ ایک اشاعت کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔

''خالد'' کے علمی معیار میں بہتری اور خریداری میں اضافہ کے علاوہ وہ کام جو صدر صاحب مجلس کمیٹی کے ذمے لگائیں، کمیٹی کے فرائض قرار پائے۔ یہ ایک مشاورتی کمیٹی ہے جسے اشاعت کمیٹی کا نام دیا گیا ہے۔ ۱۹۸۹ء سے ۲۰۰۲ء تک کی کمیٹیوں کے ممبران کے اسماء بغرض ریکارڈ تحریر ہیں۔

1989-90ء

۱۔ مکرم مرزا مسرور احمد صاحب صدر
۲۔ مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب سیکرٹری
۳۔ مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب ممبر
۴۔ مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب ممبر
۵۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب ممبر
۶۔ مکرم مبارک احمد خالد صاحب اعزازی ممبر

1990-91ء

۱۔	مکرم سید خالد احمد شاہ صاحب	صدر
۲۔	مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	سیکرٹری
۳۔	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب	ممبر
۴۔	مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب	ممبر
۵۔	مکرم مرزا غلام قادر صاحب	ممبر
۶۔	مکرم سلطان احمد مبشر صاحب	ممبر
۷۔	مکرم حمید اللہ نصرت پاشا صاحب	ممبر
۸۔	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	ممبر
۹۔	مکرم فضیل عیاض احمد صاحب	ممبر
۱۰۔	مکرم مبارک احمد خالد صاحب	اعزازی ممبر

1991-92ء

۱۔	مکرم مرزا عبدالصمد صاحب	صدر
۲۔	مکرم سلطان احمد مبشر صاحب	سیکرٹری
۳۔	مکرم مرزا غلام قادر صاحب	ممبر
۴۔	مکرم حمید اللہ نصرت پاشا صاحب	ممبر
۵۔	مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب	ممبر
۶۔	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	ممبر
۷۔	مکرم فضیل عیاض احمد صاحب	ممبر
۸۔	مکرم مبارک احمد خالد صاحب	اعزازی ممبر

1992-93ء

۱۔	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب	صدر
۲۔	مکرم سلطان احمد مبشر صاحب۔	سیکرٹری
۳۔	مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب	ممبر
۴۔	مکرم مرزا غلام قادر صاحب	ممبر
۵۔	مکرم حمید اللہ نصرت پاشا صاحب	ممبر
۶۔	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	ممبر
۷۔	مکرم فضیل عیاض احمد صاحب	ممبر
۸۔	مکرم مبارک احمد خالد صاحب	اعزازی ممبر

1993-94ء

۱۔	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب	صدر
۲۔	مکرم سلطان احمد مبشر صاحب	سیکرٹری
۳۔	مکرم سفیر احمد قریشی صاحب	ممبر
۴۔	مکرم مرزا غلام قادر صاحب	ممبر
۵۔	مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب	ممبر
۶۔	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	ممبر
۷۔	مکرم فضیل عیاض احمد صاحب	ممبر
۸۔	مکرم مبارک احمد خالد صاحب	اعزازی ممبر

1994-95ء

۱۔	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب	صدر
۲۔	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	سیکرٹری
۳۔	مکرم نصیر احمد صاحب انجم	ممبر
۴۔	مکرم قریشی سفیر احمد صاحب	ممبر
۵۔	مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب	ممبر
۶۔	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	ممبر
۷۔	مکرم سید صہیب احمد صاحب	ممبر
۸۔	مکرم مبارک احمد خالد صاحب	اعزازی ممبر

1995-96ء

۱۔	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب	صدر
۲۔	مکرم قمر احمد کوثر صاحب	سیکرٹری
۳۔	مکرم منصور احمد ناصر صاحب	ممبر
۴۔	مکرم شمشاد احمد قمر صاحب	ممبر
۵۔	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب	ممبر
۶۔	مکرم نصیر احمد انجم صاحب	ممبر
۷۔	مکرم مبارک احمد خالد صاحب	اعزازی ممبر

مشاورتی بورڈ

دائیں سے بائیں: مکرم مولانا محمد اسماعیل منیر صاحب، مکرم رفیق احمد ثاقب صاحب، حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)
مکرم عبدالشکور اسلم صاحب اور مکرم لطف الرحمٰن محمود صاحب (تصویر اندازاً 1961)

اشاعت کمیٹی 1990ء-1989ء

دائیں سے بائیں: مکرم مبارک احمد خالد صاحب، مکرم فضیل عیاض احمد صاحب، مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب
مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب (مہمانِ خصوصی)، حضرت مرزا مظفر احمد صاحب (مہمانِ خصوصی)، مکرم حافظ مظفر احمد صاحب (سابق صدرِ مجلس)
مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب، مکرم عبدالخالق خالد صاحب، مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب

اشاعت کمیٹی 2002ء-2001ء

دائیں سے بائیں: مکرم سلطان احمد خالد صاحب، مکرم اکبر احمد صاحب، مکرم اسفندیار منیب صاحب، مکرم شمشاد احمد قمر صاحب، مکرم سید محمود احمد صاحب (صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)، مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب، مکرم فرید احمد نوید صاحب، مکرم نصیب احمد بٹ صاحب

مجلس ادارت 2002ء-2001ء

دائیں سے بائیں کرسیوں پر: مکرم احمد طاہر مرزا صاحب، مکرم محمود احمد انیس صاحب، مکرم اسفندیار منیب صاحب، مکرم فرید احمد ناصر صاحب، مکرم منصور احمد نورالدین صاحب
کھڑے: مکرم محمد عباس احمد صاحب، مکرم شفیق احمد ججہ صاحب، مکرم طارق محمود صاحب، مکرم شیخ نصیر احمد صاحب، مکرم میر انجم پرویز صاحب، مکرم راجہ عطاء المنان صاحب

1996-97ء

۱۔ مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب صدر
۲۔ مکرم سلطان احمد مبشر صاحب سیکرٹری
۳۔ مکرم نصیر احمد انجم صاحب ممبر
۴۔ مکرم قمر احمد کوثر صاحب ممبر
۵۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب ممبر
۶۔ مکرم فخر الحق شمس صاحب ممبر
۷۔ مکرم مبارک احمد خالد صاحب اعزازی ممبر

1997-98ء

۱۔ مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب صدر
۲۔ مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب سیکرٹری
۳۔ مکرم نصیر احمد انجم صاحب ممبر
۴۔ مکرم سلیم الدین صاحب ممبر
۵۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب ممبر
۶۔ مکرم فخر الحق شمس صاحب ممبر
۷۔ مکرم مبارک احمد خالد صاحب اعزازی ممبر

1998-99ء

۱۔ مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب صدر
۲۔ مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب سیکرٹری
۳۔ مکرم نصیر احمد انجم صاحب ممبر
۴۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب ممبر
۵۔ مکرم فخر الحق شمس صاحب ممبر
۶۔ مکرم مبارک احمد خالد صاحب اعزازی ممبر

1999-2000ء

۱۔ مکرم قمر احمد کوثر صاحب صدر
۲۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب سیکرٹری
۳۔ مکرم نصیر احمد انجم صاحب ممبر
۴۔ مکرم فرید احمد نوید صاحب ممبر
۵۔ مکرم شمشاد احمد قمر صاحب ممبر
۶۔ مکرم مبارک احمد خالد صاحب اعزازی ممبر

(نوٹ: مکرم مبارک احمد خالد صاحب (مینیجر) 18 دسمبر 1999ء کو وفات پا گئے جس پر مکرم سلطان احمد خالد صاحب ابن مکرم مبارک احمد خالد صاحب نئے مینیجر بن کر اشاعت کمیٹی میں بطور اعزازی ممبر شامل ہوئے)

2000-2001

۱۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب صدر
۲۔ مکرم شمشاد احمد قمر صاحب سیکرٹری
۳۔ مکرم نصیر احمد انجم صاحب ممبر
۴۔ مکرم فرید احمد نوید صاحب ممبر
۵۔ مکرم اسفندیار منیب صاحب ممبر
۶۔ مکرم اکبر احمد صاحب ممبر
۷۔ مکرم سلطان احمد خالد صاحب اعزازی ممبر

2001-2002

۱۔ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب صدر
۲۔ مکرم شمشاد احمد قمر صاحب سیکرٹری
۳۔ مکرم اکبر احمد صاحب ممبر
۴۔ مکرم اسفندیار منیب صاحب ممبر
۵۔ مکرم فرید احمد نوید صاحب ممبر
۶۔ مکرم نصیب احمد صاحب ممبر
۷۔ مکرم سلطان احمد خالد صاحب اعزازی ممبر

میرا "تولیہ"

(کلام حضرت حسن رہتاسی صاحب)

میرے تن کی جان میرا تولیہ
ہاں خدائی شان میرا تولیہ
راحتِ رُوح رواں میرے لئے
رُوح تھا ایمان میرا تولیہ
عدل کی تھی کان میرا تولیہ
رحم کی دُکّان میرا تولیہ
مجھ سے سچ پوچھو تو میری جان تھا
گرچہ تھا بے جان میرا تولیہ
زیب ترکستان میرا تولیہ
زینت جاپان میرا تولیہ
فخر ہندوستان میرا تولیہ
نازشِ ایران میرا تولیہ
تھا مؤدب اور حاضر باش بھی
تابع فرمان میرا تولیہ
نہ تھی اس میں عادت آوارگی
تا کہ ہو چالان میرا تولیہ
صبح جا کر شام آتا کس طرح
تھا کوئی انسان میرا تولیہ
کر چکے قیمت ادا جب تو لیا
نہ کہ تھا تاوان میرا تولیہ

تولیہ پرسی کو آئے ہیں رفیق
چڑھ گیا پروان میرا تولیہ
ہونا ہی تھا ایک دن اچھا ہوا
ہوگیا نقصان میرا تولیہ
گھر کا مالک تھا مگر ٹھہرا فقط
تین دن مہمان میرا تولیہ
کس طرح دارالامان سے بہہ گیا
جانب ملتان میرا تولیہ
انجمن والوں نے شاید کردیا
شامل میزان میرا تولیہ
یا کروں اعلان میں "فاروق"(ا) میں
جس کا ہو عنوان میرا تولیہ
تولیہ میرا نہ تیرا تولیہ
دولتِ رحماں میرا تولیہ
خوب دیتے داد گر سنتے حسنؔ
حضرتِ حسّانؓ میرا تولیہ
غم سے ہو جائے نہ مالیخولیا
اے خدا! مل جائے میرا تولیہ

(ا) "فاروق" ایک اخبار جس کے ایڈیٹر حضرت میر قاسم علی صاحب تھے۔

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ

(مکرم فخر الحق شمس صاحب + مکرم انتصار احمد نذر صاحب)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک، انقلاب انگیز اور درخشندہ و تابندہ دور سے ہی جماعت احمدیہ میں بے لوث طبی امداد کا تاریخی آغاز ہو چکا تھا۔ قادیان اور اردگرد کے دیہات کے مریض آپ کے پاس دوا لینے آیا کرتے تھے۔ آپ بعض اوقات کئی کئی گھنٹے ان کو ادویہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے بعد خلفاء جماعت احمدیہ نے خدمت خلق کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی یونانی طب میں مہارت کا پورے ہندوستان میں شہرہ تھا۔ حضرت مصلح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا بھی ہومیو پیتھی میں گہرا مطالعہ اور دلچسپی تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہومیو پیتھی میں مہارت حاصل کرنے کے بعد خدمت خلق کا ایک عظیم الشان سلسلہ جاری فرمایا۔ خلافت کے منصب پر فائز ہونے سے قبل وقف جدید کے دفتر میں روزانہ ہومیو پیتھی کی ادویہ مفت دینے کا باقاعدہ سلسلہ آپ ہی نے جاری فرمایا تھا اس کے بعد ربوہ میں مفت ہومیو پیتھی علاج کے مراکز کی تعداد بڑھتی گئی۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ آج بے لوث علاج کرنے والا ربوہ میں سب سے بڑا ادارہ بن گیا ہے، جس کے تحت چلنے والے ذیلی کلینکس بھی اسی جذبہ سے سرشار ہو کر ہومیو پیتھی علاج کر رہے ہیں۔ ہزاروں مریضوں کا علاج کرنے والا یہ ادارہ دراصل ایک چھوٹی سی ڈسپنسری سے شروع ہوا تھا جس کا آغاز مکرم ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب نے کیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے یہ ڈسپنسری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بے پایاں شفقت اور منظوری کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر انتظام "طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ" کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ اس کی ترقیات، ہزاروں مریضوں کی آمد، نئے شعبہ جات، خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار عملے کے علاوہ بعض کارہائے نمایاں کی تفصیلات بھی اس مضمون میں بیان کی جائیں گی۔

ترقیات کی طرف گامزن

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ کے ہر کام میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے معجزانہ برکت رکھی ہے۔ اس میں روزانہ تقریباً پچاس فیصد مریض ربوہ سے باہر ملک کے طول و عرض سے آتے ہیں جن میں خاصی تعداد غیر از جماعت مریضوں کی بھی ہوتی ہے۔ طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ اور اس کے ذیلی کلینکس میں گزشتہ سال 80 ہزار سے زائد مریضوں نے علاج کروایا اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مریضوں کے علاج کروانے اور شفا پانے کا دائرہ کار وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے۔

حضور انور کے ہومیو پیتھی میں تحقیق کے متعلق ارشادات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس زمانے میں ہومیو پیتھی کی ترقی و ترویج کیلئے سال ہا سال کی پریکٹس اور تجربات کی روشنی میں MTA پر انقلاب انگیز ہومیو پیتھی کلاس کا اجراء فرمایا اور ہومیو پیتھک علاج کے سلسلہ میں نہایت گہری اور تفصیلی معلومات دیں جس کے بعد حضور انور نے "ہومیو پیتھی یعنی علاج بالمثل کے

موضوع پر ایک شہرہ آفاق کتاب بھی تالیف فرمائی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان ہومیو پیتھی لیکچرز میں جدید تحقیق کی بہت سی نئی راہوں کی طرف نشاندہی بھی فرمائی تا کہ احمدی ہومیو پیتھس ان خطوط پر چل کر حقائق دریافت کر سکیں۔ طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ کو یہ توفیق بھی حاصل ہوئی ہے کہ اس نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان 198 ہومیو پیتھک لیکچرز میں سے تحقیق سے متعلق ارشادات کو اکٹھا کیا ہے تا کہ تمام ہومیو پیتھس اپنی دلچسپی کے مطابق منظّم تحقیق میں حصّہ لے سکیں۔

نئی ادویات میں تحقیق

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ نے گزشتہ سال شہد اور زیتون سمیت 14 نئی ادویات کو پوٹینٹائز کر کے تجربات/پروونگز کیں۔

کمپیوٹر سافٹ ویئر

ادارے کے تحت ایک کمپیوٹر سافٹ ویئر بنایا گیا ہے جس میں آسانی سے لاکھوں مریضوں کا ریکارڈ رکھنے کی گنجائش موجود ہے یہ پروگرام دو نوجوان احمدی کمپیوٹر پروگرامرز مکرم مبشر احمد صاحب اور مکرم محمد عثمان قمر صاحب نے تیار کیا ہے۔ اس پروگرام میں مریضوں کی رجسٹریشن مکمل کیس ہسٹری وغیرہ مع تصاویر آسانی سے محفوظ کی جاسکتی ہیں۔ اس پروگرام میں ہر مریض کے ہر وزٹ پر چھ عدد تصاویر ریکارڈ کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔

اس پروگرام کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مریضوں کے کیسوں سے علامات حاصل کر کے ایک نئی ریپرٹری تیار کی جاسکتی ہے اور مریضوں کو امراض کے لحاظ سے تقسیم کر کے ان پر تحقیق کیلئے نوٹس آسانی سے تیار کر کے انہیں کتابی شکل میں ڈھالا جاسکتا ہے۔

پوٹینٹائزر

(ہومیو پیتھک ادویات تیار کرنے کی مشین)

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ کے زیر اہتمام آغاز میں ہومیو پیتھک ادویات ہاتھ سے تیار کی جاتی تھیں مثلاً اگر کسی دوائی کے مدر ٹنکچر سے 30 پوٹینسی کی دوائی بنانا مقصود ہوتی تو مختلف شیشیوں میں محلول کے ذریعے دوائی ڈالی جاتی، ہاتھوں سے جھٹکے دے کر مِکس کیا جاتا اور پھر محنت شاقہ کے بعد دوائی تیار کی جاتی تھی۔ اس سارے عمل میں محنت اور وقت بہت زیادہ درکار ہوتا تھا۔ دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو ہومیو پیتھک ادویات بنانے والی بڑی بڑی کمپنیاں دوائی بنانے کیلئے جو مشینیں استعمال کرتی ہیں وہ ہومیو پیتھی کے بانی ڈاکٹر سیموئیل کرسچن ہانیمن کے بیان کردہ دوائی بنانے کے طریقہ سے بالکل مختلف اور الگ ہیں۔ ان حالات میں طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ نے ایک ایسی مشین کی ضرورت محسوس کی جو نہ صرف محنت اور وقت کی بچت کرے بلکہ ڈاکٹر ہانیمن کے دوائی تیار کرنے کے طریقے سے قریب ترین بلکہ اس کے عین مطابق ہو۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مختلف مراحل کے بعد اب یہاں نئی ادویات تیار کرنے والا پوٹینٹائزر ڈیزائن کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے Centesimal سکیل پر ساڑھے چار منٹ میں 30 پوٹینسی، ستائیس منٹ میں 200 پوٹینسی اور دو گھنٹے بیس منٹ میں 1000 پوٹینسی کی دوائیاں تیار کی جاسکتی ہیں اور اسی طرح ایک لاکھ پوٹینسی تک بھی دوا تیار کی جاسکتی ہے۔

یہ پوٹینٹائزر ایک مخلص احمدی دوست مکرم مہر دین صاحب (ریف انٹینا ریلوے روڈ ربوہ) نے چھ ماہ کی دن رات کی محنت سے تیار کیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

گزشتہ سال دیکھے گئے مریضان کی تفصیل

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں گزشتہ سال ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب کو 198 مختلف مقامات سے 22 ہزار 293 مریض اور ربوہ سے 26 ہزار سے زائد اور بیرون از پاکستان سے 206 مریضوں کا علاج کرنے کی توفیق ملی۔ بیرون از ربوہ سینکڑوں مریضوں کی ادویات کوریئر سروس کے ذریعے ان تک پہنچائی گئیں۔اس طرح کل مریضوں کی تعداد 48 ہزار سے زائد بنتی ہے۔

ذیلی کلینکس

1۔بیت الصادق ہومیو پیتھک کلینک دارالعلوم غربی صادق میں شام کے وقت مکرم ڈاکٹر مقبول احمد ظفر صاحب خدمت کی توفیق پا رہے ہیں گزشتہ سال انہوں نے ربوہ سے 11 ہزار 879 اور بیرون ربوہ سے 660 مریضوں کو چیک کیا۔

2۔ناصر ہومیو پیتھک کلینک بیت الناصر دارالرحمت غربی میں مکرم ڈاکٹر ملک محمد داؤد صاحب کی وفات کے بعد (مکرم ڈاکٹر ملک محمد داؤد صاحب مربی سلسلہ جو اس ادارے کے ایک ذیلی کلینک ناصر ہومیو پیتھک کلینک بیت الناصر دارالرحمت غربی میں خدمات بجالا رہے تھے طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ کے ایک کام کیلئے مورخہ 25 اپریل 2002ء کو سفر پر جاتے ہوئے ایک حادثے میں وفات پا گئے ان کیساتھ ہی کار کے ڈرائیور مکرم عمران احمد صاحب بھی فوت ہو گئے مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب مربی سلسلہ اور مکرم حافظ محمد نصراللہ جان صاحب مربی سلسلہ کو بھی شدید چوٹیں آئیں جو ان کے ساتھ ہم سفر تھے۔اللہ تعالیٰ وفات یافتگان کے درجات میں اضافہ فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا فرمائے۔آمین۔) مکرم ڈاکٹر وسیم احمد مہار صاحب اور مکرمہ ڈاکٹر امۃ النصیر اطہر صاحبہ خدمت کی توفیق پا رہے ہیں انہوں نے گزشتہ سال 12 ہزار 892 مریضوں کو چیک کیا۔

3۔نور ہومیو پیتھک کلینک نصیر آباد میں مکرم ڈاکٹر لئیق احمد صاحب خدمت کی توفیق پا رہے ہیں انہوں نے اس کلینک میں گزشتہ سال 6 ہزار 220 مریضوں کو چیک کیا۔

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ اور اس کے ذیلی کلینکس کی ٹیم خدا تعالیٰ کے فضل سے ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب کی زیر نگرانی دن رات محنت میں مصروف ہے۔

ٹیم میں شامل ارکان کے نام درج ذیل ہیں:

حافظ عبدالحلیم خان صاحب، حافظ محمد نصراللہ جان صاحب، ڈاکٹر مقبول احمد ظفر صاحب، ڈاکٹر لئیق احمد صاحب، ڈاکٹر وسیم احمد مہار صاحب، محمد انور چیمہ صاحب، حافظ کرامت اللہ ظفر صاحب طاہر حمید صاحب، منور احمد صاحب، مبشر احمد صاحب، ڈاکٹر امۃ النصیر اطہر صاحبہ، طاہرہ منیر صاحبہ، خالدہ رفیق صاحبہ، مسز عفت حلیم صاحبہ، منورہ جبین صاحبہ

اللہ تعالیٰ اس ٹیم میں شامل خواتین وحضرات کی خدمت قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ میں معجزانہ شفا رکھ دے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔(آمین)

ہومیو پیتھک سے شفایابی کے واقعات

ذیل میں ہزاروں شفایابی کے واقعات میں سے مختلف امراض کے چند کیس چن کر پیش کئے جا رہے ہیں:-

☆محترمہ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ آف جرمنی پیٹ کے بعض عوارض کا شکار تھیں اور بطور خاص طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب سے اپنا علاج کروانے پاکستان آئیں۔محترم وقار صاحب نے انہیں الٹرا ساؤنڈ کروانے کا مشورہ دیا الٹرا ساؤنڈ رپورٹ کے مطابق ان کے پتہ میں 2.8 cm کی پتھری تھی۔چنانچہ ان کا علاج جاری رہا اور جب دو تین ماہ بعد دوبارہ الٹرا ساؤنڈ کروایا گیا تو یہ خوشکن بات سامنے آئی کہ پتہ کی پتھری مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی۔خاکسار نے ان سے ٹیلیفون پر گفتگو کی تو انہوں نے بتایا کہ میرا ہومیو پیتھک طریق علاج

پر اعتماد بڑھا ہے اور میں آپ لوگوں کیلئے دعا گو ہوں۔

☆ مکرم نصیر احمد انجم صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ لکھتے ہیں ہمارے ایک عزیز امیر احمد صاحب ابن منیر احمد سکنہ احمد نگر نزد ربوہ کراچی میں ڈرائیور تھے 1998ء میں دوران سفر انکی گاڑی کا خطرناک حادثہ ہوا جس میں امیر صاحب کو شدید چوٹیں آئیں اور ان کے ذھن پر بھی اس کے اثرات ہوئے وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگے فرضی منصوبے بنانے لگے بہت بولنا شروع کر دیا کراچی میں ایلو پیتھک علاج سے زخم تو ٹھیک ہو گئے۔ مگر ذہنی عارضے کا کوئی مداوا نہ ہوسکا۔ یہاں محترم وقار صاحب کے پاس انکا کیس پیش کیا آپ نے ہومیو پیتھک دوا کی صرف ایک خوراک تجویز کی جو دی گئی اور خدا کے فضل سے ٹھیک نشانے پر لگی اور دو گھنٹے بعد ہی انکی حالت بدل گئی گھر جا کر رونا شروع کر دیا اور پچھلے واقعات پر افسوس کرنے لگے اسکے بعد خدا کے فضل سے اب وہ ذہنی وجسمانی لحاظ سے بالکل تندرست ہیں۔

☆ چوہدری نصیر احمد صاحب نائب قائد ضلع اور سیکرٹری اصلاح وارشاد چیچہ وطنی ضلع ساہیوال بیان کرتے ہیں کہ اپریل 1997ء میں مجھے محسوس ہوا کہ بھوک برداشت نہیں ہوتی اور کمزوری ہو جاتی ہے میں نے ٹیسٹ کروایا تو پتہ چلا کہ شوگر ہے اور ساتھ ہی ایلو پیتھک ڈاکٹر نے یہ بھی بتایا کہ اس کا مستقل علاج نہیں ہے جتنی دیر دوائی کھاتے رہیں گے آرام رہے گا۔ اس پر دوستوں نے مشورہ دیا کہ آپ ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب سے ربوہ جاکر دوائی لیں۔ مئی 1998ء میں ربوہ آیا ڈاکٹر صاحب سے دوائی لینی شروع کر دی تین ماہ دوائی کھانے کے بعد ٹیسٹ کروائے پہلے سے قدرے کم شوگر تھی مزید چار ماہ دوائی کھانے کے بعد دسمبر 1998ء میں میری شوگر اللہ کے فضل سے بالکل ختم ہوگئی۔

☆ تصور اقبال (ابن محمد یعقوب کارکن خدام الاحمدیہ پاکستان) کو 1995ء میں دمہ لاحق ہو گیا۔ ایلو پیتھک علاج سے وقتی طور پر آرام آجاتا تھا لیکن اس کے بعد پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی۔ کھانسی اور بخار رہتا تھا اور ساتھ ہی سانس بھی پھول جاتا تھا ہسپتال سے چیک اپ کروایا تو انھوں نے کہا کہ بچے کو دمہ ہے۔ تقریباً ایک سال تک علاج کروایا لیکن مکمل طور پر افاقہ نہ ہوا۔ 1996 میں ڈاکٹر وقار صاحب سے رابطہ کیا اس وقت بچے کی عمر تقریباً 14 سال تھی ڈاکٹر صاحب نے بچے کا علاج شروع کیا ساتھ ڈائری میں اسکا ریکارڈ بھی رکھا دوائی کھانے سے بچے کے منہ پر فوراً پھنسیاں نکلیں جس سے بچے کا بخار اُتر گیا اور کھانسی بھی کم ہو گئی اس کے بعد دوائی جاری رہی کبھی کبھار بچے کو بخار ہو جاتا تھا الحمد للہ مکمل علاج کروانے کے بعد اللہ کے فضل وکرم سے بالکل ٹھیک ہو گیا۔

☆ مکرم داؤد احمد جاوید صاحب استاد نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ لکھتے ہیں: "خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے شادی کے ساڑھے پانچ سال بعد اولاد سے نوازا۔ الحمد للہ۔ ہماری شادی مئی 1996ء میں ہوئی۔ کئی برس ہر طرح کے علاج کروائے مگر فائدہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب سے تعلق تھا آپ نے باقاعدگی اور استقلال سے ہومیو پیتھک علاج کروانے کیلئے کہا اور پھر اللہ تعالیٰ نے خاص فضل کیا اور جنوری 2001ء میں میری اہلیہ امید سے ہوگئیں اس دوران میں بھی ہم نے ڈاکٹر صاحب سے مستقل رابطہ رکھا اور دوائی لیتے رہے اللہ تعالیٰ نے 8 اکتوبر 2001ء کو صحت مند بچی سے نوازا جو کہ اب 9 ماہ کی ہے۔

☆ عزیزم بشارت احمد ابن عبد الغفور صاحب دار النصر شرقی ربوہ آٹھویں کلاس میں پڑھتے ہیں پچھلے سال مارچ میں ایک ایکسیڈنٹ میں موٹر سائیکل کے سائلنسر کے ساتھ ان کی ٹانگ لگ کر بری طرح جل گئی ہسپتال سے تقریباً ایک

ماہ تک پٹیاں کرواتے رہے مگر ٹھیک طرح سے آرام نہیں آرہا تھا جب بھی پٹی کھولی جاتی تو اس کے ساتھ ہی خون بہنا شروع ہو جاتا تھا اور زخم خشک نہیں ہو رہا تھا۔ ڈاکٹرز کا مشورہ تھا کہ زخم کے ٹھیک ہونے کے بعد اس کی گرافٹنگ کروائیں یعنی جسم کے دوسرے حصّہ سے جلد لے کر متاثرہ حصّے پر لگوائیں۔ کیونکہ جہاں سے جلد جل چکی ہے وہاں دوبارہ گوشت نہیں بھر سکتا ظاہر ہے یہ ایک مہنگا علاج تھا۔ اس پر ان کی والدہ محترمہ ڈاکٹر صاحب کے پاس آئیں انہوں نے علاج شروع کیا اور پینے کیلئے بھی دوائی دی خدا کے فضل سے دو تین دن کے بعد ہی زخم خشک ہونا شروع ہو گیا اور مسلسل دو تین ماہ کے علاج کے بعد یہ زخم بالکل ٹھیک ہو گیا بلکہ گوشت بھی بھر گیا اور زخم والی جگہ پر چمکیلی سی جلد آ گئی جس کی رنگت اب آہستہ آہستہ دوسری جلد سے مل رہی ہے۔

☆ سلسلۂ احمدیہ کے معروف بزرگ محترم مولانا جلال الدین صاحب قمر جنہیں ایک لمبا عرصہ مشرقی افریقہ اور فلسطین میں خدمات بجالانے کا موقع ملتا رہا اور پندرہ سال سے زائد عرصہ جامعہ احمدیہ میں بھی پڑھایا اس وقت ان کی عمر 78 سال ہے آپ کو چند سال قبل فالج کا حملہ ہوا۔ انکی بیماری اور پھر شفا کے حوالے سے خاکسار ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تفصیل پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ میرے جسم کا پورا بایاں حصّہ مکمل طور پر مفلوج ہو گیا تھا۔ محترم وقار منظور بسرا صاحب نے علاج شروع کیا وہ خود تقریباً روزانہ تشریف لاتے اور مختلف ادویات استعمال کرواتے میں نے پختہ یقین کے ساتھ دوائی استعمال کرنی شروع کی اور گھبرایا نہیں جو دوائی میں لے رہا تھا اس سے میں نے رفتہ رفتہ طاقت محسوس کرنی شروع کی اور تھوڑا تھوڑا چلنا شروع کر دیا شروع میں زبان پر بھی اثر تھا اور بات صاف نہیں ہوتی تھی لیکن رفتہ رفتہ چلنے میں بھی بہتری آئی اور زبان بھی صاف ہو گئی جو دوائی مجھے دی جاتی تھی وہ میں باقاعدہ لیتا تھا خدا تعالیٰ کے فضل سے بیماری نے پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ ان کی بیماری کے حوالے سے محترم وقار صاحب نے خاکسار کو بتایا کہ میری ان کی بیماری کے حوالے سے مختلف ڈاکٹرز سے بھی گفتگو ہوتی رہتی تھی وہ عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے شفایابی کیلئے زیادہ پر امید نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہومیو پیتھک علاج سے اس عمر میں بھی انہیں شفا حاصل ہوئی اور اس کے بعد محترم مولانا صاحب مختلف تقاریب میں تشریف لے جانے لگے اور کچھ وقت اس بیماری کے بعد بھی جامعہ احمدیہ میں انہوں نے پڑھایا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہیں۔

☆ آنسہ پروین صاحبہ اہلیہ محمد انور صاحب رحمٰن کالونی ربوہ نے بتایا کہ 1997ء میں میرے سینے میں درد ہوئی اور ساتھ ہی میرے سارے جسم پر بڑے بڑے کالے دھبے بننے شروع ہو گئے مجھے سرکاری ہسپتال کی سہولت میسر تھی میں نے جون 1997ء میں سرگودھا C.M.H. سے چیک اپ کروایا انہوں نے مجھے فوری داخل کر لیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ آپکے دل کے دو والو سکڑ گئے ہیں جن کا ٹھیک ہونا بہت مشکل ہے دسمبر 1998ء میں محترم ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب سے رابطہ کیا اور C.M.H. کا تمام ریکارڈ چیک کروایا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بڑی شفقت سے علاج شروع کیا پہلی ہی خوراک سے کچھ فرق محسوس ہوا پھر میرا معمول یہ تھا کہ ٹیسٹ C.M.H. سے کرواتی اور علاج محترم ڈاکٹر صاحب سے کرواتی۔ انہوں بڑی محنت اور لگن سے علاج کیا اگر مجھے زیادہ تکلیف ہوتی تو ڈاکٹر صاحب میرے گھر آ کر مجھے دوائی دے جاتے بلکہ دن میں کئی کئی بار آتے اور بار بار دوائی تجویز کرتے کچھ عرصہ بعد E.C.G. کروایا تو CMH والوں نے کہا کہ دل کی تکلیف بالکل نہیں ہے الحمدللہ۔ میں حضور انور کی خدمت میں دعائیہ

خطوط بھی لکھتی رہتی تھی بس یہ میری بیماری کی شفا اللہ کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

☆ مکرم شوکت علی صاحب (ابن غلام رسول صاحب چک 98 شمالی سرگودھا) یرقان کی ایک انتہائی موذی شکل Hepatitis-B کا شکار ہوئے اور ان کی حالت اس حد تک بگڑ گئی کہ ان کے عزیز رشتہ دار ان کی صحت یابی سے مایوس ہو گئے لیکن خدا نے محض اپنے فضل سے طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ذریعے انہیں شفا بخشی اور اب بالکل صحت یاب ہو چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ گذشتہ سال اگست 2001ء میں مجھے تقریباً ایک ہفتہ بخار رہا کچھ ادویات مقامی طور پر لینے سے بخار اتر گیا لیکن طبیعت میں بے حد کمزوری رہ گئی اور ساتھ ہی آنکھوں کی پیلاہٹ نمودار ہونی شروع ہوئی اس وقت مجھے ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا جس نے معائنہ اور ٹیسٹ کرنے کہ بعد مجھے بتایا کہ آپکو Hepatitis-B ہے حالت یہ تھی کہ بھوک بالکل مر چکی تھی حتیٰ کہ پانی پینے سے بھی الٹی ہو جاتی تھی ڈاکٹرز سے انگریزی علاج کروایا مگر آرام نہ آیا آخر یہاں پہنچا اور محترم وقار صاحب نے مجھے دوائی دی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ہفتہ کے استعمال کے بعد طبیعت میں بہتری کے آثار پیدا ہو گئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ دوائی کھانے سے پہلے بھی ٹیسٹ کروالیں اور دوائی کھانے کے بعد بھی ٹیسٹ کروائیں تو فرق صاف طور پر سامنے آجائے گا جب لیبارٹری سے ٹیسٹ کروایا گیا تو رپورٹ بالکل ٹھیک نکلی کچھ عرصہ کے بعد مزید تسلی کے لئے جب دوبارہ ٹیسٹ کروایا گیا تو پھر رپورٹ صحیح ہی نکلی لیبارٹری ٹیکنیشن نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کس سے علاج کروایا چنانچہ میں نے اس کو تفصیل بتائی وہاں پر Hepatitis کے کچھ مریض بھی آئے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ ہم تو اپنے جانور تک بیچ چکے ہیں لیکن ہمیں آرام نہیں آیا چنانچہ بعض اور لوگوں کو بھی میں نے یہاں بھیجا اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے مکمل شفا ہو چکی ہے۔

☆ کشمیر کے رہنے والے ایک شخص ذوالفقار کی کہانی سنئے جس کے بیٹے کو معجزانہ شفا ملی اس نے بتایا: "میں کشمیر کا رہنے والا ہوں اور فوج میں ملازم تھا جب میرے بچے (کامران بعمر 4 سال) کو نمونیہ ہوا تو لاہور کے ایک ڈاکٹر سے دوائی لی جس کے بعد تکلیف اور بڑھ گئی۔ چنانچہ جنوری 2000ء میں اسے میو ہسپتال میں داخل کرا دیا اس کے بعد بچہ 8 دن ہسپتال میں داخل رہا لیکن شفا نہ ہوئی۔ ہسپتال سے بچے کو لے آیا اور بہت ڈاکٹروں سے رابطہ کیا لیکن بچے کی حالت اور بگڑتی گئی۔ میرے سسرال جماعت احمدیہ بھی ضلع شیخوپورہ سے تعلق رکھتے ہیں (میں احمدی نہیں تھا) میری بیوی کے تایا زاد محمد اسلم نے بچے کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ آپ نماز پڑھیں اور دعا کریں گڑھی شاہو میں جمعہ ہو رہا تھا انہوں نے بچہ کے لیے دعا کروائی اور کہا ڈاکٹر وقار صاحب کو ربوہ میں دکھاتے ہیں ربوہ چلے گئے۔ بچے کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحب نے دوائی دی اور کہا کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگر الٹی آجائے تو انشاء اللہ بچہ بچ جائے گا اس کے بعد جب دوائی دی گئی تو ہم دوبارہ دارالضیافت میں آ گئے۔ دوائی دینے کے آدھے گھنٹہ کے بعد الٹی آ گئی جو الٹی تھی وہ ایسی تھی جیسے کالی سیاہی ہوتی ہے اس الٹی آنے کے بعد بچے نے پھر پانی مانگا پھر اس کے بعد شام کے وقت جا کر پھر دکھایا ڈاکٹر صاحب نے دوائی دی اور کہا کہ اس کے بعد پھر الٹی آئے گی اور ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی کہا کہ نماز پڑھنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنی ہے۔ اس کے بعد جب ہم واپس آئے تو دوبارہ الٹی آئی اس سے بچے کی رنگت میں بہتری ہو گئی۔ میں نے خدا تعالیٰ کے حضور یہ نیت کی تھی کہ اگر میرا بچہ ٹھیک ہو گیا

تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔ میرا بچہ ٹھیک ہو گیا۔ ہم نے الحمدللہ سچائی کو تسلیم کرلیا اور اسی وقت حضور کو خط میں تمام حالات بھی لکھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میرے گھر بچہ ہونے والا تھا تو میں نے تمام حالات حضور کو خط میں لکھے اور ڈاکٹر وقار صاحب کا حوالہ بھی دیا۔ حضور کا جواب آیا کہ اگر بیٹا ہوا تو اس کا نام "وقار ذوالفقار" رکھنا اور اگر بیٹی ہوئی تو اس کا نام "عروسہ" رکھنا۔ بیٹا ہوا اور ہم نے وقار نام رکھ دیا۔''

☆ مکرم مبشر احمد صاحب طاہر جو گزشتہ 25 سال سے جرمنی میں مقیم ہیں ان کی بچی کو نہایت ہی پریشان کن بیماری لاحق ہو گئی۔ خاکسار نے بچی کے والدین سے ٹیلی فون پر جرمنی میں تفصیلی بات چیت کی مکرم مبشر احمد صاحب طاہر کی بیگم صاحبہ نے بتایا کہ تقریباً ایک ڈیڑھ سال قبل میں نے محسوس کیا کہ بچی کا قد بڑھنا رک گیا ہے چنانچہ قریبی ہسپتال میں بچی کے ٹیسٹ وغیرہ کروائے گئے تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک تھا اس پر ڈاکٹرز نے بڑے ہسپتال کی طرف ریفر کر دیا انہوں نے مزید تفصیلی ٹیسٹ کئے اور بتایا کہ اس بچی کو گندم سے الرجی ہے اس لئے یہ بچی گندم سے بنی ہوئی کوئی چیز کبھی نہیں کھا سکتی اس کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں کہ اس کو گندم سے پرہیز کروایا جائے جرمنی کے ڈاکٹروں نے مزید بتایا کہ اس بیماری میں معدے کی اندرونی تولیہ نما جھلی متاثر ہوتی ہے اور یہ بیماری آگے جا کر کینسر کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے ڈاکٹر بتاتے تھے کہ اس بیماری کے مریض عموماً افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا گرمیوں کی چھٹیوں میں پاکستان جانے کا پروگرام بن گیا وہاں میری بہن اور بہنوئی جو شیخوپورہ میں رہتے ہیں انہوں نے ہمیں طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ جانے کا مشورہ دیا اس پر ہم ربوہ آ گئے۔ ہم بڑے فکر مند تھے سب سے بڑی تکلیف یہ تھی کہ گندم تو ہماری خوراک کا ایک لازمی حصہ ہے اس سے پرہیز

کیسے کیا جائے۔ ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب سے مل کر ہمیں بہت تسلی ہوئی ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بالکل نہ گھبرائیں اور بچی کو فوراً گندم کھلانا شروع کر دیں۔ گندم سے پرہیز بالکل ختم کر دیں۔ اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے گندم کی الرجی اور بچی کے قد کا علاج شروع کر دیا۔ ہم نے اسی دن سے بچی کو گندم سے بنی ہوئی ہر طرح کی چیز کھانے کی اجازت دے دی۔ دوسری طرف ہم ڈاکٹر وقار صاحب کا علاج جاری رکھے ہوئے تھے اور ہر تین ماہ بعد بچی کا الرجی ٹیسٹ کرواتے رہے۔ چونکہ ڈاکٹر وقار صاحب سے ملنے کے بعد ہم نے بچی کو گندم استعمال کروانی شروع کر دی تھی اس لئے جب ہم واپس آئے اور بچی کا الرجی ٹیسٹ کروایا تو ایک دفعہ تو ٹیسٹ میں الرجی بہت زیادہ بڑھی ہوئی آئی۔ لیکن تین ماہ بعد ٹیسٹ کروایا تو پھر اس کی مقدار کم ہو گئی اور اس طرح کم ہوتی گئی اور کچھ عرصہ قبل کروائے گئے ٹیسٹ کے مطابق بچی کی گندم سے الرجی بالکل ختم ہو گئی الحمدللہ۔ اور اب وہ بالکل ٹھیک ہے"۔ بچی کی والدہ نے بڑی خوشی سے بتایا کہ ہومیو پیتھک دوا کے استعمال سے خدا کے فضل سے بچی کا قد مجھ سے بھی لمبا ہو گیا ہے اور دیگر کزنز سے بھی اس کا قد لمبا ہو گیا ہے۔ جن سے مقابلہ کرتے ہوئے مجھے بچی کا قد چھوٹا محسوس ہوتا تھا۔ بچی کی والدہ نے کہا کہ حضور انور کی ہومیو پیتھی میں گہری دلچسپی کی وجہ سے مجھے اس پر اعتقاد تھا۔ یہ محض خدا کے فضلوں اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اس قسم کے معجزات رونما ہو رہے ہیں۔

☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بحیثیت "سلطان القلم"

(مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔ مؤرخ احمدیت)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلیل القدر علمی شخصیت اور آپ کا پیدا کردہ انقلابی لٹریچر کسی تعارف کا ہرگز محتاج نہیں ہے۔ یہ لٹریچر خدا تعالیٰ کے فضل سے اکناف عالم تک پہنچ چکا ہے اور قبولیت عامہ کی سند حاصل کر چکا ہے۔ یہ وہ آسمانی خزانہ اور لازوال دولت ہے جو قرنوں اور صدیوں سے پوشیدہ چلی آ رہی تھی اور جسے ظاہر اور دنیا میں تقسیم کرنا آنحضرت ﷺ کے ایک عظیم الشان روحانی فرزند کے ذریعہ سے مقدر تھا۔ جیسا کہ آیت انا اعطینک الکوثر میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ عربی لغات میں کوثر کے ایک معنی الرجل کثیر العطاء والخیر یعنی بہت سخی انسان کے بھی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مقدس تحریرات کی صورت میں علوم و معارف کے لعل و جواہر جس درجہ سخاوت سے تقسیم فرمائے۔ (دین حق) کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس کی نظیر تلاش کرنا بے سود ہے۔ چنانچہ حضور نے نوے کے قریب تصانیف فرمائیں جو کم و بیش پونے دس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں (خطوط و اشتہارات کا وسیع سلسلہ جو اپنی ذات میں علم و معرفت کا ایک بھاری گنجینہ ہے اس کے علاوہ ہے) یہ تمام تر تصانیف ایسے عالم میں معرض وجود میں آئیں کہ بیرونی طور پر آپ کے خلاف شورش کا بے پناہ طوفان برپا تھا۔ اندرونی طور پر آپ کو دورانِ سر اور ذیابیطس کے مستقل عوارض لاحق تھے۔ جن کی موجودگی میں کوئی ٹھوس علمی کام ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر گھریلو ماحول میں آپ کو پوری طرح وہ یکسوئی اور خلوت اور ذہنی سکون میسر نہیں آ سکا جو تصنیف و تالیف کی فضا کے لئے ضروری قرار دیا جاتا ہے چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے "سیرت مسیح موعود" میں اپنی چشم دید شہادت کی بناء پر تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں اور پاس ہنگامہ قیامت برپا ہے۔ ...... مگر حضرت یوں لکھے جا رہے ہیں اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں۔ یہ ساری لانظیر اور عظیم الشان کتابیں عربی، اردو، فارسی کی ایسے ہی مکانوں میں لکھی ہیں"۔

اس پورے ماحول کا نقشہ سامنے رکھنے کے بعد اگر یہ بھی دیکھا جائے کہ حضور علیہ السلام نے باقاعدہ کسی مکتب یا مدرسہ سے تحصیل علم نہیں کیا تو حضورؑ کی ان مقدس تصانیف کی اعجازی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب آپؑ نے دعویٰ مسیحیت فرمایا۔ تو آپ کے بعض شدید مخالف آپ کے لئے "منشی" تک کا لفظ استعمال کرنے میں بھی اس لفظ کی توہین سمجھتے تھے۔ مگر جناب الٰہی سے جب آپ پر آسمانی علوم کا بارش کی طرح نزول ہوا تو آپ کے قلم نے معارف و حقائق کے دریا بہا دیئے اور آپ کو انشاء پردازی کی ایسی غیر معمولی فولادی قوت و طاقت عطا ہوئی کہ آسمان پر آپ کو "سلطان القلم" کا تاج پہنایا گیا اور خصوصاً آپ کی عربی تحریرات کے مقابل فصحائے عرب و عجم کی زبانیں گنگ ہو گئیں، ہاتھ شل ہو گئے اور قلم ٹوٹ گئے۔

حضور کی تصانیف میں ان تمام مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے جو عصر حاضر میں (دین حق) اور کفر کی آخری جنگ میں ...... درپیش ہیں اور آج جو شخص بھی (دین حق) کا دفاع کرنے اور دین مصطفیٰ کی اشاعت و ترویج کا فریضہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ اس زبردست علمی خزانہ سے

بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ پس دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے اب وقت آ گیا ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو پڑھنے اور پڑھانے اور اس کے مضامین کو دماغوں اور ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے ایک ہمہ گیر جدوجہد کا آغاز کیا جائے۔ اس بارے میں سب سے زیادہ ذمہ داری ہم نوجوانان احمدیت پر عائد ہوتی ہے کہ ہم ان روحانی خزائن کی قدر و قیمت کو سمجھیں۔ اس کا کثرت سے مطالعہ کریں۔ اس کے مضامین و مطالب کی وسیع اشاعت کریں اور اس کو اپنی آئندہ علمی ریسرچ کی ایسی مضبوط بنیاد بنائیں کہ ان کی طرزِ تحریر، اسلوب بیان او رانداز فکر سے خود حضرت مسیح موعودؑ کے چہرہ مبارک کی جھلک دکھائی دینے لگے۔ اور یہ جھلک اتنی موثر ہو کہ دنیا کے دوسرے ادیب و مصنف اس کو اپنانے اور اس کی تکمیل کرنے میں اپنا فخر محسوس کریں۔ نونہالان احمدیت آیئے ہم نہ صرف خود آسمانی زمردوں، موتیوں اور یاقوتوں سے اپنا دامن بھر لیں بلکہ دوسری تمام دنیا کو بھی اس سے مالامال کرنے کا فیصلہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہمیشہ توفیق دیتا رہے۔ آمین

بانی خدام الاحمدیہ کا پرشوکت پیغام

بالآخر عرض ہے کہ حضرت بانی خدام الاحمدیہ سیدنا مصلح موعود نے ۱۹۲۵ء میں عالمگیر جماعت احمدیہ کے نام درج ذیل پیغام دیا جس سے حضرت اقدس کے منصب "سلطان القلم" کی عظمت وجلالت شان پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے۔...... اس لئے آپ کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دنیا کی ساری کتابوں اور تحریروں سے بیش قیمت ہے اور اگر کبھی یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کی ایک سطر محفوظ رکھی جائے یا سلسلہ کے سارے مصنفین کی کتابیں؟ تو میں کہوں گا آپ کی ایک سطر کے مقابلہ میں یہ ساری کتابیں مٹی کا تیل ڈال کر جلا دینا گوارا کروں گا مگر اس سطر کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دوں گا" (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۵ء صفحہ ۳۹)

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا

اثر اُس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

بے وفا کہنے کی شکایت ہے
تُو بھی وعدہ وفا نہیں ہوتا

ذکرِ اغیار سے ہوا معلوم
حرفِ ناصح برا نہیں ہوتا

کس کو ہے ذوقِ تلخ کامی لیک
جنگ بن کچھ مزا نہیں ہوتا

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے
ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

اس نے کیا جانے کیا کیا لے کر
دل کسی کام کا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیوں کر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

دامن اُس کا جو ہے دراز تو ہو
دستِ عاشق رسا نہیں ہوتا

چارۂ دل سوائے صبر نہیں
سو تمہارے سوا نہیں ہوتا

کیوں سنے عرضِ مضطر اے مومن!
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

(مومن خان مومنؔ)

آداب مجلس

(حضرت میر محمد اسحاق صاحب)

دنیا میں مجلس کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک شادی کی مجلس ہوتی ہے ایک وعظ کی مجلس ہوتی ہے۔ میں وہ آداب بتاؤں گا جو تمام قسم کی مجلسوں پر حاوی ہوں مگر پہلے یہ سن لو کہ ملنے سے کئی قسم کے نقص پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً اکیلا آدمی غیبت نہیں کرسکتا۔ غیبت کا مرتکب انسان اس وقت ہوتا ہے جب کسی سے ملے۔ معلوم ہوا کہ ایسے گناہ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے مجالس میں نہایت محتاط ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔

☆ **پہلا ادب** مجلس کا یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مجلس میں آئے تو دوڑ کر نہ آئے اور سکینت کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کہ علیکم الوقارَ السکینة (تمہیں وقار اور سکینت اختیار کرنی چاہیئے)

☆ **دوسرا ادب** یہ ہے کہ (کوئی شخص) کسی مجلس میں لوگوں کو پھلانگ کر نہ جائے۔ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جمعہ کی نماز میں لوگوں کو پھلانگ کر نہ آؤ۔ اس سے جمعہ کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ حدیث میں ہے یجلس حیث ینھی المجلس (اگر آگے جگہ نہ ہو تو جہاں تک لوگ بیٹھے ہیں وہیں بیٹھ جائیں)

☆ **تیسرا ادب** یہ ہے کہ مجلس میں جا کر کوئی لغو حرکت نہ کرے۔ مثلاً میز یا کرسی کو جو اس قسم کی ہو نہ ہلائے۔ خاموشی سے بیٹھے اور اہل مجلس کا خیال رکھے۔ زبان سے بھی خاموش رہے۔ ہاتھ پیر بھی نہ ہلائے۔ کہ یہ بھی خاموشی کے خلاف ہے۔ ہاں اپنی باری اور ضرورت پر بات کرے۔

☆ **چوتھا ادب** یہ ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر اپنے پاس والے سے کسی قسم کی بات چیت نہ کرے آپس میں کانا پھوسی کرنا ادب کے خلاف ہے۔ سامعین میں سے کسی کو چپ کرانا ہو تو ہاتھ کے اشارے سے چپ کرا سکتا ہے۔

☆ **پانچواں ادب**۔ اباسی لینا (جمائی لینا)، ڈکار لینا، انگلیاں چٹخانا، انگڑائی لینا یہ تمام باتیں بھی ادب کے خلاف ہیں۔ اپنے اوپر قابو رکھنا چاہیئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر کنکریوں سے نہ کھیلو۔

☆ **چھٹا ادب** مجلس کا استماع ہے۔ یعنی غور سے سننا کان لگا کر سننے کہ خطیب کیا کہہ رہا ہے۔

☆ **ساتواں ادب** آنے والے کو جگہ دینا اور خود سکڑ کر بیٹھ جانا (ہے) قرآن شریف میں ہے۔ اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا۔ (جب تمہیں کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل جایا کرو)۔

☆ **آٹھواں ادب** یہ ہے کہ اہل مجلس سے اجازت کے بغیر نہ جائے۔

☆ **نواں ادب** یہ ہے کہ خطیب کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔ ادھر ادھر نہ دیکھے لیکچرار کی طرف متوجہ رہے اور غور سے سنے۔

☆ **دسواں ادب** یہ ہے کہ مجلس میں جب کوئی اچھی بات سنے نوٹ کر لے اور اس پر عمل کرے۔ حدیث میں ہے کہ اکتبوا عنی ولو کان حدیث (میری طرف سے جو بات ہوا سے لکھ لیا کرو خواہ وہ چھوٹی سی بات ہی کیوں نہ ہو)۔

☆ **گیارھواں ادب** یہ ہے کہ جب کوئی بات پوچھنی ہو تو کھڑے ہو کر پوچھے یہ بھی ایک ادب ہے۔

☆ **بارھواں ادب** یہ ہے کہ دوران گفتگو نہ بولے اٹھ کر چپ چاپ کھڑا ہو جائے۔ صدر مجلس خود بخود پوچھے گا۔

☆ **تیرھواں ادب** یہ ہے کہ مجلس میں میر مجلس کو مخاطب

کرے کسی اور کو نہ کرے۔

☆**چودھواں ادب** یہ ہے کہ اگر مجلس میں کسی شخص سے کوئی ناجائز حرکت سرزد ہو جائے تو ہنسنا نہیں چاہیئے۔ پس دوسرے کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اسی بات پر ایک خطبہ پڑھا کہ کسی کے اونگھ جانے پر یا غلط جواب دینے پر یا ہوا خارج ہونے پر ہنسنا نہیں چاہیے ہوسکتا ہے کہ یہ نقص تم میں بھی پیدا ہو جائے اور اس سے بڑھ کر لوگ اس پر ہنسیں۔

☆**پندرہواں ادب** یہ ہے کہ مجالس میں کوئی ایسی چیز نہ کھا کر آئیں جس سے لوگوں کو تکلیف ہو۔ نہ ایسا لباس پہن کر جائے جس سے بدبو آتی ہو اور تعفن کی وجہ سے لوگ کراہت کریں اس لئے مجلس میں نہا دھو کر جائے اس طرح مجلس میں تھوکنا بھی ادب کے خلاف ہے۔

☆**سولہواں** ادب حرکات فی الانضباط یعنی مجلس میں بیٹھ کر اپنی حرکتوں کو قابو میں رکھنا اس کا نام خشوع ہے۔

☆**سترہواں ادب** یہ ہے کہ جن سامانوں سے مجلس یا جلسہ قائم کیا گیا ہے بعد اختتام جلسہ ان کو وہاں پہنچا دو جہاں سے لائے تھے یا پہنچانے والے کی مدد کرو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جلسہ یا مجلس ختم ہونے کے بعد سارے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور سامان پڑا رہ جاتا ہے۔ چند آدمی رہ جاتے ہیں جنہیں بعد میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ پس یہ بھی ایک اچھی بات ہے کہ سامان جہاں سے لایا گیا تھا جلسہ ختم ہونے کے بعد سارے مل کر وہاں پہنچا دیں۔

☆**اٹھارواں ادب** یہ ہے کہ مجلس میں کسی کو اُٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ اسی طرح جب کوئی شخص اُٹھ کر کسی کام یا کسی حاجت کو جائے تو اس کی جگہ نہ بیٹھے۔

☆**انیسواں ادب** جب کسی مجلس سے اُٹھے تو استغفار کرے کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے کسی کی غیبت کی ہو یا کوئی اور بری بات منہ سے نکال دی ہو۔ جس کا وبال اس پر پڑے اس لئے استغفار کرے۔

(ریویو آف ریلیجنز جون ۱۹۳۵ء صفحہ ۴۱ تا ۴۳)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام آداب کی اہمیت سمجھنے اور روزمرہ مجالس میں ان کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چراغِ دشت کی لَو ہِل گئی ہے

(مضطر عارفی*)

چراغِ دشت کی لَو ہِل گئی ہے
سواری دل کی بے منزل گئی ہے

بڑی بے کیف تھی شامِ غریباں
تم آئے ہو تو جیسے کِھل گئی ہے

تری محفل میں میری نگہ گستاخ
جھگڑنے آئی تھی قائل گئی ہے

تجھے تیری شہنشاہی مبارک
مجھے میری فقیری مل گئی ہے

کوئی ڈوبا تو ہے دریا میں مضطر
بڑی خلقت سوئے ساحل گئی ہے

(ماہنامہ ''خالد'' جولائی ۱۹۵۷ء)

(* مضطر عارفی کے قلمی نام سے چھپنے والی یہ غزل استاذی المکرم چوہدری محمد علی صاحب کی ہے)

گذشتہ پچاس سالوں میں بننے والے

کرکٹ کے عالمی ریکارڈز

(مکرم قیصر محمود صاحب۔ دارالعلوم جنوبی ربوہ)

ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ اگرچہ سوا سو سال پرانی ہے لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ کرکٹ کے اکثر عالمی ریکارڈ گذشتہ پچاس سالوں کے دوران بنے۔ آپ کی دلچسپی اور معلومات کیلئے ٹیسٹ اور ون ڈے کرکٹ کے کچھ ریکارڈ لے کر حاضر ہیں۔ ان ریکارڈز میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کی ریکارڈ بک میں کوئی خاص حیثیت نہیں۔ لیکن وہ دلچسپ ضرور ہیں۔

ٹیسٹ کرکٹ

بہترین ٹیم اسکور

کسی ٹیم کا ایک اننگ میں زیادہ سے زیادہ اسکور سری لنکا کا ہے۔ سری لنکا نے 97-1996ء میں انڈیا کے خلاف 952 رنز 6 وکٹوں کے نقصان پر بنائے۔

کم تر ٹیم اسکور

نیوزی لینڈ وہ بدقسمت ٹیم ہے جو انگلینڈ کے خلاف 55-1954 میں صرف 26 اسکور پر آؤٹ ہوگئی جو ٹیسٹ کرکٹ میں کسی بھی ٹیم کا کمتر اسکور ہے۔

بہترین انفرادی اسکور

ویسٹ انڈیز کے برائن لارا بہترین انفرادی اسکور کے مالک ہیں۔ لارا نے انگلینڈ کے خلاف 94-1993ء میں 375 رنز بنائے۔

بہترین انفرادی بالنگ

انگلینڈ کے جم لیکر بہترین بالنگ کے مالک ہیں۔ انہوں نے آسٹریلیا کے خلاف مانچسٹر کے مقام پر 1956ء میں 90 رنز دیکر 19 وکٹیں حاصل کیں۔

سب سے زیادہ چھکے

ٹیسٹ کرکٹ کی ایک اننگ میں سب سے زیادہ چھکے لگانے کا ریکارڈ پاکستان کے وسیم اکرم کے پاس ہے۔ وسیم اکرم نے 97-1996ء میں زمبابوے کے خلاف 12 چھکے لگائے۔

سب سے زیادہ چوکے

ٹیسٹ کرکٹ کی ایک اننگ میں سب سے زیادہ چوکے لگانے کا ریکارڈ انگلینڈ کے جان ایڈرچ کے پاس ہے۔ اس نے یہ ریکارڈ 1965ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف اپنی 310 رنز کی اننگ میں 52 چوکے لگا کر حاصل کیا۔

اگر ہم ایک اوور میں سب سے زیادہ چوکے لگانے کی بات کریں تو انڈیا کے سندیپ پاٹیل کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ اس نے انگلینڈ کے مشہور زمانہ فاسٹ بالر باب ولس کو اوور کی ہر بال پر چوکا لگایا۔

کم عمر ٹیسٹ کرکٹر

سب سے کم عمری میں ٹیسٹ کرکٹ کیریئر کا آغاز کرنے والے پاکستان کے حسن رضا ہیں۔ حسن رضا نے 97-1996ء میں زمبابوے کے خلاف پہلا ٹیسٹ کھیلا تو اُنکی عمر صرف 14 برس اور 227 دن تھی۔

سب سے زیادہ سنچریاں

ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ سنچریاں انڈیا کے سنیل گواسکر نے بنا رکھی ہیں جن کی تعداد 34 ہے۔ انڈیا کے ہی سچن ٹنڈولکر 30 سنچریوں کے ساتھ ان کے قریب ترین حریف ہیں۔

سب زیادہ انفرادی اسکور

ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز بنانے کا اعزاز آسٹریلیا کے ایلن بارڈر کو حاصل ہے۔ ایلن بارڈر نے ریکارڈ 156 ٹیسٹ کھیل کر 11,174 رنز بنائے۔ اس وقت یہ ریکارڈ اگر کسی بلے باز کی دسترس میں ہے تو وہ انڈیا کا سچن ٹنڈولکر ہے۔

سب سے زیادہ وکٹیں

ٹیسٹ کیریئر میں سب سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنے کا اعزاز ویسٹ انڈیز کے کورٹنی والش کے پاس ہے جس نے اپنے کیریئر کے دوران 519 وکٹیں حاصل کیں۔ موجودہ دور کے دو بہترین اسپنر شین وارن اور مرلی دھرن یہ ریکارڈ توڑنے کے لئے کوشاں ہیں۔

تیز ترین سنچری

ٹیسٹ کرکٹ میں تیز ترین سنچری بنانے کا اعزاز ویسٹ انڈیز کے تباہ کن بیٹسمین ویوین رچرڈز کو حاصل ہے۔ انہوں نے 15 اپریل 1986ء سینٹ جانز میں انگلینڈ کے خلاف 110 رنز کی شاندار اننگ کھیلی۔ اس انگ میں انہوں نے اپنی سنچری صرف 56 گیندوں پر مکمل کی۔

تیز ترین ڈبل سنچری

ٹیسٹ کرکٹ میں تیز ترین ڈبل سنچری بنانے کا ریکارڈ نیوزی لینڈ کے نیتھن ایسٹل کے قبضہ میں ہے۔ انہوں نے 02-2001ء میں انگلینڈ کے خلاف کرائسٹ چرچ کے مقام پر ڈبل سنچری کے لئے صرف 153 گیند خرچ کئے۔

سست ترین سنچری

ٹیسٹ کرکٹ میں سست ترین سنچری بنانے کا اعزاز پاکستان کے مدثر نذر کو حاصل ہے۔ 78-1977ء میں مدثر نذر نے انگلینڈ کے خلاف لاہور ٹیسٹ میں اپنی سنچری 557 منٹ میں مکمل کی۔

سست ترین بیٹنگ

00-1999ء میں نیوزی لینڈ کے جیف ایلٹ نے جنوبی افریقہ کے خلاف آکلینڈ میں بغیر کوئی رن بنائے طویل ترین انگ کھیلنے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ انہوں نے 101 منٹ تک کریز پر رہنے کے باوجود کوئی رن اسکور نہ کیا۔

وکٹ پر طویل قیام

58-1957 کے دورہ ویسٹ انڈیز کے دوران برج ٹاؤن ٹیسٹ میں پاکستان کے حنیف محمد نے 337 رنز اسکور کئے۔ اس دوران ان کا وکٹ پر 16 گھنٹے 10 منٹ (970 منٹ) قیام رہا۔ یہ ریکارڈ آج بھی ناقابل شکست ہے۔

پہلے ہی میچ میں بے مثال کارکردگی

ویسٹ انڈیز کے لارنس روو نے 17 فروری 1972ء کو نیوزی لینڈ کے خلاف اپنے پہلے ٹیسٹ کی پہلی انگ میں 214 رنز اسکور کئے اسی پر بس نہیں بلکہ اس نے دوسری انگ میں بھی ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 100 رنز اسکور کئے۔

بالنگ میں انڈیا کے نریندر ہروانی نے پہلے ہی ٹیسٹ میں لاجواب کارکردگی دکھائی۔ 88-1987ء میں مدراس

ٹیسٹ میں اس نے ویسٹ انڈیز کے خلاف 136 رنز کے عوض 16 وکٹ حاصل کئے۔

سب زیادہ ایل بی ڈبلیو

93-1992 میں پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے درمیان کھیلے گئے پورٹ آف اسپین ٹیسٹ میں 17 ایل بی ڈبلیو فیصلے دیئے گئے جو ایک عالمی ریکارڈ ہے۔

مسلسل صفر

آسٹریلیا کے باب ٹیلر نے اگست 1985 سے نومبر 1985ء تک مسلسل پانچ اننگز میں صفر کا تحفہ حاصل کیا جس کی برابری آج تک کوئی دوسرا کھلاڑی نہیں کرسکا۔

مسلسل میڈن اوور

1964ء میں انڈیا کے رمیش چندرا گنگا رام باپو ندکرنی نے انگلینڈ کے خلاف مدراس ٹیسٹ میں مسلسل 21 اوور میڈن کروا کر ایک منفرد اعزاز حاصل کیا۔

طویل بالنگ

جون 1957ء میں سونی راما دھن نے برمنگھم کے مقام پر انگلینڈ کے خلاف ویسٹ انڈیز کی طرف سے 129 اوور پھینکے جو نہ صرف ٹیسٹ بلکہ فسٹ کلاس کرکٹ کا بھی عالمی ریکارڈ ہے۔

کیریئر میں سب سے زیادہ ڈک

ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنے والے کورٹنی والش کے پاس ایک اور بھی ریکارڈ ہے اور وہ ہے کیریئر میں سب سے زیادہ صفر حاصل کرنے کا۔ کورٹنی والش کو 43 مرتبہ کھاتہ کھولنے سے قبل ہی پویلین لوٹنا پڑا۔

ایک اوور میں سب سے زیادہ رنز

ایک اوور میں سب سے زیادہ رنز بنانے کا اعزاز نیوزی لینڈ کے گریگ میک ملن کو حاصل ہے انہوں نے پاکستان کے پارٹ ٹائم بالر یونس خان کے ایک اوور میں 26 رنز بنا ڈالے۔ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا میک ملن نے یہ اسکور کچھ اسطرح حاصل کیا۔ 4.6.4.4.4.4

طویل انتظار

زمبابوے کے جان ٹرائیکوس نے 70-1969 میں جنوبی افریقہ کی جانب سے آسٹریلیا کے خلاف اپنے کیریئر کا آغاز کیا مگر جنوبی افریقہ پر عالمی کرکٹ میں شرکت کی پابندی کے سبب وہ آئندہ برسوں میں بین الاقوامی کرکٹ نہ کھیل سکا۔ 22 سال اور 222 دنوں کے بعد اس کی واپسی زمبابوے کرکٹ ٹیم کی جانب سے بھارت کے خلاف ہوئی تو 93-1992ء کا سیزن چل رہا تھا۔

سب سے بڑی شراکت

ٹیسٹ کرکٹ میں کسی بھی وکٹ کے لئے سب سے بڑی شراکت (پارٹنر شپ) بنانے کا اعزاز سری لنکا کے جے سوریا اور روشن ماہنامہ کو حاصل ہے۔ جنہوں نے 98-1997ء میں انڈیا کے خلاف دوسری وکٹ کی شراکت میں 576 رنز اسکور کیے۔

ون ڈے کرکٹ

بہترین اسکور

ون ڈے کرکٹ میں کسی ٹیم کا سب سے زیادہ اسکور 398 ہے۔ یہ اسکور سری لنکا نے 1996ء کے ورلڈ کپ میں کینیا کے خلاف بنایا۔

کم تر اسکور

اسی طرز کی کرکٹ میں کمتر اسکور زمبابوے کا ہے۔ جب پوری ٹیم 02-2001ء میں سری لنکا کے خلاف

صرف 38 رنز پر ڈھیر ہوگئی۔

بہترین انفرادی اننگ

پاکستان کے سعید انور سب سے بڑی انفرادی اننگ کے مالک ہیں ۔انہوں نے یہ اعزاز 97-1996ء میں انڈیا کے خلاف 194 رنز بنا کر حاصل کیا۔اسی اننگ میں سعید انور کے لگائے جانے والے 22 چوکے بھی ورلڈ ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سب سے زیادہ چھکے

سری لنکا کے جے سوریا نے 1996ء میں پاکستان کے خلاف ایک میچ میں 11 چھکے لگا کر سب سے زیادہ چھکے لگانے کا اعزاز حاصل کیا۔اسی طرح شاہد آفریدی بھی اس ریکارڈ میں برابر کے شریک ہیں۔ انہوں نے نیروبی میں 4 اکتوبر 1996ء کو سری لنکا کے خلاف ایک میچ میں 11 چھکے لگانے کا اعزاز حاصل کیا۔

تیز ترین نصف سنچری

سری لنکا کے جے سوریا تیز ترین نصف سنچری بنانے والے کھلاڑی ہیں ۔ جے سوریا نے 1996ء میں پاکستان کے خلاف اپنی نصف سنچری صرف 17 گیندوں پر مکمل کی۔

پاکستان کے شاہد آفریدی (دو مرتبہ) اور آسٹریلیا کے سائمن اڈونیل 18 گیندوں پر نصف سنچری مکمل کر کے دوسرے نمبر پر ہیں۔

تیز ترین سنچری

ون ڈے کرکٹ میں تیز ترین سنچری بنانے کا اعزاز شاہد آفریدی کے پاس ہے۔آفریدی نے 1996ء میں سری لنکا کے خلاف 37 گیندوں پر اپنی سنچری مکمل کی۔ یہ بات بھی دلچسپ ہے کہ یہ شاہد آفریدی کا دوسرا ون ڈے میچ تھا اور بیٹنگ کرنے کا پہلا موقع۔

ایک اوور میں سب سے زیادہ اسکور

ایک اوور میں سب سے زیادہ رنز بنانے کا ریکارڈ سری لنکا کے جے سوریا کے ہاتھ میں ہے۔انہوں نے یہ کارنامہ دوبار سر انجام دیا ۔ انہوں نے پہلی بار 1996ء میں عامر سہیل اور دوسری بار 2001ء میں نیوزی لینڈ کے کرس ہیرس کے ایک اوور میں 30 رنز حاصل کئے۔

بہترین بالنگ

سری لنکا کے چمنڈا واس ون ڈے کرکٹ میں بہترین بالنگ کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔چمنڈا واس نے 02-2001ء میں زمبابوے کے 8 کھلاڑیوں کو 19 رنز کے عوض آوٹ کیا۔آپ کی دلچسپی کے لئے بتاتے چلیں کہ چمنڈا واس کا پورا نام "ورنا کلاسوریا پتابندیگے اوشانتھا جوزف چمنڈا واس" ہے۔

سب سے زیادہ کیچ

ون ڈے کیرئیر میں بطور فیلڈر سب سے زیادہ کیچ لینے کا ریکارڈ انڈیا کے محمد اظہر الدین کے پاس ہے انہوں نے اپنے کیرئیر میں 156 کیچ حاصل کئے۔

جنوبی افریقہ کے مایہ ناز فیلڈر جونٹی رہوڈز کو ایک میچ میں سب سے زیادہ کیچ لینے کا اعزاز حاصل ہے ۔انہوں نے 14 نومبر 1993ء کو ویسٹ انڈیز کے خلاف میچ میں بطور فیلڈر 5 کیچ لے کر یہ ریکارڈ بنایا۔

سب سے زیادہ رنز اور سنچریاں

ون ڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز (11,537) بنانے والے انڈیا کے سچن ٹنڈولکر سب سے زیادہ 32 سنچریاں بھی بنا چکے ہیں ۔ یہ بات آپ کے لئے یقیناً دلچسپ ہوگی کہ ٹنڈولکر نے جس ون ڈے میں اپنی پہلی

سنچری اسکور کی تو وہ اس کا 79 واں میچ تھا۔

سب سے زیادہ وکٹیں

پاکستان کے وسیم اکرم سب سے زیادہ وکٹوں کے مالک ہیں۔ وسیم اکرم اس طرز کی کرکٹ میں اب تک 479 وکٹیں حاصل کر چکے ہیں۔

کم عمر کرکٹر

پاکستان کے حسن رضا کو کم عمر ٹیسٹ کرکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ون ڈے کا بھی کم عمر کھلاڑی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ حسن رضا نے 30 اکتوبر 1996ء میں زمبابوے کے خلاف اپنا پہلا میچ کھیلا تو اس کی عمر فقط 14 سال اور 233 دن تھی۔

سب سے بڑی فتح

رنز کے اعتبار سے سب سے بڑی فتح حاصل کرنے کا اعزاز سری لنکا کو حاصل ہے۔ سری لنکا نے انڈیا کو 2002ء کے شارجہ کپ میں 245 رنز سے شکست دی جب سری لنکا کے 299 رنز کے جواب میں انڈیا کی ٹیم صرف 54 رنز پر ڈھیر ہوگئی۔

مضبوط ہدف تک رسائی

کرکٹ کی موجودہ عالمی چمپئن آسٹریلیا کو کسی بھی ون ڈے میں سب سے زیادہ اسکور بنا کر میچ جیتنے کا اعزاز حاصل ہے۔ آسٹریلیا نے جنوبی افریقہ کے خلاف 02-2001ء میں 326 رنز کا ٹارگٹ 49.1 اوور میں پورا کر کے یہ ریکارڈ بنایا۔

مسلسل ٹاس جیتنے کا ریکارڈ

آسٹریلیا کو ون ڈے کرکٹ میں مسلسل ٹاس جیتنے کا ریکارڈ حاصل ہے۔ آسٹریلیا نے مسلسل 10 ون ڈے میچز میں ٹاس جیتنے کا منفرد ریکارڈ بنایا۔

میچ میں سب سے زیادہ صفر

پاکستان کرکٹ ٹیم کو یہ منفرد ''اعزاز'' حاصل ہے کہ دو بار اسکے چھ کھلاڑی کسی میچ میں صفر پر آؤٹ ہوئے۔ پہلی بار 25 مئی 1987 کو برمنگھم میں انگلینڈ کے خلاف اور دوسری بار 25 فروری 1993ء کو کیپ ٹاؤن میں ویسٹ انڈیز کے خلاف۔

لگاتار سنچریاں

پاکستان کے ظہیر عباس اور سعید انور کے پاس مشترکہ طور پر ون ڈے میچز میں لگاتار تین سنچریاں بنانے کا اعزاز ہے۔ ظہیر عباس نے یہ کارنامہ انڈیا کے خلاف جبکہ سعید انور نے سری لنکا اور ویسٹ انڈیز کی ٹیموں کے خلاف سرانجام دیا۔ سعید انور اس لحاظ سے بھی منفرد ہیں کہ انہیں تین مرتبہ مسلسل دو سنچریاں بنانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

منفرد اعزاز

کیپلر ویسلز کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے اس نے آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی طرف سے ون ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ میں حصہ لیا۔ لیکن جو ریکارڈ اس سے بھی منفرد ہے وہ یہ کہ کیپلر ویسلز نے دونوں ملکوں کی طرف سے 109 ون ڈے میچز کھیل کر 3364 رنز اسکور کئے لیکن کوئی بھی بالر اُس کو صفر پر آؤٹ نہ کر سکا۔

﴿یہ تمام ریکارڈز 30 ستمبر 2002ء تک کے ہیں﴾

قائدین اضلاع و ناظمین تعلیم متوجہ ہوں

حضور انور کی خواہش کے مطابق قائدین اضلاع و ناظمین تعلیم اپنے اضلاع میں تعلیم القرآن کلاسز کا اجراء کریں اور مرکز رپورٹ بھجوائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مہتمم تعلیم)

"خالد"

(مکرم عبدالکریم صاحب قدسی)

خادم کا نگہبان ، نگہبان ہے "خالد"
"محمودؓ" کا خدام پہ احسان ہے "خالد"

انعمت و مغضوب میں ہے فرق بتاتا
سچ پُوچھو تو اک خادمِ قرآن ہے "خالد"

یہ خون پسینے سے ہے خدام کو سینچے
بے آب زمینوں کا یہ دہقان ہے "خالد"

ڈرتا نہیں شورش سے کسی حال میں "خالد"
اُٹھتا ہوا طوفان ہے طوفان ہے "خالد"

ہے شمع و پروانہ کا اک ساتھ پُرانا
مَیں اس پہ فدا مجھ پہ بھی قربان ہے "خالد"

گو پیار ہے ربوہ کی ہر اِک چیز سے مجھ کو
سچ پوچھیے قدسیؔ کی مگر جان ہے "خالد"

(ماہنامہ "خالد" ستمبر ۱۹۶۷ء)

ہمارے مشاغل

(مکرم سید نادر سیدین صاحب۔ ربوہ)

جب سے انسانی زندگی کا ارتقاء ہوا ہے اُس وقت سے اب تک مختلف ادوار میں انسان ترقی کی منازل طے کرتا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے روزمرہ کے کاموں میں بھی تبدیلی واقع ہو رہی ہے شروع ہی سے انسان کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ اپنی چیزوں کو محفوظ رکھتا رہا، جس طرح پتھر کے دور کے انسان اپنے کھانے پینے کے برتن، ہتھیاروں اور زیورات کو محفوظ رکھتے تھے۔ اُس دور کے انسان کی یہ چیزیں آج کے دور کے انسان کے لئے نوادرات ہیں۔

نوادرات

یہ وہ چیزیں ہیں جو بہت پُرانی ہوتی ہیں اور اپنی مثال آپ ہوتی ہیں۔ ان نوادرات میں مندرجہ ذیل چیزیں آتی ہیں۔

۱۔ قدیم ہتھیار ۲۔ مجسمے ۳۔ قدیم برتن ۴۔ کپڑے ۵۔ پُرانی دستاویزات ۶۔ قدیم سکے۔ وغیرہ۔

نوادرات جمع کرنا اس وقت دُنیا کا مہنگا ترین شوق ہے۔ یہ شوق کا شوق اور کمائی کی کمائی ہے۔ لوگ بڑی بڑی رقوم خرچ کر کے یہ نوادرات خریدتے ہیں اور بیچتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مشاغل ہیں جن میں ٹکٹیں اور پوسٹ کارڈ جمع کرنا، سکے اور کرنسی نوٹ جمع کرنا، میڈل اور بیج جمع کرنا، فون کارڈ اور ماچس کی ڈبیاں جمع کرنا وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

ٹکٹ (Stamps)

اب میں آپ کو دنیا کے سب سے زیادہ مشہور مشغلے ٹکٹ جمع کرنے کے بارے میں بتاتا ہوں جو بچوں، بڑوں اور مرد و زن میں یکساں مشہور ہے۔ دنیا کا سب سے پہلا ٹکٹ برطانیہ کا black panny ہے جو 1840ء میں چھپا اس کے بعد سے ہر ملک نے اپنا ٹکٹ جاری کرنا شروع کیا۔

ٹکٹ کی اقسام

used stamp -1 | mint stamp-2 | mis print stamp -3

over print stamp -4 | block of four stamps -5 | set of six stamps-6

first day cover -7 | stamp broucher -8 | souvenir sheet -9

سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتاؤں کہ ٹکٹ کس طرح جمع کئے جاتے ہیں۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے گھر میں پاکستان کے مختلف شہروں سے یا دوسرے غیر ممالک سے جو خط آتے ہیں، ان پر ٹکٹ لگے ہوتے ہیں ان لفافوں پر سے ٹکٹ اتاریں، مگر بہت دھیان کے ساتھ کہ ٹکٹ پھٹ نہ جائے۔ دوسرا طریقہ اپنے دوستوں سے، جن کو ٹکٹیں جمع کرنے کا شوق ہو، ان سے ٹکٹوں کا تبادلہ کر کے جمع کریں۔ اب میں آپ کو ٹکٹوں کی مختلف اقسام کے بارے میں بتاؤں گا۔

1۔ استعمال شدہ ٹکٹ

یہ ان ٹکٹوں کو کہا جاتا ہے جو لفافے پر لگے ہوتے ہیں اور ان پر ڈاکخانے مہر لگا کر انکو استعمال شدہ یا cancel یا used کہا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کو دوبارہ لفافے پر استعمال نہیں کیا جا سکتا اور اس کی قیمت بھی آدھی سے کم ہو جاتی ہے۔

2۔ غیر استعمال شدہ ٹکٹ

یہ ٹکٹوں کی وہ قسم ہے جو بغیر مہر کے ہوتے ہیں اور ڈاک خانے سے مل جاتے ہیں ان کو غیر استعمال شدہ یا mint یا unused بنا دیتے ہیں۔ جب تک یہ ٹکٹ لفافے پر نہ لگائے جائیں یعنی غیر استعمال شدہ رہیں، ان کی قیمت میں دن بدن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

3۔ Mis Print stamp

اس قسم کی ٹکٹوں میں کہیں نہ کہیں لکھائی میں کوئی غلطی رہ جاتی ہے ویسے تو بڑے دھیان کے ساتھ ان ٹکٹوں کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہ جائے مگر اس کے باوجود کوئی نہ کوئی حرف یا لفظ یا تصویر کی غلطی رہ جاتی ہے، جس کی وجہ سے ٹکٹ انمول ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے ٹکٹوں کی مثال بہت کم ہے مگر جتنے بھی ہیں اپنی جگہ نایاب ہیں۔

4۔ Over Print stamps

ٹکٹوں کی اس قسم میں ٹکٹ کے اوپر الفاظ، حروف یا جملہ پرنٹ یا over print کر دیا جاتا ہے جس طرح 1947ء میں پاکستان کے قیام کے وقت اتنا وقت نہ تھا کہ نیا ٹکٹ جاری کیا جاتا اس کے لئے انڈیا کے جارج ششم کے ٹکٹ پر pakistan لفظ پرنٹ کیا گیا۔ ان ٹکٹوں کی تعداد 19 تھی۔ اسی طرح گیانا (Guyana) نے جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر اپنے سرکاری ٹکٹ پر Ahmadeyya centenory 1889-1989 پرنٹ کیا یہ دو ٹکٹوں پر مشتمل ہے۔

5۔ Block of Four stamps

یہ چار ٹکٹوں کا سیٹ ہوتا ہے، جس کی کافی اہمیت ہوتی ہے اور منٹ کی حالت میں اس کی کافی قیمت ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر اس بلاک کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے جس کے نیچے printing security press لکھا ہوا ہو۔ اس طرح کی تمام sheet میں ایک ہی block نکلتا ہے۔

6۔ Set of Six stamps

یہ بھی block کی طرح کی اہمیت رکھتا ہے اس کی بھی اپنی جگہ اچھی قیمت ہوتی ہے۔

7۔ First Day Cover (F.D.C)

جس طرح نام سے ظاہر ہے کہ یہ پہلے دن کا ٹکٹ لفافے پر لگا ہوتا ہے اور اس پر اس ٹکٹ کے حوالے سے اسی دن کی مُہر لگائی جاتی ہے اور یہ ملک کے تمام G.P.O (جنرل پوسٹ آفس) سے مل جاتے ہیں F.D.C کی ٹکٹ کی شائقین کی نظر میں بہت اہمیت ہوتی ہے اور کاروباری نقطہ نگاہ سے دن بدن اس کی قیمت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

8۔ Stamp Broucher

جس دن ٹکٹ جاری ہوتا ہے تو اس کے ساتھ F.D.C اور ایک کتابچہ یا پمفلٹ بھی جاری ہوتا ہے۔ جس میں جاری شدہ ٹکٹ کی مکمل تفصیل اور اہمیت بتائی جاتی ہے۔ یہ بھی شائقین کیلئے بہت قیمتی ہوتا ہے اور اپنی جگہ اس کی بھی بہت اہمیت ہے۔

9۔ Souvenir Sheet

یہ بھی ایک طرح کا ٹکٹ ہے مگر عام ٹکٹ سے بہت بڑا ہوتا ہے۔ ایک طرح سے یہ ٹکٹ کے شائقین کے لئے تحفے کی طرح ہوتا

ہے اور ملک کے انٹرنیشنل موقع کی اہمیت کے اعتبار سے شائع کیا جاتا ہے عام ٹکٹوں کے مقابلے میں یہ زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔

ٹکٹوں کی اشکال

شروع شروع میں ٹکٹ کی شکل Rectangular یا Square ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ مختلف ممالک نے تکونے ٹکٹ جاری کرنے شروع کئے اور اب تو ہر طرح کی شکلوں کے ٹکٹ آ گئے ہیں۔ جن میں گول، لمبے، پھلوں اور ممالک کے جھنڈوں یا نقشے کی اشکال یا جانوروں اور خلائی مہمات کی شکلوں کے بہت خوبصورت ٹکٹ مارکیٹ میں آ گئے ہیں۔ اس وقت دنیا میں سیرالیون واحد ملک ہے جس نے مختلف شکلوں کے لاتعداد ٹکٹ جاری کئے ہیں اور ان کی دنیا بھر میں بہت مانگ ہے۔

ڈاک کے ٹکٹ کو لفافے سے اُتارنے کا طریقہ

اس کے لیے پہلے ٹکٹ کو لفافے پر سے اُتارنا ہوتا ہے اس کے لیے قینچی کی مدد سے ٹکٹ کے اردگرد آدھ آدھ انچ کا فاصلہ چھوڑ کر کاٹ لیں اس کے بعد اس کو پانی سے بھرے برتن میں ڈال کر چند منٹ انتظار کریں اگر پانی نیم گرم ہو تو ٹکٹ کاغذ پر سے چند منٹ بعد خود بخود الگ ہو جاتا ہے اس کے بعد ٹکٹ کو اخبار کے درمیان رکھ کر خشک کر لیں اور پھر البم میں رکھ لیں۔

کیٹلاگ Catalogue

کیٹلاگ میں ڈاک کے ٹکٹوں کی فہرست ہوتی ہے جس میں ڈاک کے ٹکٹوں کی تفصیل ملک کا نام، تاریخ اجراء اور وجہ اجراء دی جاتی ہے۔ اس میں ٹکٹ کی اصل قیمت، بازاری قیمت اور چھاپنے والے کا نام بھی ہوتا ہے۔ اس وقت امریکی کیٹلاگ Standared اور برطانوی کیٹلاگ Gibbons بہت مشہور ہیں۔

پوسٹ کارڈ Post Card

یہ G.P.O کی طرف سے جاری ہوتا ہے۔ اس پر ٹکٹ اندرون ملک کے لئے یا بیرونی ممالک کے لئے ان کی قیمت کے مطابق پرنٹ کیا جاتا ہے۔ ہر ملک مختلف قسم کے خوبصورت پوسٹ کارڈ چھاپتے ہیں ان کی Collectors کے نزدیک بہت اہمیت ہوتی ہے۔ ان پوسٹ کارڈز میں بھی ٹکٹوں کی طرح بعض اوقات کوئی نہ کوئی غلطی رہ جانے کی وجہ سے قیمت بڑھ جاتی ہے۔

Aerograme

یہ خط کی اس قسم کو کہتے ہیں جو G.P.O کی طرف سے ملتا ہے اس خط پر بھی پہلے سے بیرونِ ملک اور اندرونِ ملک کے لئے ان کے مطابق مالیت کے ٹکٹ چھپے ہوتے ہیں۔ خط لکھنے کے بعد اس کو چاروں طرف سے بند کیا جا سکتا ہے۔

View Cards

ہر ملک اپنے خوبصورت مقامات کارڈز کی شکل میں چھاپتے ہیں۔ View Cards بھی مشغلے کے طور پر شہرت پا رہا ہے۔ ان کے collectors ایک دوسرے سے ان کا تبادلہ کرتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ معلومات کا بہت بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے کسی بھی ملک کے بارے میں معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ آج کل جو View Cards آ رہے ہیں وہ مندرجہ ذیل قسم کی معلومات فراہم کر رہے ہیں۔ (ا) شہروں کے بارے میں معلومات۔ (ب) پھولوں اور جانوروں کے بارے میں۔ (ج) فلکیات کے بارے میں۔ (د) سائنس کے بارے میں۔ (ر) مذہبی معلومات وغیرہ۔ (باقی آئندہ)
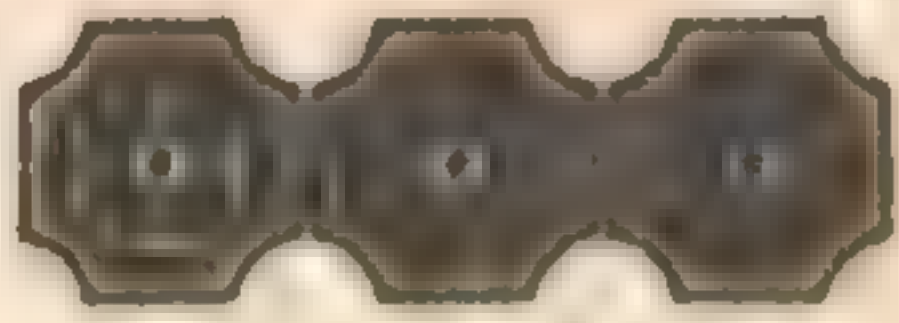
اعلان ولادت

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے مکرم ومحترم ناصر محمود آصف صاحب قائد ضلع بہاولنگر کے ہاں تیسرے بیٹے کی ولادت ہوئی ہے۔
حضور نے ازراہِ شفقت "تنزیل احمد ناصر" نام تجویز فرمایا ہے۔
احباب سے بچے کی صحت ودرازئی عمر اور خادم دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے۔

☆☆☆

خدا کے ایک بندے کو

آپ کی تلاش ہے!

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ)

۱۔ کیا آپ محنت کرنا جانتے ہیں۔ اتنی محنت کہ تیرہ چودہ گھنٹے دن میں کام کر سکیں؟

۲۔ کیا آپ سچ بولنا جانتے ہیں اتنا کہ کسی صورت میں آپ جھوٹ نہ بول سکیں۔ آپ کے سامنے آپ کا گہرا دوست اور عزیز بھی جھوٹ نہ بول سکے۔ آپ کے سامنے کوئی اپنے جھوٹ کا بہادرانہ قصہ سنائے تو آپ اس پر اظہار نفرت کیے بغیر نہ رہ سکیں۔

۳۔ کیا آپ جھوٹی عزت کے جذبات سے پاک ہیں؟ گلیوں میں جھاڑو دے سکتے ہیں؟ بوجھ اُٹھا کر گلیوں میں پھر سکتے ہیں؟ بلند آواز سے ہر قسم کے اعلان بازاروں میں کر سکتے ہیں؟ سارا سارا دن پھر سکتے ہیں اور ساری ساری رات جاگ سکتے ہیں؟

۴۔ کیا آپ اعتکاف کر سکتے ہیں؟ جس کے معنے ہوتے ہیں (ا) ایک جگہ دنوں بیٹھے رہنا۔ (ب) گھنٹوں بیٹھے وظیفہ کرتے رہنا۔ (ج) گھنٹوں اور دنوں کسی انسان سے بات نہ کرنا۔

۵۔ کیا آپ سفر کر سکتے ہیں؟ اکیلے اپنا بوجھ اُٹھا کر بغیر اس کے کہ آپ کی جیب میں کوئی پیسہ ہو دشمنوں اور مخالفوں میں۔ ناواقفوں اور ناآشناؤں میں۔ دنوں، ہفتوں، مہینوں۔

۶۔ کیا آپ اس بات کے قائل ہیں کہ بعض آدمی ہر شکست سے بالا ہوتے ہیں وہ شکست کا نام سننا ہی پسند نہیں کرتے۔ وہ پہاڑوں کے کاٹنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ دریاؤں کو کھینچ لانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ اس قربانی کے لیے تیار ہو سکتے ہیں؟

۷۔ کیا آپ میں ہمت ہے کہ سب دنیا کہے نہیں اور آپ کہیں ہاں؟ آپ کے چاروں طرف لوگ ہنسیں اور آپ سنجیدگی قائم رکھیں۔ لوگ آپ کے پیچھے دوڑیں اور کہیں ٹھہر تو جا ہم تمہیں ماریں گے اور آپ کا قدم بجائے دوڑنے کے ٹھہر جائے اور آپ اس کی طرف سر جھکا کر کہیں لو مار لو۔ آپ کسی کی نہ مانیں کیونکہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں، مگر آپ سب سے منوالیں کیونکہ آپ سچے ہیں۔

۸۔ آپ یہ نہ کہتے ہوں کہ مَیں نے محنت کی، مگر خدا نے مجھے ناکام کر دیا، بلکہ ہر ناکامی کو آپ اپنا قصور سمجھتے ہوں۔ آپ یقین رکھتے ہوں کہ جو محنت کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور جو کامیاب نہیں اس نے محنت ہرگز نہیں کی۔ اگر آپ ایسے ہیں، تو آپ اچھا مبلغ اور اچھا تاجر ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں، مگر آپ ہیں کہاں؟ خدا کے ایک بندہ کو دیر سے آپکی تلاش ہے۔ اے احمدی نوجوان! ڈھونڈ اُس شخص کو اپنے صوبہ میں، اپنے شہر میں، اپنے محلّہ میں، اپنے گھر میں، اپنے دل میں کہ (دین حق) کا درخت مرجھا رہا ہے۔ اُس کے خون سے وہ دوبارہ سرسبز ہوگا۔

مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی)

(ماہنامہ ''خالد'' اگست ۱۹۶۱ء)

تفصیل شمارہ جات "خالد"

(1952ء تا 2002ء)

(مرتبہ: مکرم سہیل احمد ثاقب صاحب)

سال (جنوری تا دسمبر)	شمارہ جات
1952ء	اکتوبر تا دسمبر 3 شمارے شائع ہوئے۔ ("خالد" کا پہلا شمارہ اکتوبر 1952ء کو شائع ہوا تھا)
1953ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔ مارچ، اپریل اور مئی، جون اکٹھے آئے۔
1954ء	کل 11 شمارے آئے۔ اکتوبر، نومبر اکٹھا آیا جبکہ دسمبر میں ضمیمہ بھی شائع ہوا۔
1955ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔ نومبر میں ضمیمہ بھی شائع ہوا اور دسمبر کا شمارہ پاکٹ سائز میں "مشعل راہ" کے نام سے شائع ہوا۔
1956ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔ اپریل، مئی اور ستمبر، اکتوبر اکٹھے شائع ہوئے۔
1957ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔ جنوری، فروری اور ستمبر، اکتوبر اکٹھے شائع ہوئے نیز دسمبر 57ء اور جنوری 58ء اکٹھا شائع ہوا۔
1958ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔ دسمبر 58ء اور جنوری 59ء اکٹھا شائع ہوا۔
1959ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔ نومبر، دسمبر اکٹھا شائع ہوا۔
1960ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔ مارچ، اپریل اکٹھا آیا۔
1961ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔ نومبر، دسمبر اکٹھا شائع ہوا۔
1962ء	کل 12 شمارے آئے۔
1963ء	کل 11 شمارے آئے۔ نومبر، دسمبر اکٹھا شائع ہوا نیز ستمبر میں ضمیمہ بھی چھپا۔
1964ء	کل 11 شمارے آئے۔ ستمبر، اکتوبر اکٹھا شائع ہوا اور فروری میں ضمیمہ بھی چھپا۔
1965ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1966ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1967ء	کل 7 شمارے شائع ہوئے۔ اپریل تا اگست بوجہ وفات مکرم سید عبدالباسط صاحب پبلشر و پرنٹر رسالہ شائع نہ ہوا۔
1968ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔ دسمبر 68ء اور جنوری 69ء اکٹھا شائع ہوا۔
1969ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔

1970ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1971ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1972ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔نومبر،دسمبر اکٹھا چھپا۔
1973ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1974ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔جون،جولائی اکٹھا آیا۔
1975ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1976ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔دسمبر 76ء اور جنوری 77ء اکٹھا شائع ہوا۔
1977ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔
1978ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔جولائی،اگست اکٹھا شائع ہوا۔جون میں ضمیمہ بھی چھپا۔
1979ء	کل 5 شمارے شائع ہوئے۔اپریل تا ستمبر کے شمارے بوجہ وفات پبلشر شائع نہیں ہوئے۔نومبر،دسمبر اکٹھا شائع ہوا۔
1980ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔جون،جولائی اور نومبر،دسمبر اکٹھے شائع ہوئے۔
1981ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔جنوری،فروری اور نومبر،دسمبر اکٹھے شائع ہوئے۔
1982ء	کل 9 شمارے شائع ہوئے۔فروری،مارچ۔جولائی،اگست اور نومبر،دسمبر اکٹھے شائع ہوئے۔جنوری کا شمارہ حضرت منصورہ بیگم صاحبہ کی سیرت کے متعلق تھا نیز ستمبر میں ضمیمہ بھی شائع ہوا۔
1983ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔اپریل،مئی اور نومبر،دسمبر اکٹھے آئے۔
1984ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1985ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔جنوری،فروری 85ء کے شمارے ضیاء الاسلام پریس کی بندش کی وجہ سے شائع نہ ہو سکے۔دسمبر 85ء اور جنوری 86ء اکٹھا شائع ہوا۔
1986ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔جولائی،اگست کا شمارہ اکٹھا آیا۔
1987ء	کل 11 شمارے آئے۔نومبر،دسمبر کا شمارہ اکٹھا شائع ہوا۔
1988ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔جولائی،اگست اکٹھا شائع ہوا۔
1989ء	کل 9 شمارے شائع ہوئے۔فروری،مارچ۔جولائی،اگست اور اکتوبر،نومبر کے شمارے اکٹھے آئے۔
1990ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1991ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔ستمبر کے شمارہ میں مکرم شیخ عبدالقادر صاحب کے مضامین کا انڈیکس شائع ہوا۔
1992ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔ستمبر کے شمارہ میں ماہنامہ "الفرقان" کے مضامین کا انڈیکس شائع ہوا۔
1993ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1994ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔

1995ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔ ستمبر، اکتوبر اکٹھا شائع ہوا۔
1996ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
1997ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔ اکتوبر، نومبر اکٹھا چھپا۔
1998ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔ اکتوبر، نومبر اکٹھا چھپا۔
1999ء	کل 12 شمارے شائع ہوئے۔
2000ء	فروری سے جولائی بوجہ وفات پبلشر کوئی شمارہ شائع نہ ہوا۔ اس دوران ایک عدد ضمیمہ انصار اللہ اور سیر روحانی کے 3 پرچے شائع ہوئے۔ اکتوبر کا شمارہ بھی شائع نہ ہوا۔ کل 9 شمارے شائع ہوئے۔ دسمبر اور جنوری اکٹھا شائع ہوا۔
2001ء	کل 10 شمارے شائع ہوئے۔ جولائی، اگست کا شمارہ اکٹھا شائع ہوا۔
2002ء	کل 11 شمارے شائع ہوئے۔ نومبر، دسمبر ''گولڈن جوبلی نمبر'' شائع ہوا۔

قیمت کا سفر

(ماہنامہ ''خالد'' کے پچاس سالوں کے دوران جس طرح قیمتیں بڑھی ہیں وہ ماہ و سال کی ترتیب سے پیش خدمت ہیں۔)

ماہ و سال	سالانہ قیمت
اکتوبر 1952ء	4.50 روپے
دسمبر 1957ء	5 روپے
دسمبر 1964ء	6 روپے
جنوری 1973ء	7 روپے
نومبر 1974ء	10 روپے
دسمبر 1978ء	15 روپے
جنوری 1983ء	18 روپے
فروری 1984ء	25 روپے
جون 1989ء	30 روپے
نومبر 1991ء	40 روپے
دسمبر 1993ء	50 روپے
نومبر 1996ء	60 روپے
جنوری 1998ء	70 روپے
اگست 2000ء	100 روپے

حالت اب اضطراب کی سی ہے

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
چشمِ دل کھول اُس بھی عالم پر
یاں کی اوقات خواب کی سی ہے
بار بار اُس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے
نقطۂ خال سے ترا ابرو
بیت اک انتخاب کی سی ہے
میں جو بولا کہا کہ یہ آواز
اسی خانہ خراب کی سی ہے
آتشِ غم میں دل بھنا شاید
دیر سے بو کباب کی سی ہے
دیکھیے ابر کی طرح اب کے
میری چشمِ پُر آب کی سی ہے
میرؔ! اُن نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

(میر تقی میرؔ)

بلا بدّھی ہوئی اے

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک تحریر جو آپ نے بحیثیت صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ "خالد" فروری ۱۹۶۹ء کو عطا فرمائی۔

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو آپ کا شوقِ تبلیغ تھا۔ تبلیغ آپ کا اوڑھنا بچھونا اور کھانا پینا ہو چکی تھی اور واقعۃً نہ کہ محاورۃً آپ تبلیغ سے قوت پاتے تھے۔

ایک مرتبہ مجھے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، تو ایک دوست سے پہلے روز کے ایک واقعہ کے متعلق استفسار فرما رہے تھے۔ چنانچہ میرے حاضر ہونے پر مجھے بھی اس گفتگو میں شامل فرما لیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز پہلے یہی دوست، جن سے حضرت حافظ صاحب کی گفتگو ہو رہی تھی، ایک ہمارے ضلع جھنگ کے بڑے زمیندار کو حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں ملاقات کے لیے لائے تھے۔ جب پہنچے تو حضرت حافظ صاحب انتہائی ضعف کی نتیجہ میں لب ہلانے میں بھی دقت محسوس کرتے تھے۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ ان کو لانے کا مقصد تبلیغ ہے تو رفتہ رفتہ کوشش کر کے بعض مسائل پر کچھ کہنا شروع کیا۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ حضرت حافظ صاحب کی توانائی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ خدا کے فضل سے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مختلف کتابیں نکلوا کر اصل حوالہ جات بھی دکھانا شروع کر دیے اور تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے تک ان سے ہر مسئلے پر سیر حاصل بحث کی۔ اس گفتگو کے بعد جب وہ دوست باہر تشریف لے جا رہے تھے تو دروازہ میں ...... اونچی آواز میں کہا کہ "بلا بدّھی ہوئی اے"۔ جسے حضرت حافظ صاحب نے بھی سن لیا۔ چنانچہ میرے پہنچنے پر حضرت حافظ صاحب اسی بارہ میں استفسار فرما رہے تھے کہ اس نے مجھے "بلا" کیوں کہا۔ میں نے تو ایسی بات نہیں کی۔ نیز فرمایا کہ "بدھی" کا مطلب مجھے سمجھ نہیں آیا۔ چنانچہ اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ اس سے بہتر الفاظ میں پنجابی زبان میں وہ آپ کو خراج تحسین پیش نہیں کر سکتا تھا۔ صرف بلا کہنے پر بھی اس نے اکتفا نہیں کی، بلکہ "بلا بدھی" کہہ کر بلاغت کی انتہا کر دی کہ یہ کوئی انسان نہیں بلکہ بلا باندھی ہوئی ہے، جس کے ساتھ مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

اس قسم کے بے شمار واقعات دوستوں کے علم میں ہوں گے کہ حضرت حافظ صاحب نے نہایت نقاہت وضعف کی حالت میں کسی تبلیغی موضوع پر گفتگو شروع فرمائی۔ رفتہ رفتہ اس موضوع کی لذت سے توانائی حاصل کرتے ہوئے ایسے صحت مند نظر آنے لگے گویا کبھی بیمار ہی نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو غریق رحمت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں جگہ دے۔ (آمین)

☆☆☆

فہرست عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ 1982ء تا 2002ء

(نوٹ: اس خصوصی نمبر میں مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ کی فہرست ۸۳۔۱۹۸۲ء تا ۰۲۔۲۰۰۱ء شائع کی جارہی ہے۔ ۱۹۳۸ء سے ۸۲۔۱۹۸۱ء کی فہرست عاملہ ماہنامہ خالد فروری، مارچ ۱۹۸۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔)

شعبہ	1982-83	1983-84	1984-85	1985-86
صدر	مکرم محمود احمد صاحب شاہد	مکرم محمود احمد صاحب شاہد	مکرم محمود احمد صاحب شاہد	مکرم محمود احمد صاحب شاہد
نائب صدر	مرزا فرید احمد صاحب	مرزا محمد الدین ناز صاحب	مرزا محمد الدین ناز صاحب	حافظ مظفر احمد صاحب
معتمد	محمد اشرف اسحاق صاحب	نذیر احمد خادم صاحب	شمیم پرویز صاحب	شمیم پرویز صاحب
خدمت خلق	ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب	عطاء الرحمٰن محمود صاحب	عطاء الرحمٰن محمود صاحب	ملک محمد اکرم صاحب
تربیت	محمد اسلم شاد منگلا صاحب	انعام الحق کوثر صاحب	مبشر احمد کاہلوں صاحب	منیر احمد بسمل صاحب
مال	مبارک احمد طاہر صاحب	مبارک احمد طاہر صاحب	مبارک احمد طاہر صاحب	مبارک احمد طاہر صاحب
تعلیم	حافظ مظفر احمد صاحب	حافظ مظفر احمد صاحب	حافظ مظفر احمد صاحب	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب
عمومی	خواجہ عبد المومن صاحب	خواجہ عبد المومن صاحب	ڈاکٹر عبد الخالق خالد صاحب	ڈاکٹر عبد الخالق خالد صاحب
صحت جسمانی	مرزا القمان احمد صاحب	چوہدری سلطان احمد صاحب	چوہدری سلطان احمد صاحب	مرزا القمان احمد صاحب
وقار عمل	چوہدری سلطان احمد صاحب	شمیم پرویز صاحب	ناصر احمد صدیقی صاحب	ناصر احمد صدیقی صاحب
صنعت و تجارت	عطاء الرحمٰن محمود صاحب	مرزا القمان احمد صاحب	مرزا القمان احمد صاحب	چوہدری سلطان احمد صاحب
تحریک جدید	شیخ مبارک احمد صاحب	ناصر احمد صدیقی صاحب	سید قمر سلیمان احمد صاحب	سید قمر سلیمان احمد صاحب
اصلاح و ارشاد	مبشر احمد کاہلوں صاحب	مبشر احمد کاہلوں صاحب	ڈاکٹر ظہیر الدین منصور صاحب	ڈاکٹر ظہیر الدین منصور صاحب
تجنید	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	نصیر احمد قمر صاحب	مرزا مسرور احمد صاحب	مبشر احمد کاہلوں صاحب
امور طلباء	یوسف سہیل شوق صاحب	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	عطاء الرحمٰن محمود صاحب
اشاعت	نصیر احمد قمر صاحب	مرزا فرید احمد صاحب	مرزا فرید احمد صاحب	ملک خالد مسعود صاحب
اطفال	سعید احمد چٹھہ صاحب	مرزا عبد الصمد احمد صاحب	مرزا عبد الصمد احمد صاحب	مرزا عبد الصمد احمد صاحب
مقامی	مرزا محمد الدین ناز صاحب	سید خالد احمد شاہ صاحب	سید خالد احمد شاہ صاحب	سید خالد احمد شاہ صاحب
محاسب	چوہدری فضل احمد صاحب	شیخ مبارک احمد صاحب	شیخ مبارک احمد صاحب	شیخ مبارک احمد صاحب
مجالس بیرون	قریشی عبد الجلیل صادق صاحب	عبد الخالق خالد صاحب	ملک محمد اکرم صاحب	مرزا مسرور احمد صاحب

یہ فہرست عاملہ اُن فہرستوں سے مرتب کی گئی ہے جو ماہنامہ ''خالد'' میں شائع ہوتی رہی ہیں

شعبہ	1986-87	1987-88	1988-89	1989-90
صدر	مکرم محمود احمد صاحب شاہد	مکرم محمود احمد صاحب شاہد	مکرم محمود احمد صاحب شاہد	مکرم حافظ مظفر احمد صاحب
نائب صدر	حافظ مظفر احمد صاحب	حافظ مظفر احمد صاحب	حافظ مظفر احمد صاحب	مرزا مسرور احمد صاحب
معتمد	شمیم پرویز صاحب	شمیم پرویز صاحب	شمیم پرویز صاحب	شمیم پرویز صاحب
خدمت خلق	ملک محمد اکرم صاحب	حافظ برہان محمد صاحب	حافظ برہان محمد صاحب	محمد طارق اسلام صاحب
تربیت	منیر احمد بسمل صاحب	صلاح الدین قمر صاحب	عبدالسمیع خان صاحب	مرزا عبدالصمد احمد صاحب
مال	مبارک احمد طاہر صاحب	مبارک احمد طاہر صاحب	مبارک احمد طاہر صاحب	عطاء الرحمٰن محمود صاحب
تعلیم	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	عبدالسمیع خان صاحب
عمومی	ڈاکٹر عبدالخالق صاحب	ڈاکٹر عبدالخالق صاحب	ڈاکٹر عبدالخالق صاحب	ڈاکٹر عبدالخالق صاحب
صحت جسمانی	سید قمر سلیمان صاحب	سید قمر سلیمان صاحب	سید قمر سلیمان صاحب	فدا حسین وڑائچ صاحب
وقار عمل	مبارک احمد ظفر صاحب	مبارک احمد ظفر صاحب	فدا حسین وڑائچ صاحب	بشارت احمد ناصر صاحب
صنعت وتجارت	چوہدری سلطان احمد صاحب	عطاء الرحمٰن محمود صاحب	عطاء الرحمٰن محمود صاحب	مبارک احمد ظفر صاحب
تحریک جدید	سید طاہر احمد صاحب	سید طاہر احمد صاحب	سید طاہر احمد صاحب	سید طاہر احمد صاحب
اصلاح وارشاد	ڈاکٹر ظہیر الدین منصور صاحب	ڈاکٹر ظہیر الدین منصور صاحب	ڈاکٹر ظہیر الدین منصور صاحب	ڈاکٹر ظہیر الدین منصور صاحب
تجنید	مبشر احمد کاہلوں صاحب	مبشر احمد کاہلوں صاحب	مبشر احمد کاہلوں صاحب	مبشر احمد کاہلوں صاحب
امور طلباء	عطاء الرحمٰن محمود صاحب	ماسٹر محمد بشیر صاحب	مبارک احمد ظفر صاحب	سید قمر سلیمان صاحب
اشاعت	ملک خالد مسعود صاحب	ملک خالد مسعود صاحب	ملک خالد مسعود صاحب	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب
اطفال	مرزا عبدالصمد صاحب	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	سید خالد احمد شاہ صاحب
مقامی	سید خالد احمد شاہ صاحب	سید خالد احمد شاہ صاحب	سید خالد احمد شاہ صاحب	سید قاسم احمد صاحب
محاسب	شیخ مبارک احمد صاحب	خالد محمود الحسن بھٹی صاحب	خالد محمود الحسن بھٹی صاحب	خالد محمود الحسن بھٹی صاحب
مجالس بیرون	مرزا مسرور احمد صاحب	مرزا مسرور احمد صاحب	مرزا مسرور احمد صاحب	☆

☆1989ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی بجائے ہر ملک کی مجلس خدام الاحمدیہ کو الگ کر دیا۔ جس کی وجہ سے شعبہ "مجالس بیرون" ختم کر دیا گیا۔

شعبہ	1994-95	1995-96	1996-97	1997-98
صدر	راجہ منیر احمد خان صاحب	راجہ منیر احمد خان صاحب	راجہ منیر احمد خان صاحب	راجہ منیر احمد خان صاحب
نائب صدر	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
معتمد	سید طاہر محمود ماجد صاحب	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب
خدمت خلق	عبدالخالق خالد صاحب	عبدالخالق خالد صاحب	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
تربیت	مسعود احمد سلیمان صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	مسعود احمد سلیمان صاحب
تربیت برائے نومبائعین		☆ خواجہ ایاز احمد صاحب	خواجہ ایاز احمد صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب
مال	عبدالحلیم سحر صاحب	عبدالحلیم سحر صاحب	راجہ رفیق احمد صاحب	راجہ رفیق احمد صاحب
تعلیم	عبدالسمیع خان صاحب	عبدالسمیع خان صاحب	عبدالسمیع خان صاحب	عبدالسمیع خان صاحب
عمومی	انتصار احمد نذر صاحب	انتصار احمد نذر صاحب	سلیم الدین صاحب	سلیم الدین صاحب
صحت جسمانی	سفیر احمد قریشی صاحب	سفیر احمد قریشی صاحب	شبیر احمد ثاقب صاحب	شبیر احمد ثاقب صاحب
وقار عمل	خواجہ ایاز احمد صاحب	شبیر احمد ثاقب صاحب	انتصار احمد نذر صاحب	انتصار احمد نذر صاحب
صنعت و تجارت	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	نصیر احمد انجم صاحب	نصیر احمد انجم صاحب
تحریک جدید	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب	عبدالحلیم سحر صاحب	عبدالحلیم سحر صاحب
اصلاح وارشاد	خلیل احمد تنویر صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب
تجنید	سید طاہر احمد صاحب	نصیر احمد انجم صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب
امور طلباء	سید مبشر احمد ایاز صاحب	وقار منظور بسراء صاحب	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	فخر الحق شمس صاحب
اشاعت	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
اطفال	سید محمود احمد صاحب	سید محمود احمد صاحب	سید محمود احمد صاحب	سید محمود احمد صاحب
مقامی	مرزا غلام قادر صاحب	مسعود احمد سلیمان صاحب	مسعود احمد سلیمان صاحب	قمر احمد کوثر صاحب
محاسب	قمر احمد کوثر صاحب	قمر احمد کوثر صاحب	قمر احمد کوثر صاحب	خواجہ ایاز احمد صاحب
معاون صدر	ظہیر احمد خان صاحب	راجہ رفیق احمد صاحب	شمشاد احمد قمر صاحب	راجہ رشید احمد صاحب
معاون صدر	نصیر احمد انجم صاحب	شمشاد احمد قمر صاحب	منصور احمد ناصر صاحب	مرزا فضل احمد صاحب
معاون صدر	شبیر احمد ثاقب صاحب	منصور احمد ناصر صاحب	فخر الحق شمس صاحب	ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب
معاون صدر	راجہ رفیق احمد صاحب	ڈاکٹر گلزار احمد صاحب	راجہ رشید احمد صاحب	امین الرحمٰن صاحب

☆ مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ کی سفارش پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نئے شعبہ ''ایڈیشنل تربیت برائے نومبائعین'' کی منظوری عنایت فرمائی۔

شعبہ	1994-95	1995-96	1996-97	1997-98
صدر	راجہ منیر احمد خان صاحب	راجہ منیر احمد خان صاحب	راجہ منیر احمد خان صاحب	راجہ منیر احمد خان صاحب
نائب صدر	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
معتمد	سید طاہر محمود ماجد صاحب	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب
خدمت خلق	عبدالخالق خالد صاحب	عبدالخالق خالد صاحب	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
تربیت	مسعود احمد سلیمان صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	مسعود احمد سلیمان صاحب
تربیت برائے نومبائعین		☆ خواجہ ایاز احمد صاحب	خواجہ ایاز احمد صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب
مال	عبدالحلیم سحر صاحب	عبدالحلیم سحر صاحب	راجہ رفیق احمد صاحب	راجہ رفیق احمد صاحب
تعلیم	عبدالسمیع خان صاحب	عبدالسمیع خان صاحب	عبدالسمیع خان صاحب	عبدالسمیع خان صاحب
عمومی	انتصار احمد نذر صاحب	انتصار احمد نذر صاحب	سلیم الدین صاحب	سلیم الدین صاحب
صحت جسمانی	سفیر احمد قریشی صاحب	سفیر احمد قریشی صاحب	شبیر احمد ثاقب صاحب	شبیر احمد ثاقب صاحب
وقار عمل	خواجہ ایاز احمد صاحب	شبیر احمد ثاقب صاحب	انتصار احمد نذر صاحب	انتصار احمد نذر صاحب
صنعت و تجارت	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	نصیر احمد انجم صاحب	نصیر احمد انجم صاحب
تحریک جدید	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب	عبدالحلیم سحر صاحب	عبدالحلیم سحر صاحب *
اصلاح وارشاد	خلیل احمد تنویر صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب
تجنید	سید طاہر احمد صاحب	نصیر احمد انجم صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب
امور طلباء	سید مبشر احمد ایاز صاحب	وقار منظور بسراء صاحب	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	فخر الحق شمس صاحب
اشاعت	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	مرزا عبدالصمد احمد صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
اطفال	سید محمود احمد صاحب	سید محمود احمد صاحب	سید محمود احمد صاحب	سید محمود احمد صاحب
مقامی	مرزا غلام قادر صاحب	مسعود احمد سلیمان صاحب	مسعود احمد سلیمان صاحب	قمر احمد کوثر صاحب
محاسب	قمر احمد کوثر صاحب	قمر احمد کوثر صاحب	قمر احمد کوثر صاحب	خواجہ ایاز احمد صاحب
معاون صدر	ظہیر احمد خان صاحب	راجہ رفیق احمد صاحب	شمشاد احمد قمر صاحب	راجہ رشید احمد صاحب
معاون صدر	نصیر احمد انجم صاحب	شمشاد احمد قمر صاحب	منصور احمد ناصر صاحب	مرزا افضل احمد صاحب
معاون صدر	شبیر احمد ثاقب صاحب	منصور احمد ناصر صاحب	فخر الحق شمس صاھب	ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب
معاون صدر	راجہ رفیق احمد صاحب	ڈاکٹر گلزار احمد صاحب	راجہ رشید احمد صاحب	امین الرحمٰن صاحب

☆ مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ کی سفارش پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نئے شعبہ ''ایڈیشنل تربیت برائے نومبائعین'' کی منظوری عنایت فرمائی۔

شعبہ	1998-99	1999-00	2000-01	2001-02
صدر	راجہ منیر احمد خان صاحب	مکرم سید محمود احمد صاحب	مکرم سید محمود احمد صاحب	مکرم سید محمود احمد صاحب
نائب صدر	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	قمر احمد کوثر صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب+ راجہ رفیق احمد صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب+ ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
معتمد	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب	حافظ عبدالاعلیٰ صاحب	سلیم الدین صاحب	سلیم الدین صاحب
خدمت خلق	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
تربیت	مسعود احمد سلیمان صاحب	مسعود احمد سلیمان صاحب	حافظ خالد افتخار صاحب	حافظ خالد افتخار صاحب
تربیت برائے نومبائعین	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	امین الرحمٰن صاحب	امین الرحمٰن صاحب	امین الرحمٰن صاحب
مال	راجہ رفیق احمد صاحب	راجہ رفیق احمد صاحب	ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب	اکبر احمد صاحب
تعلیم	عبدالسمیع خان صاحب	فرید احمد نوید صاحب	فرید احمد نوید صاحب	فرید احمد نوید صاحب
☆ عمومی	سلیم الدین صاحب	ظہیر احمد خان صاحب	ظہیر احمد خان صاحب	ظہیر احمد خان صاحب
صحت جسمانی	شبیر احمد ثاقب صاحب	ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب	رفیق احمد ناصر صاحب	رفیق احمد ناصر صاحب
وقار عمل	انتصار احمد نذر صاحب	نعیم اللہ ملہی صاحب	نعیم اللہ ملہی صاحب	ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب
صنعت وتجارت	نصیر احمد انجم صاحب	نصیر احمد انجم صاحب	نصیر احمد انجم صاحب	نصیر احمد انجم صاحب
تحریک جدید	راجہ رشید احمد صاحب	مرزا فضل احمد صاحب	مرزا فضل احمد صاحب	مرزا فضل احمد صاحب
اصلاح وارشاد	خلیل احمد تنویر صاحب	سلیم الدین صاحب	اسفندیار منیب صاحب	اسفندیار منیب صاحب
تجنید	سید مبشر احمد ایاز صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب	ظفر اللہ خان طاہر صاحب
امور طلباء	فخر الحق شمس صاحب	ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب	سید میر محمود احمد صاحب	سید میر محمود احمد صاحب
اشاعت	ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب	سید مبشر احمد ایاز صاحب	شمشاد احمد قمر صاحب	شمشاد احمد قمر صاحب
اطفال	سید محمود احمد صاحب	حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب	حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب	حافظ راشد جاوید صاحب
مقامی	قمر احمد کوثر صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
محاسب	خواجہ ایاز احمد صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب	خلیل احمد تنویر صاحب	حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب
معاون صدر	مرزا فضل احمد صاحب	شمشاد احمد قمر صاحب	اکبر احمد صاحب	نصیب احمد بٹ صاحب
معاون صدر	ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب	رفیق احمد ناصر صاحب	اسد اللہ غالب صاحب	مشہود احمد صاحب
معاون صدر	امین الرحمٰن صاحب	حافظ خالد افتخار صاحب	میر مظفر احمد صاحب	افتخار اللہ سیال صاحب
معاون صدر	مجد الدین مجد صاحب	اسد اللہ غالب صاحب	ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب	میر مظفر احمد صاحب

☆ اگست ۲۰۰۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نئے شعبہ ''ایڈیشنل عمومی'' کی منظوری مرحمت فرمائی۔ جس کے مہتمم مکرم احمد محمد احسن صاحب مقرر ہوئے۔

حضرت منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کی ایک نادر غزل

(مکرم فیض عالم خاں صاحب فیض چنگوی)

خاکسار اپنی لائبریری کی کتابوں کو ترتیب دے رہا تھا۔ ایک کتاب جو پرانی سی ہے کے صفحہ ۲۹۱ پر ایک شعر پر نظر پڑی جس سے یہ تاثر ہوا کہ اللہ اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یعنی مہدی آخر زمان کے متعلق کس قدر حضور کے زمانہ کے بزرگوں اور دین سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو انتظار اور شوقِ دید وتوقع اصلاح خلق وابستہ تھی۔ یہ کتاب جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے ٹائیٹل کو میں نے الٹ کر دیکھا اس پر تحریر ہے۔ "دیوان امیر"۔ معروف بہ اسم تاریخی "مرأۃ الغیب" مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں مزین بہ طبع ہوا۔ اس کے آخری حصہ میں صفحہ ۳۴۸ پر شعر ہے ذریعہ سن ۱۳۳۱ھ نکالا گیا ہے۔

یہ دیوان جیسا کہ اس کے صفحہ ۳۴۷ سے ظاہر ہوتا ہے ۱۹۲۲ میں بار ہشتم طبع ہوا۔ اس پر لکھا ہے...... تصنیف الفصحاء امیر الشعراء استاذ الاساتذہ مقتدانا مولانا منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔

جس شعر کا یا جس نظم میں مذکورہ بالا تحریر کا خاکسار حوالہ دینا چاہتا ہے وہ کافی لمبی ہے لیکن اظہار مدعا کے لئے اس نظم کا مطلع اور چند چیدہ چیدہ اشعار لکھنا ہی کافی سمجھتا ہوں۔ جو یہ ہیں:-

تارکِ ہستی سے اس کا آستاں نزدیک ہے
بے نشانوں سے بہت، وہ بے نشاں نزدیک ہے

ہے ازل سے ساتھ نرم وسخت کا اس دہر میں
کس قدر انساں کے دانتوں سے زباں نزدیک ہے

بامِ جاناں دُور کیا ہے کہتی ہے پروازِ شوق
حوصلہ عالی اگر ہو آسماں نزدیک ہے

عشقِ صادق کی ہے آمد دل ہوس سے پاک کر
صاف کرنا چاہیے گھر، میہماں نزدیک ہے

دل ہے نالاں غم سے ٹپکا چاہتے ہیں اشک بھی
آتی ہے بانگِ جرس اب کارواں نزدیک ہے

صورِ محشر کو کھلا دے سرمہ اے گردِ گناہ
چپ رہے وقتِ حساب عاصیاں نزدیک ہے

ہر طرف ہیں غول خضرِ راہ پوشیدہ امیر
اب ظہورِ مہدی آخر زماں نزدیک ہے

آخری شعر میں امیر مینائی نے نہایت مختصر الفاظ میں زمانہ کے (غول خضر راہ پوشیدہ) یعنی خضر راہ کا دعویٰ کرنے والوں کی گمراہی اور ان کی، نیز زمانہ کی صحیح راہنمائی کے لئے ظہور امام آخر الزمان مہدی موعود کی ضرورت کو کس قدر محسوس کیا ہے اور انتظارِ شوق کا اظہار کیا ہے۔ وھو المراد۔

(ماہنامہ "خالد" مئی ۱۹۷۰ء)

دائیں سے بائیں کرسیوں پر: مکرم عبدالقیوم صاحب، مکرم سلطان احمد خالد صاحب، مکرم سید محمود احمد صاحب (صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)، مکرم شمشاد احمد قمر صاحب (مہتمم اشاعت)، مکرم انور احمد تبسم صاحب
کھڑے ہوئے: مکرم قمر احمد محمود صاحب، مکرم اقبال احمد زبیر صاحب، مکرم سید نصیر احمد صاحب، مکرم عزیز احمد صاحب، مکرم لطیف احمد صاحب

مکرم سید عبدالباسط صاحب

دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ جہاں سے "خالد" کا اجراء ہوا۔ (تصویر اندازاً 1952ء)

مکرم مرزا غلام قادر احمد صاحب

مکرم مبارک احمد خالد صاحب

مکرم شمشاد احمد قمر صاحب، مکرم طارق محمود پانی پتی صاحب
اور مکرم خالد محمود پانی پتی صاحب ٹائٹل ملاحظہ کرتے ہوئے۔
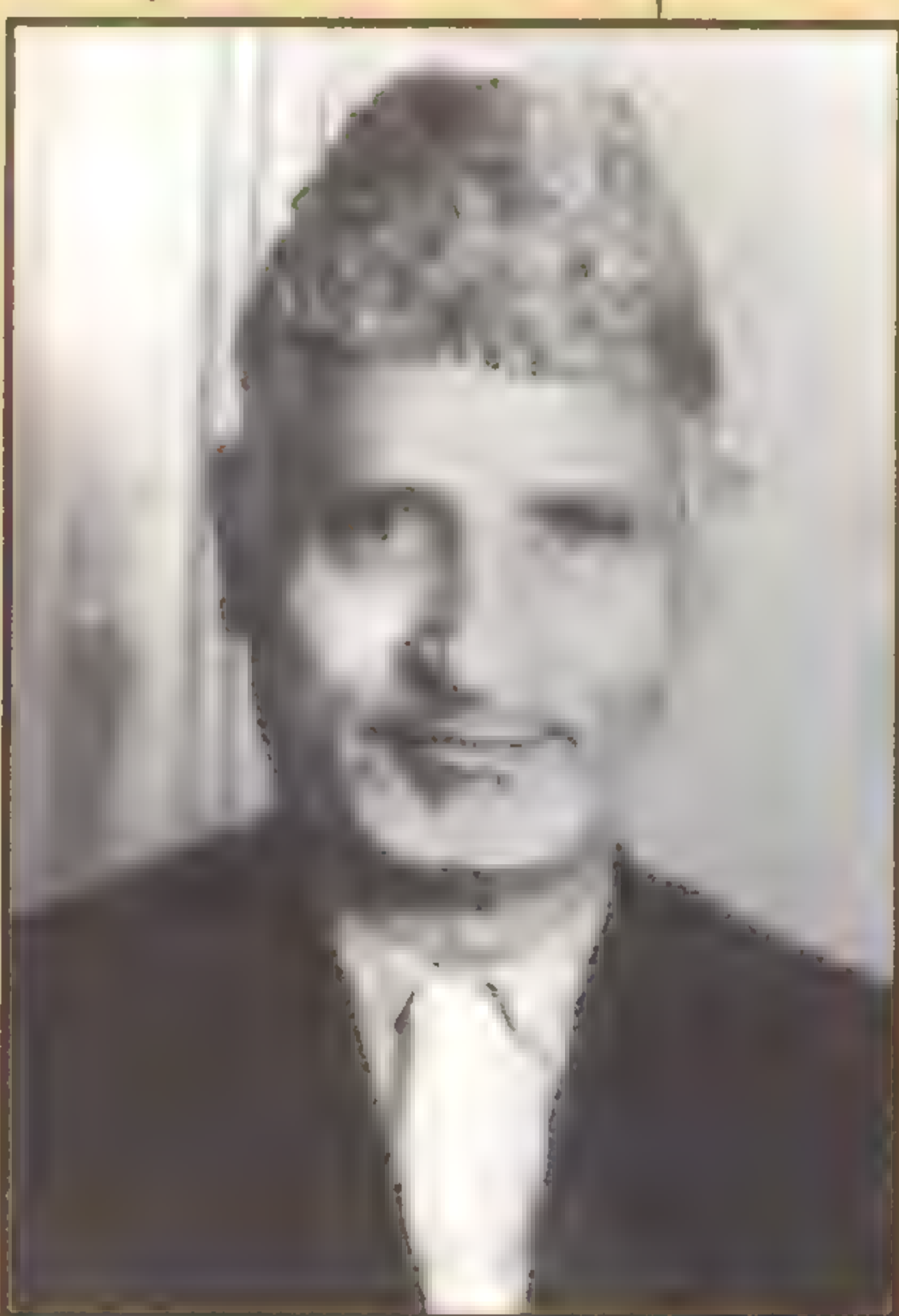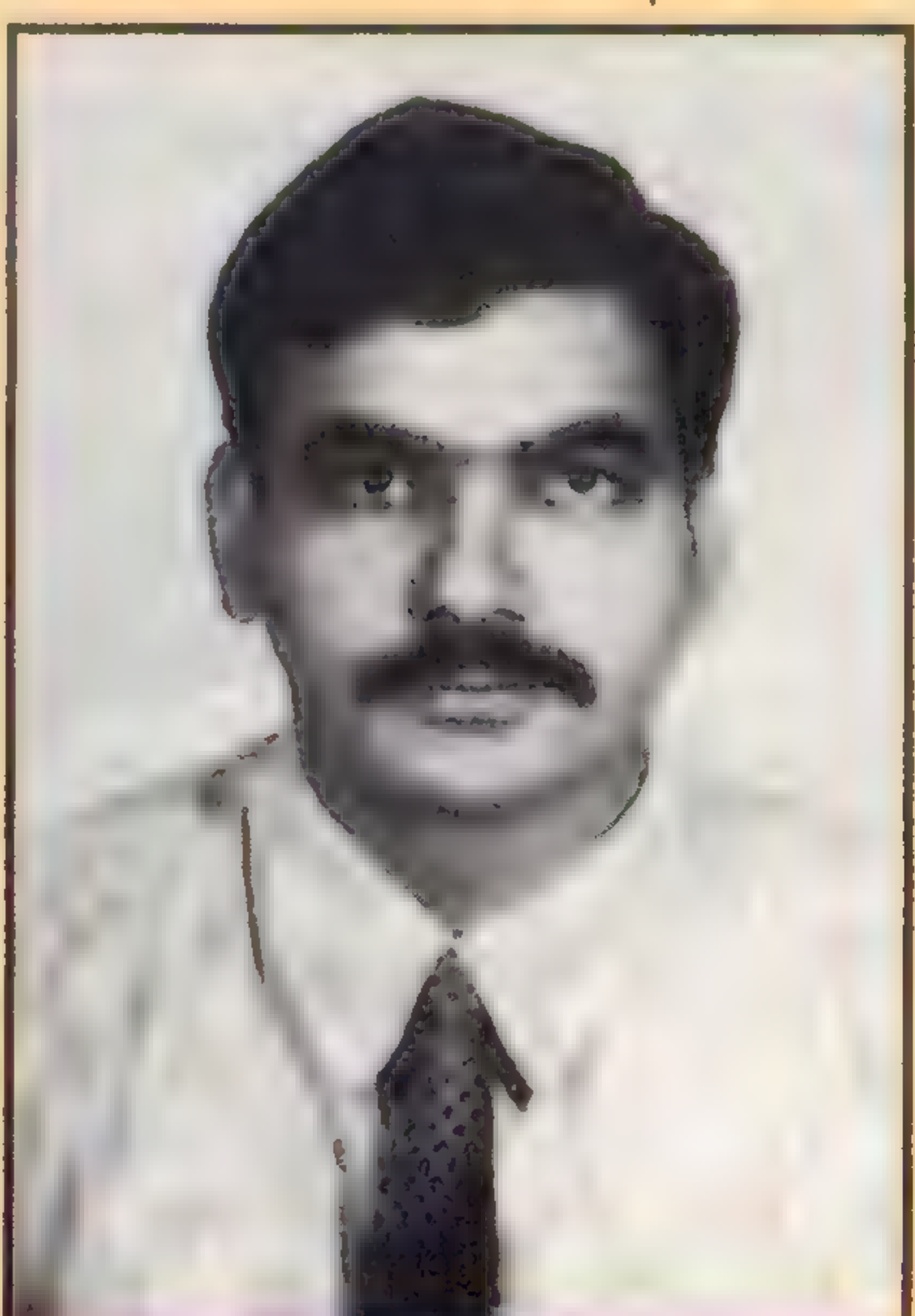
مکرم قاضی منیر احمد صاحب

"خالد" سے متعلقہ شخصیات

(نوٹ: اس مضمون میں ہم "خالد" سے تعلق رکھنے والے مختلف افراد کا تعارف پیش کر رہے ہیں۔ ہماری یہ بھرپور کوشش رہی ہے کہ سب کا نام، تعارف اور تصویر اس نمبر میں آ کر محفوظ ہو جائے، لیکن ممکن ہے کہ بعض اسماء رہ گئے ہوں ہم اس کی پیشگی معذرت کرتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر ایسے کوئی دوست ہوں تو وہ اپنا تعارف بھجوا دیں ہم اُس کو شائع کر دیں گے۔ ادارہ "خالد")

مکرم سید عبدالباسط صاحب (اولین پرنٹر و پبلشر)

اکتوبر 1952ء تا مارچ 1967ء

آپ حضرت سید مہدی حسین صاحب (یکے از رفقاء313) کے صاحبزادہ تھے۔ آپ اندازاً 1915ء میں پیدا ہوئے۔ آپ "خالد" اور "تشحیذ الاذہان" کے ابتدائی پبلشر تھے۔ انتہائی مخلص اور متنوع قابلیتوں کے مالک، سلسلہ کے وفادار خادم تھے۔ خدام الاحمدیہ سے طویل وابستگی کی وجہ سے مجلس کے قواعد وضوابط پر مکمل عبور کے ساتھ ساتھ تنظیم کی تاریخ سے گہری واقفیت تھی۔ گویا مجلس کا ایک مجسم دائرۃ المعارف تھے۔ آپ 23 اپریل 1967ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

مکرم محمد شفیق قیصر صاحب (پبلشر و پرنٹر)

پبلشر:- ستمبر 1967ء تا مارچ 1979ء

پرنٹر:- ستمبر 1967ء تا نومبر 1973ء

آپ کا تعارف "مدیرانِ خالد کا تعارف" میں ملاحظہ فرمائیں۔

مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب (پرنٹر خالد و تشحیذ)

پرنٹر:- دسمبر 1973ء تا مئی 1986ء

آپ کا تعارف "مدیرانِ خالد کا تعارف" میں م[illegible]رمائیں۔

مکرم شیخ عبدالخالق صاحب (مینیجر)

آپ مکرم شیخ محمد ذاکر صاحب کے ہاں 1932ء میں پیدا ہوئے۔ مکرم مبارک احمد خالد صاحب سے پہلے بطور مینیجر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ 6 دسمبر 1990ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔

مکرم مبارک احمد خالد صاحب (پبلشر و مینیجر)

پبلشر:- اکتوبر 1979ء تا دسمبر 1999ء

مینیجر:- ستمبر 1971ء تا دسمبر 1999ء

آپ 3 نومبر 1944ء کو مکرم سراج دین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ خدام الاحمدیہ میں آپکی خدمات کا دائرہ خاصا وسیع اور طویل ہے۔ آپ 1963ء میں خدام الاحمدیہ سے منسلک ہوئے نائب معتمد بھی رہے۔ بعدازاں "خالد" کے مینیجر بنا دئے گئے۔ 1979ء میں آپ "خالد" اور "تشحیذ" کے پبلشر بن گئے۔ موصوف نہایت فرض شناس، دیانت دار اور محنتی کارکن تھے۔ 18 دسمبر 1999ء کو وفات پائی۔

مکرم قاضی منیر احمد صاحب (پرنٹر)

جون 1986ء سے تا حال۔

آپ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کے ہاں 16 ستمبر 1944ء کو پیدا ہوئے۔ آپ مکرم سید عبدالحئی شاہ صاحب کے بعد "خالد" اور "تشحیذ" کے پرنٹر بنے۔ روزنامہ الفضل ربوہ اور دیگر مرکزی رسائل کے پرنٹر بھی آپ ہی ہیں۔ ایک مخلص اور انتھک محنت کرنے والے خادمِ سلسلہ ہیں۔ موجودہ دور میں سب سے زیادہ مقدمات آپ پر بنے ہیں جن کی تعداد 100 سے زائد ہے۔

مکرم قمر احمد محمود صاحب (پبلشر)

آپ مکرم چوہدری عبدالحئی صاحب کے ہاں 24 جنوری 1969ء کو پیدا ہوئے۔ 1989ء سے مجلس خدام الاحمدیہ

میں خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اگست 2000ء سے ''خالد'' و ''تشحیذ'' کے پبلشر کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔

سابقہ کارکنان شعبہ اشاعت

مکرم ملک فضل دین صاحب رہتاسی

آپ 31 جولائی 1943ء سے 31 اکتوبر 1971ء پنشن کے حصول تک اور پھر 31 اکتوبر 1987ء تک بطور ری ایمپلائے کارکن کے نہایت محنت اور اخلاص سے خدمت سلسلہ بجالاتے رہے۔ آپ کو اس دوران ایک لمبا عرصہ شعبہ اشاعت میں بطور کلرک خدمات بجالانے کا موقعہ بھی ملا۔ 24 اکتوبر 1990ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

مکرم عنایت اللہ صاحب

آپ مکرم حافظ محمد فضل عظیم صاحب کے ہاں یکم اپریل 1921ء کو پیدا ہوئے۔ 1952ء سے 1977ء تک بطور مراقب مجلس خدام الاحمدیہ خدمات بجالاتے رہے۔ بعد ازاں 1989ء تک شعبہ اشاعت میں خدمت کرتے رہے۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم فضل اللہ طارق صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

مکرم محمد یوسف صاحب

آپ مکرم سندھی خان صاحب کے ہاں 1940ء میں پیدا ہوئے اور 1982ء تا 1984ء بطور مددگار کارکن شعبہ اشاعت خدمت بجالاتے رہے۔

مکرم مولوی محمد احمد صاحب فاضل

آپ صوفی علی محمد صاحب کے ہاں 12 اپریل 1916ء کو پیدا ہوئے۔ آپ شعبہ مال میں 1978ء سے 1981ء تک ''خالد'' اور تشحیذ کے چندہ جات کی وصولی کرتے رہے ہیں۔ 6 ستمبر 1995ء کو وفات پائی۔

مکرم صوبیدار محمد شریف صاحب

آپ مکرم عمر دین صاحب کے ہاں 2 دسمبر 1930ء کو پیدا ہوئے۔ 1981ء سے شعبہ مال میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جہاں ''خالد'' و ''تشحیذ'' کے چندہ جات کو 1981ء سے 2000ء تک وصول کرنے کا موقع ملا۔

ان احباب کے علاوہ مختلف اوقات میں مکرم سعید احمد خان صاحب، مکرم محمود احمد صاحب، مکرم شریف احمد آصف صاحب، مکرم عاشق محمد خالد صاحب اور مکرم محمد عبداللہ صاحب وغیرہ شعبہ اشاعت میں خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔

موجودہ عملہ اشاعت کا تعارف

مکرم سلطان احمد خالد صاحب

آپ مکرم مبارک احمد خالد صاحب (سابق مینجر خالد وتشحیذ) کے بیٹے ہیں۔ اپنے والد محترم کی وفات کے بعد شعبہ اشاعت میں بطور مینیجر خدمات بجالا رہے ہیں۔

مکرم قمر احمد محمود صاحب

خالد اور تشحیذ کے پبلشر ہیں۔ انکا تعارف پبلشر کی فہرست میں آچکا ہے۔

مکرم انور احمد تبسم صاحب

آپ مکرم سراج دین صاحب مرحوم کے بیٹے اور مکرم مبارک احمد خالد صاحب سابق مینیجر و پبلشر ''خالد'' کے چھوٹے بھائی ہیں۔ 1980ء سے شعبہ اشاعت میں خدمات پر مامور ہیں۔

مکرم عبدالقیوم صاحب

آپ مکرم عبدالحمید صاحب کے ہاں اگست 1965ء کو پیدا ہوئے۔ نومبر 1987ء سے تاحال شعبہ اشاعت میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

مکرم لطیف احمد طاہر صاحب

آپ مکرم صوبیدار محمد شریف صاحب کے بیٹے ہیں۔ 1989ء سے شعبہ اشاعت میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ اس وقت تشحیذ الاذہان سے متعلقہ امور ان کے ذمہ ہیں۔

مکرم عزیز احمد صاحب

آپ چوہدری برکت علی ننگلی صاحب کے بیٹے ہیں۔ 2000ء سے شعبہ اشاعت میں خدمت پر مامور ہیں۔ آپ کے ذمہ مطبوعات سے متعلقہ امور ہیں۔

مکرم سید نصیر احمد ہاشمی صاحب

آپ مکرم سید منیر احمد صاحب کے بیٹے ہیں۔ 2000ء سے شعبہ اشاعت میں خدمت پر مامور ہیں۔ ''خالد'' سے متعلقہ امور ان کے ذمہ ہیں۔

خالد و تشحیذ کے جلد ساز

مکرم عبد الغنی صاحب

آپ 1914ء میں مکرم میاں چراغ دین صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ قادیان کے رہائشی تھے، قادیان میں دفتر الفضل میں پندرہ سال تک کارکن کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔ خالد کی ابتداء سے تا وقت آخر اسکی بائنڈنگ کرتے رہے۔ ساری عمر سلسلہ کی خدمت میں گذاری۔ آپ کی تاریخ وفات 30 اپریل 2002ء ہے۔

مکرم مبشر احمد آصف صاحب

آپ مکرم رفیق احمد ناصر صاحب کے بیٹے اور مکرم عبدالغنی صاحب کے پوتے ہیں۔ آپ 18 نومبر 1978ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دادا مرحوم کے ہمراہ خالد کی جلد سازی کرتے رہے ہیں۔ انکی وفات کے بعد اب جلد سازی کا کام ان کے سپرد ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

ماہنامہ خالد کے خصوصی نامہ نگار

''خالد'' جون ۱۹۶۸ء میں درج ذیل اعلان شائع ہوا۔

''مجالس کی قابلِ ذکر کارگذاری کی مناسب اشاعت اور ماہنامہ خالد میں خدام الاحمدیہ کے صفحات کو دلچسپ اور جاذب توجہ بنانے کیلئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ مختلف مجالس اپنے ہاں سے کسی اہل قلم خادم کو خالد کا خصوصی نامہ نگار تجویز کر کے منظوری حاصل کریں۔ یہ خادم اپنی مجلس کی مختلف تقاریب اور کارگذاری کے قابلِ ذکر حصوں کو دلچسپ انداز میں لکھ کر مرکز میں ارسال کرے گا۔ اس طریق سے مجالس کی کارگذاری بہتر طور پر اشاعت پذیر ہو سکے گی''۔

اس اعلان کے بعد مختلف جگہوں پر اولین طور پر جو احباب نامہ نگار بنائے گئے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ مکرم اخوند ریاض احمد صاحب — ملتان
۲۔ مکرم ڈاکٹر محمد بشیر صاحب — میر پور (AK)
۳۔ مکرم عمر دراز صاحب تنویر — لائل پور
۴۔ مکرم مرزا نثار احمد صاحب — سرگودھا
۵۔ مکرم عبدالرشید صاحب ساٹری — کراچی
۶۔ مکرم ملک عبدالعزیز صاحب — ربوہ
۷۔ مکرم نصیر احمد تنویر صاحب — مانگٹ اونچا حافظ آباد
۸۔ مکرم بشیر الدین صاحب سامی — پشاور
۹۔ مکرم عبدالمالک صاحب — مغلپورہ لاہور☆

(''خالد'' جون ۱۹۶۸ء)

۱۰۔ مکرم محمد ہادی نسیم صاحب — کوئٹہ

(''خالد'' جولائی ۱۹۶۸ء)

☆ مکرم عبدالمالک صاحب کو سب سے لمبا عرصہ بطور نمائندہ ''خالد و تشحیذ'' خدمت کا موقعہ ملا۔ آپ کی وفات ۱۹ جولائی ۲۰۰۱ء کو ہوئی۔ (ادارہ)

☆☆☆

میں احمدی جوان ہوں

(مکرم عبیداللہ علیم صاحب)

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

تجلّیٔ مسیح پاک ایسے دل کو دھو گئی
جو بحر و بر کی تیرگی تھی روشنی میں کھو گئی
مرے وجود سے زمین آسمان ہوگئی

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

وہ قادیاں جسے جہاں میں کوئی جانتا نہ تھا
زمانہ جس کے دم سے آج ہوگیا ہے آشنا
اُسی کی عظمتوں کا مَیں نشان ہوں کھلا ہوا

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

نئے سرے سے پھر جہاں میں انقلاب آگیا
زمینِ شب گزیدہ پر نیا شباب آگیا
نگاہِ ایزدی میں تھا جو انتخاب آگیا

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

بڑا عظیم کام ہے ، ہے گرچہ عمر مختصر
مگر یقین ہے مجھے کہ ہوگا ایک دن یہ سر
کہ میرے ساتھ ساتھ ہے مرا جنوں بھی ہمسفر

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

چڑھا ہوں دار پر بھی مَیں ہوا ہوں سنگسار بھی
کہ بات مَیں نے جو کہی ہمیشہ بات حق کہی
مقابلہ پہ جو بھی آیا اس کی آبرو گئی

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

خدا کے دین کے لیے ہے وقف زندگی مری
خدا ہو جس سے خوش مرا وہی ہے بس خوشی مری
وہ آ رہے ہیں دن کہ ہوگی شش جہت شہی مری

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

زمین و آسماں بھی ہیں گواہ کہ ارجمند ہوں
نگاہِ ایزدی کو آج صرف میں پسند ہوں
مَیں دینِ مصطفیٰ کا اب ستارۂ بلند ہوں

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

یہ دینِ مصطفیٰ خدا کا آخری نظام ہے
یہی پناہِ آخرت اسی سے امن عام ہے
یہی ہے زندگی مری اسی سے میرا کام ہے

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

غلامِ مصطفیٰ مسیحؑ کا مَیں اِک غلام ہوں
اس آخری پیام کا مَیں آخری پیام ہوں
جہانِ تشنہ کے لیے میں روح بخش جام ہوں

میں احمدی جوان ہوں
میں احمدی جوان ہوں

(''خالد'' جون ۱۹۶۰ء)

یہ کلام علیم صاحب کے کلیات ''یہ زندگی ہے ہماری'' میں شامل نہیں ہے۔

ھدیہ تبریک

ہم ماہنامہ ''خالد'' کی گولڈن جوبلی پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اس کی ترقی کے لئے دعا گو ہیں۔

ھم ھیں

قائدین مجالس واراکین عاملہ

مجلس پشاور روڈ، مجلس چکلالہ

ضلع راولپنڈی

☆☆☆

ہم جماعت احمدیہ عالمگیر کی ترقی کے لئے دعا گو ہیں۔

ھم ھیں

قائدین مجالس واراکین عاملہ

مجلس سیٹلائٹ ٹاؤن جنوبی

مجلس صادق آباد

ضلع راولپنڈی

☆☆☆

ھدیہ تبریك

ہم ماہنامہ ''خالد'' کی گولڈن جوبلی پر تمام قارئین کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ھم ھیں

قائدین مجالس واراکین عاملہ

مجلس سیٹلائٹ ٹاؤن شمالی، مجلس لالہ رُخ واہ کینٹ

ضلع راولپنڈی

☆☆☆

ہم ماہنامہ ''خالد'' کی ترقی کے لئے دعا گو ہیں۔

ھم ھیں

قائدین مجالس واراکین عاملہ

مجلس نور، مجلس گوجر خان

ضلع راولپنڈی

☆☆☆

ایک مکتوب

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل بیرون ملک اقامت پذیر ہونے والے ایک خاندان کو اہم خط لکھا جس کا ایک اقتباس ماہنامہ ''خالد'' نومبر، دسمبر ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ ادارہ خالد اس کو دوبارہ شائع کرنے کی سعادت پا رہا ہے۔ (ادارہ)

...... یورپ میں رہائش پذیر احمدیوں کے بارہ میں بھی اس پہلو سے فکر لاحق ہوتی ہے لیکن دو سال قبل امریکہ کی سیر کا جو موقعہ ملا اس کے نتیجہ میں ہی سمجھتا ہوں کہ جیسی تباہ کن مسموم فضا امریکہ میں ہے دنیا کے پردہ پر اور کہیں نہیں۔ چین اور روس میں رہائش پذیر بیرونی خاندان چونکہ ماحول سے کٹ کر اپنی ہی دنیا میں رہتے ہیں اور ملکی ماحول خود انہیں سمٹ کر الگ رہنے پر مجبور کر دیتا ہے، لہذا کوئی حقیقی خطرہ در پیش نہیں ہوتا لیکن امریکن تہذیب ہر بیرونی عنصر کو بڑی قوت کے ساتھ جذب کرنے کی کوشش کرتی ہے اور مادر پدر آزاد ہے۔

جہاں اشتراکی نظام افراد کو حد سے زیادہ زنجیروں میں جکڑ کر بے دست و پا کر دیتا ہے اور انفرادیت پر موت سی وارد کر دیتا ہے وہاں اس کے برعکس امریکی نظام دوسری انتہاء پر ہے اور فرد کی آزادی کا تصور ایسا بے روک ٹوک اور بے مہار ہے کہ ہر قسم کی مذہبی اور روایتی اور تہذیبی او تمدنی قدروں کے بندھن کاٹ دیتا ہے۔ بڑی عمر کے لوگ جو اپنی عادات میں پختہ ہونے کے بعد وہاں جاتے ہیں اُن کو بھی خطرہ تو ہوتا ہے لیکن اتنا زیادہ نہیں مگر نئی نسلوں کو تو یہ آزادی کا غلط ماحول کہیں کا نہیں رہنے دیتا۔ مذہبی اور مشرقی اقدار کا پلیٹ فارم ہی اُن کے پاؤں تلے سے نکل جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنے ماں باپ کو اگلے وقتوں کے لوگ سمجھنے لگتے ہیں، جن کی سنی تو جا سکتی ہے مانی نہیں جا سکتی۔ پس جب جائیں تو ان خطرات کے خلاف دفاع کی پوری تیاری کر کے جائیں جس کے لیے اختصار سے حسب ذیل ذرائع اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہوں:-

۱۔ بچوں کو گھر میں اپنی زبان بولنے پر مجبور کریں اور ہرگز اس بات پر فخر نہ کریں کہ بس انگریزی جانتے ہیں اور اُردو نہیں آتی یا سمجھ تو لیتے ہیں بول ٹھیک طرح نہیں سکتے۔ لکھنا پڑھنا تو بالکل نہیں آتا۔

جب ماں باپ فخر سے ایسی باتیں کرنے لگتے ہیں تو اپنے بچوں کے پاؤں پر پہلی کلہاڑی مارتے ہیں اور بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔

۲۔ بچپن ہی سے اُردو میں مذہبی کتب کے مطالعہ کا سامان اور وقت فراہم کریں اور سکول کی پڑھائی کی راہ میں حائل نہ ہونے دیں۔ مناسب وقت ہو لیکن با قاعدہ دیا جائے۔

۳۔ کچھ نہ کچھ اُردو ادب سے بھی رابطہ قائم رکھیں۔

۴۔ بلاناغہ قرآن کریم کی تلاوت کی عادت ڈالیں اور تفسیر صغیر کی مدد سے ترجمہ کے ساتھ سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر محبت اور پیار کے ساتھ ہر مناسب موقعہ پر کرتی رہیں۔ جب بھی کسی چیز سے متاثر ہوں یا لطف اندوز ہوں ذہن خدا تعالیٰ کی طرف پھیر دیں۔

۶۔ بچپن سے دعا کی عادت ڈالیں اور ساتھ خود بھی دعا

کریں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہوئے معصوم بچوں کی دعائیں قبول فرمائے تا کہ اُن کو بچپن ہی سے اُس کے ساتھ روحانی تعلق پیدا ہو جائے۔

۷۔ قرآن کریم کی ایسی آیات چن کر جو خاص طور پر اللہ تعالیٰ اور آنحضورﷺ کی محبت پیدا کرنے والی ہوں اُن کو ترجمہ اور خوش الحانی کے ساتھ یاد کروائیں۔

۸۔ آنحضورﷺ کی سیرت طیبہ کے پُر اثر واقعات وقتاً فوقتاً سناتی رہیں۔

۹۔ انبیاء علیہم السلام کے واقعات جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں کہانیوں کی شکل میں بیان فرماتی رہیں۔

۱۰۔ چھوٹی چھوٹی احادیث یاد کروائیں جو خاص طور پر اخلاقی تعلیم کو دلوں میں جاگزیں کرنے والی ہوں۔

۱۱۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سیرت، آپ کا مقام اور مشن ان پر اچھی طرح واضح کرتی رہیں۔ خصوصاً کسرِ صلیب کے عظیم الشان کارنامہ پر تواتر سے اور بار بار روشنی ڈالیں کہ عقیدہ صلیب کے خلاف اس کی بیّن فتح کا تصور ان کے دل میں جاگزیں ہو جائے۔

۱۲۔ دُرِّثمین سے چیدہ چیدہ بعض اشعار خوش الحانی سے یاد کروائیں۔

۱۳۔ بنی نوع انسان کی محبت پیدا کریں اور وقتاً فوقتاً یاد کرواتی رہیں کہ وہ امریکن دولت اور عیاشی کے مقابل پر پسماندہ ممالک کی سسکتی ہوئی انسانیت کو بھی دیکھتے رہیں۔

۱۴۔ دُنیا کی بے ثباتی اور دنیاوی لذتوں کے کھوکھلے پن کو ظاہر کر کے یہ سمجھاتی رہیں۔ اصل لذت وہی ہے جو نیک کاموں سے حاصل ہوتی ہے اور کردار کی عظمت اور ذہنی آزادی ہی اصل آزادی ہے۔ انسان کسی وقتی ماحول سے متاثر ہوئے بغیر کسی مسئلہ کے ہر پہلو کو دیکھ کر آزادانہ فیصلہ کرنے کا اہل ہو تو وہی انسان دراصل خودمختار اور آزاد کہلا سکتا ہے۔

۱۵۔ عظمتِ کردار کا احساس زندہ رکھنے کے لیے اور ذہن کو مغربیت کی غلامی سے بچانے کے لیے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کی رائے کی پرواہ نہ کرنے کی عادت ڈالنے کے لیے عورتوں کے لیے مغربی ممالک میں رہ کر پردہ کرنا ایک بے مثل نسخہ ہے، جسے یہ نصیب ہو جائے وہ آزاد رہتا ہے۔ جسے یہ نصیب نہ ہو وہ رفتہ رفتہ کھسکتا ہوا اُن دھاروں میں بہہ جاتا ہے جہاں سے کسی کو واپس ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ الا ماشاء اللہ۔

بے پردہ مائیں اگر خود زیادہ دُور نہ بھی جائیں تو اولاد بہتے بہتے بہت دور نکل جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نیکی کی آوازیں بھی اُنہیں سنائی نہیں دیتیں۔

۱۶۔ خود بھی نظام جماعت سے وابستہ رہیں اور بچوں کو بھی وابستہ رکھیں۔ مرکزی نظام سے بھی اور ذیلی تنظیموں سے بھی۔

۱۷۔ چندوں میں دِل کھول کر حصہ لیں اور بچوں سے بھی دلوائیں۔

۱۸۔ اگر خدا توفیق دے تو ہر سال بچوں کو جلسہ پر لے کر آئیں۔ اگر یہ تکلیف مالایطاق ہو تو دو سال میں ایک دفعہ آنے کی کوشش کریں۔

۱۹۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کو خود بھی دعا کے خطوط لکھتی رہیں اور بچوں سے بھی لکھواتی رہیں۔

۲۰۔ مقامی احمدیوں سے خصوصاً افریقنوں سے بہت زیادہ شفقت کا تعلق رکھیں اور اُن کے بچوں سے بھی پیار کریں۔ باوجود اس کے کہ معاشی اور تہذیبی لحاظ سے آپ اُن میں سے بہتوں کو اپنے سے کم تر پائیں گی اور عادات کا اختلاف بھی دل پر گراں گزرے گا، مگر خدا تعالیٰ کی خاطر دل پر جبر کر کے بھی اُن سے میل ملاپ

رکھیں اور اُن کی خدمت کے مواقع تلاش کرتی رہیں۔ انہیں برابری کا نہیں عزت کا مقام دیں۔ یہ لوگ صدیوں سے ظلم کا شکار رہ کر بے اعتنائی کے نہیں خاص شفقت کے محتاج ہیں۔ بہت سے دوسرے بے شعور پاکستانیوں کی طرح ان سے وہ سلوک نہ کریں جو انگریز اپنے عروج کے زمانہ میں ہندوستانیوں سے کیا کرتا تھا۔ اس قسم کا جاہلانہ تکبر خدا تعالیٰ کو پسند نہیں اور دین کی اشاعت کی راہ میں تو شدید روکیں پیدا کر دیتا ہے۔

۲۱۔ آخری بات پھر وہی جو ایک دفعہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ دعا کریں، دعا کریں، دعا کریں، انکسار اور عاجزی کے ساتھ اور بچوں کو بھی انکسار اور عاجزی کے ساتھ دعا کی عادت ڈالیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ انکسار کے باوجود اپنی اس عظمت کا احساس نہ مٹنے دیں کہ آپ خدا والے لوگ ہیں اور بے خدا دنیا والے۔ آپ نے اُن کی تقدیر بدلنی ہے نہ انہوں نے آپ کی۔ ان سب ذرائع کے باوجود اگر بچوں کے دین کے لیے خطرہ محسوس کریں تو دنیا کی دولت کے منہ پر تھوکتی ہوئی پاکستان واپس آجائیں۔ حقیقی طمانیتِ قلب دولت میں نہیں بلکہ تعلق باللہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ امریکہ انسان کو بہت کچھ عطا بھی کرتا ہے لیکن بہت کچھ چھین بھی لیتا ہے۔ عارضی قدریں دیتا ہے تو مستقل قدریں چھین لیتا ہے۔ بکثرت والدین مَیں نے ایسے دیکھے جو دنیا کے لحاظ سے بیسیوں گنا بہتر حال میں تھے اور بظاہر ایک بڑی پُر لطف جنت میں بس رہے تھے لیکن غیر محسوس طور پر سرکتے خود بھی مادیت کی طرف بڑھ رہے تھے اور اولاد تو کلیۃً ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ اُن کی آنکھوں میں مذہب سے بیگانگی اور استغناء پایا جاتا تھا اور ایک ایسی غلط اندازِ نگاہ جو ہر ایسے شخص کے لیے سراپا "دسم" تھی جو برداشت نہیں کر سکتے کہ مخلص ماں باپ اور بزرگ آباؤ اجداد کی نسلیں مادہ پرستی اور دہریت کا شکار ہو جائیں، مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے امریکہ نے والدین کو عارضی اور حقیر دنیاوی دولت دے کر لعل و جواہر سے بڑھ کر قیمتی بچے خرید لئے ہیں۔ پس اولاد کو بیچ کر دنیا کمانے کا یہ نظارہ میرے لیے سوہان روح بن گیا اور امریکہ سے بہت بیزار اور دل برداشتہ ہو کر لوٹا۔ اس صورت حال میں استثناء بھی تھے۔ کئی والدین دن رات اپنی اولاد کے لیے دعائیں کرنے والے اور اُن کی تربیت میں کوشاں بھی پائے اور اُن کے اِس خلوص کا بڑا نیک اثر بھی ان کے بچوں پر دیکھا لیکن امریکہ مادیت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا شور سمندر ہے جس کا کنارہ دکھائی نہیں دیتا۔ سوائے اس کے کہ مضبوط تعلق باللہ کسی فرد یا اُس کے خاندان کو بچالے انفرادی کوشش بے پناہ طوفانی تھپیڑوں کے مقابل پر بے بس اور بے اثر دکھائی دیتی ہے۔ پس اُن احمدیوں کی حالت بھی قابل رحم دکھائی دیتی ہے جنہوں نے اپنی اولاد کو بچانے کے لیے گھر میں تربیتی ماحول پیدا کر کے چھوٹے چھوٹے لائف ریفٹس (Rafts) بنا رکھے ہیں۔ پھر بھی ان کے بعض بچے انہیں زبانِ حال سے یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ:-

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

امریکہ میں بسنے والے احمدیوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بچپن ہی سے اپنی اولاد کو نظام جماعت سے وابستہ رہنے اور نظام جماعت سے خادمانہ تعلق قائم رکھنے کی عادت ڈالیں۔ ناصرات اور اطفال اور خدام اور لجنہ کی تنظیمیں بچوں اور نوجوانوں کے لیے آب حیات کا حکم رکھتی ہیں اگر ان کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ (ماہنامہ "خالد" نومبر، دسمبر ۱۹۸۱ء)

ہم ماہنامہ ''خالد'' کی گولڈن جوبلی پر اس کی ترقی کیلئے دعا گو ہیں۔

منجانب

قائدین مجالس واراکین عاملہ

مجلس صدر، مجلس ٹینچ بھاٹہ

ضلع راولپنڈی

☆☆☆

ہم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی ترقی کے لئے دعا گو ہیں

منجانب

قائد مجلس واراکین عاملہ

مجلس دارالذکر

ضلع فیصل آباد

☆☆☆

قارئین ''خالد'' کو عید الفطر مبارک ہو

منجانب

قائد مجلس واراکین عاملہ

مجلس فضل عمر

ضلع فیصل آباد

☆☆☆

جماعت احمدیہ عالمگیر کو عید کی خوشیاں مبارک ہوں

منجانب

قائد مجلس واراکین عاملہ

مجلس دارالحمد

ضلع فیصل آباد

☆☆☆

زمانے دا مسیحؑ ___ تونسے دی گدی

(سعید احمد خاں۔ ضلع ڈیرہ غازی خان)

تونسہ شریف (ضلع ڈیرہ غازی خان) پاکستان میں بہت سے عقیدتمندوں کا روحانی سرچشمہ ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام صداقتِ حق کے تیر اکناف عالم میں چلا رہے تھے تو ایک جلد براہین احمدیہ تونسہ شریف کے گدی نشین کو بھی ارسال فرمائی۔ خواجہ اللہ بخش صاحب، جو وقت کے گدی نشین تھے، نے کتاب دیکھی پھر اس کا سرِ ورق پھاڑا اور کہا کہ ہمیں کسی قسم کے مجدد کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم میں جب یہ بات آئی تو حضور نے فرمایا کہ اس شخص نے میری کتاب کو پھاڑا ہے خدا اس کی گدی کو ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ خواجہ اللہ بخش صاحب گدی نشین کا انتقال ہوگیا اور جانشین خواجہ موسن صاحب بنے۔ خواجہ صاحب موصوف خواجہ اللہ بخش کے فرزند تھے۔ خواجہ موسن صاحب جب وفات پاگئے تو گدی ان کے بیٹے خواجہ حامد صاحب کے حوالہ ہوئی۔ خواجہ محمود صاحب پہلے گدی نشین خواجہ موسن صاحب کے بھائی اور خواجہ حامد صاحب گدی نشین کے چچا تھے۔ شاید خواجہ محمود صاحب کو یہ بات ناگوار گذری کہ گدی باپ کے بعد بیٹے کو ہی ملے۔ چنانچہ انہوں نے اس بناء پر کہ خواجہ حامد صاحب جو کہ ابھی تک ایک بچہ تھا گدی کا وارث نہیں ہوسکتا اس لئے بھائی ہی گدی کا مالک ہے۔ انہوں نے اپنا حق جتلانا شروع کیا۔ بات بہت بڑھ گئی اور آخر عدالتی کارروائی تک نوبت آ پہنچی۔ ضلع کی عدالت نے بیٹے یعنی خواجہ حامد صاحب کو جائز وارث قرار دیا۔ خواجہ محمود صاحب نے اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کردی۔ معاملہ اپنے ملک میں ختم نہ ہوا۔ آخر انگلستان کی عدالت عالیہ نے تونسہ کی اسلامی گدی کا جائز وارث خواجہ حامد صاحب کو قرار دیا اور دوسرے املاک از قسم محلات تقسیم کر دیئے اور فریقین کے لئے مسجد میں آنے کا وقت مقرر کر دیا کیونکہ وہ پارٹیاں ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتی تھیں، ایک اور مزار بنایا گیا ہے جو کہ ایک لحاظ سے ایک علیحدہ گدی کی علامت ہے اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو خواجہ حامد صاحب سے لاتعلق اور خواجہ محمود صاحب سے رابطہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آج کل پہلی گدی کے جانشین خواجہ سدید الدین صاحب...... ہیں۔ وہ انتشار جس کی پیشگوئی مسیح الزمان نے کی تھی۔ اب تک اختتام پذیر نہیں ہوا۔ خواجہ غلام مرتضیٰ صاحب ایم ایل اے (مسلم لیگ) اور خواجہ سدید الدین صاحب ایم ایل اے (آزاد) ابھی تک کسی مرحلے تک بھی اتفاق نہیں کر سکے۔ تونسہ کی گدی ایک دوسرے رنگ میں بھی احمدیت کی صداقت کی تائید کر چکی ہے۔ پچھلے دنوں جب احمدیت کے خلاف ہنگامہ آرائی ہوئی تو خواجہ نظام الدین صاحب جن کے مریدوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے ہر نماز کے بعد اپنے مریدوں کے ساتھ مل کر احمدیت کے خلاف دست بدعا ہوتے تھے مگر دعا ''کسی وجہ سے'' منظور نہیں ہوئی اور اب خواجہ صاحب نے احتجاجاً اپنے جوڑیں یعنی لمبے لمبے بال کٹوا ڈالے ہیں اور اپنے ہاتھ پر بیعت لینا بھی ترک کر دیا۔ اپنے ایک عزیز کو ایک کام پر مامور کر دیا ہے شاید ان کا خیال ہے کہ روحانی شہنشاہ ادھر بھی توجہ کرے گا اور باہمی صلح کرا دے گا لیکن کون ہے جو یہ بات ثابت کرے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ایلچی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف خداوند تعالیٰ سے روحانی تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔

(ماہنامہ ''خالد'' اکتوبر ۱۹۵۵)

''خالد'' کے بارہ میں شوریٰ کی سفارشات

(نوٹ: اس مضمون میں ''خالد'' سے متعلق 1954ء اور 1997ء کی شوریٰ خدام الاحمدیہ کی تجاویز پیش ہیں)

سالانہ اجتماع ۵۴ء کے موقعہ پر جب بجٹ پیش ہوا تو مالی سب کمیٹی نے سفارش کی کہ رسالہ خالد کو ترقی دینے کے ذرائع پر غور کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی مقرر کر دی جائے جس کی رپورٹ نائب صدر صاحب کی خدمت میں پیش ہو اور سب کمیٹی کی سفارشات پر عملدرآمد کرنے کے بعد جو نتائج پیدا ہوں وہ شوریٰ ۵۵ء کی مالی سب کمیٹی میں پیش کئے جائیں۔ اس سب کمیٹی کے ممبران کے نام حسب ذیل تھے۔

۱۔ چوہدری غلام دستگیر صاحب لائل پور (فیصل آباد)
۲۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ربوہ
۳۔ محمد سعید احمد صاحب لاہور
۴۔ صوفی رحیم بخش صاحب راولپنڈی
۵۔ چوہدری محمد صدیق مہتمم اشاعت

سب کمیٹی کا اجلاس مورخہ ۵۵/۱/۲۳ کو دفتر مرکزیہ میں منعقد ہوا جس میں سوائے چوہدری غلام دستگیر صاحب کے باقی تمام ممبران شامل ہوئے۔ سب کمیٹی نے مندرجہ ذیل سفارشات محترم نائب صدر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں۔ جنہیں مجلس عاملہ مرکزیہ کے اجلاس میں زیر ریزولیشن ۵۵-۱-۲۵/۴۱ پیش کیا گیا۔ ان سفارشات کو مجلس مرکزیہ نے حسب ذیل صورت میں منظور کیا۔ ''خالد کی توسیع اشاعت، معیار کو بلند کرنے اور بقایا جات کی وصولی کے لیے شوریٰ خدام الاحمدیہ کا اجلاس ۵۵۔۱۔۲۳ کو منعقد ہوا۔

شق اوّل: خالد کے معیار کو بلند کرنے کے لیے حسب ذیل امور پر عملدرآمد ہو:-

(۱) حضور ایدہ اللہ کے خالد سے متعلقہ ارشادات مجالس میں بھجوائے جائیں۔ قائدین مجالس اپنے عام اجلاسوں میں وقتاً فوقتاً انہیں سنائیں۔ اور خدام سے مضامین لکھوا کر بھجوائیں۔ ان کا نتیجہ خالد میں شائع ہوتا رہے کہ مجالس کی طرف سے کس قدر مضامین آئے۔

(۲) مفید علمی بحثیں شروع کی جائیں اور خدام سے مقابلہ کے لیے مضامین لکھوائے جائیں اور خالد کی طرف سے انعام مقرر کیا جائے۔

(۳) غیر ملکی رسائل میں سے مفید مضامین کے تراجم کا کام شروع کیا جائے اور ایسے مضامین پھر خالد سے دوسرے اخبارات میں دیئے جائیں۔

(۴) معلومات عامہ کا ایک کالم شروع کیا جاوے، جس میں حالات حاضرہ کے متعلق ایسی معلومات ہوں جن کے متعلق سالانہ اجتماع میں سوالات کئے جائیں۔ اس طرح دینی سوالات کا کام شروع کیا جائے اور ساتھ ہی جواب بھی لکھدیا جائے۔ اسی طرح کھیلوں کے عام قواعد بھی آجایا کریں۔

(۵) تجارت اور زراعت اور حفظان صحت کے متعلق تحقیقاتی مضامین لکھوائے جائیں۔

(۶) خالد کے مضامین کا تعارف الفضل کے ذریعہ ہوا کرے نیز انسپکٹران بھی خالد کا تعارف کرائیں۔

(۷) بیرونی مشنوں کے حالات بھی شائع ہوں۔ سرِ ورق پر چند اہم مضامین کی فہرست بھی آجایا کرے۔

شق دوئم: اشاعت بڑھانے کے لیے سب کمیٹی کے نزدیک حسب ذیل صورت اختیار کی جائے۔

(۱) قائدین اپنے کاروباری احباب سے خالد کے لیے اشتہار حاصل کریں۔ اسی طرح انسپکٹران بھی اپنے دوروں میں کاروباری احباب سے اشتہارات حاصل کریں۔

(۲) انسپکٹران اور قائدین نئے خریدار بنائیں۔

(۳) شہری مجالس میں ایسے خدام کو جن کی ماہانہ آمد ۱۵۰ یا اس سے اوپر ہو ضرور خالد کے خریدار بنائیں۔ اور ایسے خدام طلبہ جن کو ۲۵ روپے یا زائد ماہانہ جیب خرچ ملتا ہے خریدار بنانے کی کوشش کریں۔

شق سوم: بقایا جات کی وصولی کے لیے حسب ذیل سفارشات ہیں:۔

(۱) بقایا داران کی فہرست قائدین کے نام حلقہ وار بھجوائی جائے۔ نیز خالد میں بھی حلقہ وار ہی چھپوائی جائے۔

(۲) جو مجالس خالد کی بقایا دار چلی آ رہی ہیں۔ چندہ مجلس میں سے ان کا خالد کا سابقہ بقایا وضع کر لیا جائے۔ اور اس چندہ مجلس میں اسے بقایا دار شمار کیا جائے۔ پندرہ فروری تک ادائیگی کے لیے ایسی مجالس کو نوٹس دیا جائے۔

(۳) وہ مجالس جن کا گذشتہ سال کا چندہ مجلس بھی ان کے ذمہ ہے ان کو حسب قواعد وی۔ پی کا نوٹس دیا جائے۔ اور جن کی طرف سے وی پی واپس آئے ان کا رسالہ بند کر دیا جائے اور ایسی مجالس کے نام صدر محترم کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔

(۴) انفرادی بقایا داران کا پرچہ بند کر دیا جائے اور قائدین کے علاوہ امیر جماعت احمدیہ اور سیکرٹری مال کی خدمت میں وصولی کے لیے تعاون کی اپیل کی جائے۔

(۵) وی۔ پی بھجوانے سے قبل خالد میں بقایا داران کی فہرستیں حلقہ وار شائع کی جائیں۔ اور قائدین کے لیے نوٹ لکھ دیں کہ وہ ان سے انفرادی طور پر مل کر وی۔ پی کی وصولی کی ترغیب دیں اور جو وی۔ پی وصول نہ کر سکتے ہوں ان کی اطلاع دفتر میں بھجوائیں تا کہ وی۔ پی کا خرچ ضائع نہ ہو۔

(۶) خالد کے لیے کلرک کے متعلق میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر دیوان سے درخواست کی جائے کہ جلد فیصلہ فرما دیں۔

(۷) مجالس جو گذشتہ بقایا جات کی وصولی کریں انہیں پر ۱۵٪ کمیشن دیا جاوے''۔

(ضمیمہ ماہنامہ ''خالد'' نومبر ۱۹۵۵ء)

مجلس شوریٰ کی سفارشات 1997ء

مجلس شوریٰ 1997ء کی تجویز نمبر 2 درج ذیل تھی۔

''رسالہ خالد اور تشحیذ الاذہان خدام اور بچوں کی علمی، دینی اور ذہنی تربیت میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں اس لئے تجویز ہے کہ:۔

''کم از کم ہر اس گھر میں رسالہ خالد اور تشحیذ پہنچے جہاں کوئی احمدی خادم یا بچہ رہتا ہو۔ نیز ان ہر دو رسائل کی مزید معیاری قلمی معاونت کے لئے مجلس شوریٰ ٹھوس لائحہ عمل تجویز کرے''۔ (مہتمم اشاعت)

اس پر ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے اجلاس کی کارروائی کا آغاز دعا سے ہوا اور تجویز کے الفاظ سنائے گئے۔ اراکین سب کمیٹی نے تجویز پر تفصیلی غور و خوض کیا۔ انفاق رائے سے جو امور طے پائے وہ نکات کی شکل میں مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ ہر ناظم/منتظم/سیکرٹری اشاعت ان گھرانوں کی فہرستیں مرتب کرے جہاں ہر دو رسائل جانے چاہئیں۔

۲۔ ہر ناظم/منتظم/سیکرٹری اشاعت ذمہ دار ہوں گے کہ ہر گھر میں یہ رسائل جائیں۔

۳۔ ہر مجلس اپنے نام پر ہر دو رسائل کا اجراء کرائے۔

(مجلس شوریٰ ۱۹۶۶ء)

۴۔ قائدین اضلاع/قائدین مجالس خاص طور پر جدوجہد کرتے ہوئے مالی استطاعت نہ رکھنے والی مجالس اور خدام و اطفال کے نام رسائل جاری کروائیں خصوصیت کے ساتھ نومبائعین کے

بارے میں یہ انتظام کیا جائے کہ ان تک یہ رسائل پہنچیں۔
۵۔مرکز کی طرف سے خریداری بڑھانے کے لیے خاص طور پر دورہ جات کروائے جائیں۔ ہر دو رسائل کی مزید معیاری قلمی معاونت کے لیے سب کمیٹی نے جو سفارشات کیں وہ حسب ذیل ہیں۔

1-ہر ضلع کو تحریرات کے سلسلہ میں ٹارگٹ دیئے جائیں اور ان کے حصول کے لیے کوشش کی جائے۔

2۔ مجلس انصار سلطان القلم/ بزم حسن بیان مزید متحرک کر کے اس کے ممبران سے استفادہ کیا جائے نیز ان کے اجلاسات میں پڑھے جانے والے مضامین، نظمیں وغیرہ رسائل کو بھجوانے کا انتظام ناظم صاحب اشاعت/منتظم صاحب اشاعت کریں۔ مضامین لکھوانے کے سلسلہ میں ناظم صاحب/سیکرٹری صاحب اشاعت علمی ذوق رکھنے والے خدام و اطفال سے فرداً فرداً رابطہ کر کے معیاری قلمی معاونت کے لیے تحریک کریں خصوصیت کے ساتھ کالجز اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے خدام سے رابطہ کیا جائے۔

3- قائدین مجالس اپنی اپنی مجالس میں اور قائدین اضلاع اپنے اپنے اضلاع میں مختلف علوم کے ماہرین (خدام، انصار، لجنات) کی فہرستیں بنا کر مرکز ارسال کریں اور خود بھی رابطہ کر کے معیاری قلمی معاونت حاصل کریں۔

4-رسائل کے بارہ میں خلفاء سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات کو وقتاً فوقتاً رسائل میں شائع کر کے خدام واطفال کو ترغیب دلائی جایا کرے نیز مجالس میں بھی ان ارشادات کو پہنچا کر ان پر عمل کرنے کے لیے موثر تحریک کی جائے۔

5-شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ/ اطفال الاحمدیہ اپنے اپنے دائرہ کار میں ان امور پر عمل درآمد کرانے کے ذمہ دار ہونگے۔

”خالد“

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ”خالد“ کے متعلق بطور نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ درج ذیل ہدایات عطا فرمائی تھیں۔

”......خدام کا فرض ہے کہ اس نیک کام میں ادارہ ”خالد“ کا ہاتھ بٹائیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ کسی رسالہ کی اشاعت بہت حد تک اس کے معیار پر منحصر ہوا کرتی ہے مگر یہ بھی غلط نہیں کہ جب تک اشاعت خاطر خواہ نہ ہو معیار کو ایک حد سے زیادہ بلند نہیں کیا جاسکتا پس:-

۱۔اس جاذبِ نظر رسالے کو خود بھی پڑھیئے اور اپنے دوستوں تک بھی پہنچایئے۔

۲۔عید اور دوسری خوشیوں کے موقعہ پر اپنے احباء اور اقرباء کی خدمت میں خالد کا تحفہ پیش کیجئے۔

۳۔غیر از جماعت دوستوں سے خالد کے ذریعہ احمدیت کا تعارف کروایئے۔

۴۔خالد کے لئے زیادہ سے زیادہ اشتہار حاصل کر کے مالی وسائل کو حل کرنے میں ادارہ کا ہاتھ بٹایئے۔

امید ہے آپ اس رنگ میں اپنے محبوب رسالہ کی ہر ممکن خدمت کریں گے۔ ”خالد“ کا معیار بڑھانا ہم سب کا فرض ہے۔

والسلام

(ماہنامہ ”خالد“۔نومبر دسمبر ۱۹۶۱ء)

☆☆☆

مسکرائیے

چائے پانی

ایک نوجوان پولیس میں نیا بھرتی ہوا تو اس کی ڈیوٹی جیل میں لگا دی گئی۔ ایک دن ایک قیدی جیل میں مر گیا۔ انسپکٹر نے اسے بلا کر کہا۔ لاش ورثاء کے حوالے کر آؤ اور وہاں سے چائے پانی لیتے آنا۔

اسے بڑا تعجب ہوا۔ اس نے انسپکٹر سے کہا۔ ان کا آدمی مر گیا ہے وہ چائے پانی کہاں سے دیں گے؟

انسپکٹر نے ایک پرانا سپاہی ساتھ بھیجتے ہوئے کہا۔ غور سے دیکھنا یہ چائے پانی کیسے وصول کرتا ہے۔

دونوں مرنے والے قیدی کے گھر پہنچے۔ پرانے سپاہی نے ورثاء سے کہا۔ تمہارا آدمی جیل میں مر گیا ہے۔ اس کی سزا ختم ہونے میں ابھی تین مہینے باقی ہیں سزا کاٹنے کے لئے اس کی جگہ اپنا آدمی دو یا پھر چائے پانی۔

حاضر جوابی

انتخابی مہم کے دوران برطانوی وزیراعظم ونسٹن چرچل ایک تنگ سی گلی میں اپنے مخالف امیدوار کے سامنے آ گئے۔ دونوں تن کر کھڑے ہو گئے کوئی بھی دوسرے کو راستہ دینے پر تیار نہ تھا۔ کچھ دیر چرچل کو گھورنے کے بعد اس کے مخالف نے کہا میں گدھوں کو راستہ نہیں دیا کرتا۔

لیکن میں تو ہمیشہ دے دیا کرتا ہوں۔ چرچل سمٹ کر ایک طرف ہو گئے۔

کیا زمانہ ہے

ایک افیمی کو کراچی سے لاہور جانا تھا۔ اسٹیشن سے ٹکٹ خریدا۔ اتفاق سے اس وقت گاڑی راولپنڈی جانے والی تیار کھڑی تھی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ جب گاڑی چلی تو اس کی نظر اوپر والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی پر پڑی۔

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ کیوں جناب آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

میں پنڈی جا رہا ہوں۔ اس آدمی نے جواب دیا۔

افیمی یہ سن کر بڑا حیران ہوا اور بولا۔ کیا زمانہ آ گیا ہے اوپر والے پنڈی جا رہے ہیں نیچے والے کراچی۔

بسم اللہ کریں

"میں اپنی شاعری سے دنیا میں آگ لگا دینا چاہتا ہوں"۔ ایک شاعر نے اپنی پہلی کتاب کی تقریب رونمائی میں تقریر کرتے ہوئے جوش میں آ کر کہا۔

"اپنی کتاب سے بسم اللہ کیجئے"۔ ایک طرف سے آواز آئی۔

کارآمد آواز

ایک بے سری خاتون موسیقی سیکھنے کی شائق تھی اس نے ایک موسیقار کو اپنا گانا سنا کر پوچھا کیا میری آواز اثر انگیز ہے؟

محترمہ! آپ کی آواز اثر انگیز ہی نہیں بلکہ کارآمد بھی ہے یہ شہر پر ہوائی حملے کے وقت لوگوں کو خبردار کرنے کے کام آ سکتی ہے۔ موسیقار نے جواب دیا۔

قابلیت

ہمارے ایک دوست دفتر میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز ہیں انگریزی سے والہانہ محبت کے باوجود بدقسمتی سے اس زبان سے متعارف ہونے کی سعادت سے محروم رہے مگر

مجال ہے اپنی یہ محرومی کسی پر ظاہر ہونے دیں چنانچہ جب کوئی انگریزی کی درخواست لکھ کر ان کو دیتا ہے تو وہ درخواست ہاتھ میں پکڑتے ہیں عینک لگاتے ہیں اور پانچ دس منٹ تک غور سے اس کے نفس مضمون پر غور کرتے ہیں بالآخر وہ درخواست میز پر رکھتے ہیں عینک اتارتے ہیں اور میز پر کہنیاں لگا کر درخواست گزار سے کہتے ہیں درخواست میں نے پڑھ لی ہے اب مختصر بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔

سردار جی سردار

ایک سردار جی ریل کی فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے رفع حاجت کے لئے اٹھے لیٹرین کا دروازہ کھولا تو سامنے لگے ہوئے شیشے میں انہیں اپنی صورت دکھائی دی۔

"اوہ! اندر آپ ہیں"۔

کہتے ہوئے انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اپنی سیٹ سے اُٹھے لیٹرین میں گئے۔ انہیں آئینے میں پھر اپنی شکل دکھائی دی بڑبڑاتے ہوئے لوٹ آئے۔

تیسری بار بھی یہی صورت حال پیش آئی تو وہ ایک اسٹیشن پر اتر کر گارڈ کے پاس پہنچے۔

اتفاقاً وہ بھی سکھ تھا۔ شکایت سن کر ان کے ساتھ ہو لیا جونہی دروازہ کھولا اسے بھی آئینے میں اپنی شکل دکھائی دی۔ اس نے جلدی سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ معاف فرمایئے سردار جی! یہ تو کوئی ریلوے ملازم ہے اور میں اسے نکال نہیں سکتا۔

پونے چھ

مسافر (کسان سے): اگر آپ مجھے اپنے کھیت میں سے گزرنے کی اجازت دے دیں تو میں سوا چھ بجے والی گاڑی پر سوار ہو سکوں گا۔

کسان: بڑے شوق سے لیکن ہمارے کتے نے آپ کو دیکھ لیا تو وہ آپ کو پونے چھ بجے والی گاڑی پر سوار کرا دیگا۔

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ترے کرم کا سزا وار تو نہیں حسرت
اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے

(حسرت موہانی)

عقلمندی

آدمی تھانیدار سے: جناب! جنگل میں ڈاکوؤں نے میری کار رکوائی مجھ سے نقدی اور زیور چھین لیا اور میری کار میں بیٹھ کر بھاگ گئے۔

تھانیدار: لیکن تمہارے پاس تو ریوالور موجود تھا۔

آدمی: جی ہاں تھا تو سہی لیکن وہ اسے ڈھونڈ نہ سکے میں نے اسے چھپا دیا تھا۔

دریافت

استاد رشید سے، بتاؤ نقشے میں امریکہ کہاں ہے؟

رشید: نقشے پر انگلی رکھ کر یہ جناب۔

استاد: شاباش! اچھا حمید اب تم بتاؤ امریکہ کس نے دریافت کیا؟

حمید: رشید نے جناب۔

***

میری مضمون نویسی کی ابتدا

(حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری)

محترم ایڈیٹر صاحب رسالہ خالد نے مجھ سے مضمون لکھنے کے لیے کہا ہے۔ ''خالد'' نوجوانوں کا رسالہ ہے اور نوجوان قوموں کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ ان پر ہی قوموں کے مستقبل کا انحصار ہوتا ہے، اس لیے ہر احمدی نوجوان ایک قیمتی سرمایہ ہے اوران کا رسالہ ایک بہترین معیارِ تربیت ہے۔ ان تمہیدی کلمات کیساتھ میں محترم ایڈیٹر صاحب خالد کی خواہش کے احترام میں آج اپنے عزیز نوجوانوں کو اپنی مضمون نویسی کی ابتدا کے متعلق چند امور بتلانا چاہتا ہوں۔

میں آج بھی مضمون نویسی میں مبتدی ہوں مگر چونکہ ۱۹۱۹ء کے شروع میں میرا پہلا مضمون شائع ہو رہا تھا اور اس پر آج نصف صدی بیت چکی ہے، اس لیے یہ غیر مناسب نہیں کہ میں اپنی مضمون نویسی کی ابتدا پر چند باتیں بیان کردوں۔ میں ۱۹۱۶ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان کی پہلی جماعت میں داخل ہوا تھا۔ میرے والد بزرگوار حضرت میاں امام الدین صاحب ضلع جالندھر کے ایک گاؤں کے ایک غریب احمدی تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور انہیں (رفیق) ہونے کا شرف حاصل تھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی ایسی لگن عطا فرمائی تھی کہ گاؤں میں ہر طرح سے مخالفین کے مظالم کا تختۂ مشق بننے کے باوجود وہ شمع احمدیت پر پروانہ وار فدا رہتے تھے۔ ان کی دردمندانہ دعاؤں اور توجہ کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مدرسہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت عطا فرمائی۔ مدرسہ میں داخلہ کی ایک مستقل ایمان افروز داستان ہے جس کے بیان کا یہ موقعہ نہیں۔ مدرسہ احمدیہ کی روحانی فضا اور علمی ترقی کا ماحول نہایت سازگار تھا۔ دن رات علمی چرچے رہتے تھے۔ حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کا تشحیذ اور ریویو کا دفتر اخبارات کے مطالعہ کے لیے آزاد ادارہ تھا اور مدرسہ احمدیہ کے قریب تھا۔ ہم لوگ فارغ اوقات میں وہاں چلے جاتے تھے اور جو اخبارات ہمیں میسر آتے تھے ہم انہیں پڑھتے تھے۔ ان اخبارات میں آریوں کے اخبارات بھی ہوتے تھے۔ دہریوں کے بعض اخبارات بھی ہوتے تھے۔ ہم ابھی بچّے تھے، نوجوان تھے۔ ہر قسم کے اخبارات پڑھتے تھے اور جتنا سمجھ آتا اسے محفوظ کرلیتے۔ ایک دو سالوں کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ مخالفین کے اخبارات میں اعتراضات پڑھ کر طبیعت میں جوش پیدا ہوتا اور جب چند روز تک اپنے اخبارات و رسائل میں ان کا جواب نظر نہ آتا تو ہم جوش سے حضرت قاضی صاحب کو کہتے کہ اس کا جواب کیوں نہیں دیا جاتا۔ وہ اپنے خاص انداز میں کہتے کہ آپ خود کیوں جواب نہیں لکھتے۔ ہم یہ سن کر جھینپ جاتے اور سمجھتے کہ محترم قاضی صاحب ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ ہم کہاں مضمون لکھ سکتے ہیں، تاہم دل میں یہ آرزو گدگدیاں لیتی کہ کاش ہمیں لکھنا آجائے تو ہم ان مخالفین کو بھرپور جواب دیا کریں اور ان کا کوئی اعتراض تشنۂ جواب نہ چھوڑیں۔ اسی دوران اس طرف توجہ پیدا ہوئی کہ ہم جن اخبارات و رسائل کا مطالعہ کرتے ہیں ان میں سے ایسی باتوں اور جوابوں کو نوٹ کرلینا چاہیے، جواَب یا آئندہ کام آنے والے ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ سلسلہ شروع کردیا اور ایک نوٹ بک بنانا شروع کردی۔

ادھر مدرسہ میں ان دنوں ہمارے فاضل اساتذہ باقاعدہ علمی اور دینی لیکچر دیتے اور حوالے نوٹ کرواتے تھے۔ میں وہ حوالے بھی باقاعدہ نوٹ بک کی صورت میں جمع کرتا رہا۔ اس

جگہ یہ ذکر کرنے میں حرج نہیں کہ میری اس طالب علمی کی نوٹ بک کو لے کر شروع میں احمدیہ کتاب گھر قادیان کے مینیجر نے 'احمدیہ پاکٹ بک' کے نام سے طبع کرادیا تھا اور یہی پاکٹ بک بعدازاں بڑھ کر اخویم مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم مرحوم کی مرتبہ تبلیغی پاکٹ بک کی شکل میں شائع ہوتی رہی۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میری مضمون نویسی کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ اسی سلسلہ میں اخبارات کے مطالعہ کا ذکر کیا ہے۔ان مخالف اخبارات کے پڑھنے سے طبیعت میں جواب دینے کے لیے جوش پیدا ہوتا گیا۔۱۹۱۹ء کے شروع کی بات ہے۔ سردی کا موسم تھا کہ میں نے بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں چپکے چپکے ایک مضمون 'اسلام اور تلوار' کے عنوان سے لکھا۔ دوسری صبح جب میں (بیت) اقصیٰ قادیان میں طلبہ کے ساتھ نماز فجر ادا کرنے کے لیے گیا تو مضمون ساتھ لیتا گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد محترم ایڈیٹر صاحب اخبار ''نور'' کے مکان پر پہنچا جو (بیت) اقصیٰ کے ساتھ ہی تھا۔ ابھی مونہہ اندھیرا ہی تھا۔ محترم سردار محمد یوسف صاحب مرحوم ایڈیٹر اخبار ''نور'' ابھی نماز پڑھ کر اپنے بالا خانہ میں پہنچے ہی تھے۔ میں نے دوسرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے بالا خانہ کی کھڑکی سے نیچے جھانکا اور پوچھا کہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ کاغذ دینا چاہتا ہوں۔ اس وقت میں نے بھر دی اور حجاب کے باعث چادر سے مونہہ ڈھانپا ہوا تھا۔ انہوں نے اوپر سے رسی کے ذریعہ ٹوکری نیچے پھینک دی اور میں نے اپنا مضمون اس ٹوکری میں رکھ کر جلدی سے بورڈنگ کی راہ لی۔ اگلے ہفتے جب ہفت روزہ اخبار ''نور'' شائع ہوا تو اس کے ایڈیٹوریل کے طور پر میرا مضمون چھپا ہوا تھا اور اوپر محترم جناب ایڈیٹر صاحب کا یہ نوٹ تھا کہ میں اس مضمون کو بغیر اصلاح کے شائع کرتا ہوں۔ میرا نام درج کر کے انہوں نے پُر امید لہجہ میں لکھا تھا کہ اگر اس نے مشق جاری رکھی تو انشاء اللہ کسی دن بہترین مضمون نگار بنیں گے۔ میرے لیے مضمون کا شائع ہو جانا ہی اچنبھے کی بات تھی اور پھر اس حوصلہ افزائی کے ساتھ شائع ہونے سے تو میری ہمت بلند ہو گئی۔ میں ایک دیہاتی طالب علم تھا اور مجھے مجالس میں حجاب محسوس ہوا کرتا تھا۔ مضمون لکھنے کا جوش تو پیدا ہوا مگر اسے شائع کراتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ جب مضمون شائع ہو گیا اور مدرسہ میں اخبار آیا تو طلبہ چہ میگوئیاں کرتے۔ بعض خوشی کا اظہار کرتے اور مضمون کو عمدہ قرار دیتے اور بعض کہتے کہ اس کو کیا شوق چرایا ہے، مگر میرے اساتذہ نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت قاضی اکمل صاحب تو بہت ہی خوش ہوئے اور بڑے زور کے ساتھ تاکید کی کہ اب یہ سلسلہ جاری رہے۔ اس مضمون کی اشاعت کے دو ہفتے کے اندر اندر میرا دوسرا مضمون ''ملائکہ کی ہستی کا ثبوت' ہفت روزہ ''الحکم'' میں شائع ہوا۔ اس کے محترم ایڈیٹر حضرت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم نے بھی اچھے پیرایہ میں مضمون پر تبصرہ فرمایا۔ اس کے بعد تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس جگہ میں اپنے عزیز نوجوانوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہم حضرت سلطان القلم کے ماننے والے ہیں، اس لیے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ پوری ہمت اور اولوالعزمی سے پیغام حق کے پہنچانے کے لیے قلم کے ہتھیار کو استعمال کرے۔ اس زمانہ میں اشاعتِ دین کا یہ بہترین ذریعہ اور اعلیٰ جہاد ہے۔ ہمارے لیے یہ بات بڑی مسرت آگیں ہے کہ آج کل نوجوانوں میں بلکہ احمدی بچوں میں بھی مضمون نگاری کا خاص جذبہ ہے اور انہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ''خالد'' اور ''تشحیذ الاذہان'' ایسے ماہنامے عطا کر رکھے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احمدی بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کو بھی حضرت سلطان القلم کے حقیقی اور سچے وارث بنائے۔ **اللّٰھم آمین یارب العلمین۔**

(ماہنامہ ''خالد'' جولائی ۱۹۷۰ء)

زبانِ اُردو لسانیات اور رُوحانیات کے آئینہ میں

(مکرم شیخ عبدالقادر صاحب۔ لاہور)

عربی زبان تمام دنیا کی زبانوں کی ماں ہے۔ اس کی بیٹیاں جب جوان ہوگئیں تو انہوں نے مل کر اپنی ایک چاندسی بیٹی کو پالا پوسا۔ سب نے اپنا شیریں دودھ پلایا۔ ساری ماؤں کا دودھ پی کر وہ پروان چڑھی۔ اس کے بناؤ سنگار، اس کی زیبائش وتزئین اس کے حُسن ورعنائی اور اس کے سنوارنے میں ساری ماؤں نے مل کر حصہ لیا۔ اس ''چندے آفتاب چندے ماہتاب'' بیٹی کا نام پوچھتے ہو۔ اس کا نام ہے اُردو۔

شاید آپ اسے ذوقی بات کہہ کر ٹال دیں یا حُسن خیال پر محمول کریں۔ ایسا تو نہیں۔ عالمِ خیال کی رعنائیوں میں کھو کر تو یہ بات نہیں کی گئی۔ یہ تو ایک لسانی حقیقت ہے جس کا میں نے اظہار کیا ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ساری دنیا کی زبانوں کے تین سلسلے ہیں۔ اس تکون میں ساری زبانیں کسی نہ کسی راستے سے آکر سما جاتی ہیں اور آنکھ مچولی کھیلتی نظر آتی ہیں۔

پہلا آریائی زبانوں کا سلسلہ ہے۔ دوسرا سامی زبانوں اور تیسرا تورانی زبانوں کا سلسلہ۔

اُردو ان تینوں ماؤں کی مشترکہ بیٹی ہے۔ سب کا دودھ خون بن کر اس کے رگ وپے میں گردش کر رہا ہے۔ اس لحاظ سے اردو ایک جامع الالسنہ زبان ہے۔ یہ زبان آریائی، سامی اور تورانی قوموں کے سنگم پر پیدا ہوئی۔ یہ مجمع البحرین پاک وہند کی سرزمین پر میسر آیا۔ جہاں مغرب اور شمال کی تہذیبیں آکر مل گئیں۔ بلادِ شمال اور بلادِ مغرب کی قومیں آئیں اور اس خاکِ مشرق میں جذب ہوگئیں۔ خود اردو، تورانی زبان کا لفظ ہے[1]۔ اردو زبان کا سرمایۂ الفاظ زبانوں کے تینوں سلسلوں سے بنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں ایک نام یا ایک چیز کے لیے کئی کئی الفاظ ہیں جو کہ مختلف زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُردو زبان کی ایک مختصر عبارت میں عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، انگریزی اور دیگر زبانوں کے الفاظ پہلو بہ پہلو ملیں گے۔ گویا اردو کا دربار مجلسِ اقوام کا منظر پیش کرتا ہے۔

اب ذرا اور سوچیے کہ ایسا کیوں ہوا؟

امت محمدیہ چونکہ ساری دنیا کی ماں بننے والی تھی اس لیے شروع میں اسے ام الالسنہ نے پایا۔ جب اس کی اولاد ساری دنیا میں پھیل گئی تو پھر اُس کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں ماں کا ہاتھ بٹانے کے لیے ایک ایسی زبان کا انتخاب کیا گیا جو کہ سب زبانوں کی بیٹی ہے۔ یعنی جامع الالسنہ ــــ عرب وعجم کی جامع ــــ اُردو زبان!

یوں کہہ لیجیے کہ امت محمدیہ شروع میں ام الالسنہ کی آغوش میں پروان چڑھی، اس کے آخری حصہ کی روحانی پرورش کے لیے ماں نے اپنی معاونت کے لیے اپنی اولاد کی ایک مشترکہ بیٹی کا انتخاب کیا۔ اس طرح ایک دائرہ بن جاتا ہے جس میں امت محمدیہ کا شروع اور آخر دونوں سما جاتے ہیں۔ شروع میں ساری زبانوں کی ماں اور آخر میں ماں کے قدموں میں جنت کی متلاشی زبانوں کی بیٹی، اس کی ممد ومعاون بن کر مصروف کار ہے۔ ہمارے آقا سید ومولا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ امت کیا ہی خوش قسمت ہے جس کے شروع میں مَیں

(۱) اردو کے معنی لشکر کے ہیں ''بابائے تحقیق الالسنہ'' مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے اس کا عربی روٹ ''روح'' نکالا ہے جس کے معنی بڑے لشکر کے ہیں

ہوں اور آخر میں مسیح موعود۔

مسیح موعود یا الامام المھدی نے چونکہ ایسے وقت آنا تھا جب ساری دنیا نے سمٹ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانا تھا اس لیے مسیح موعودؑ اپنے آقا کے بروز کامل اور ان کے مشن کو پورا کرنے کے لیے ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' بن کر آئے۔ ان کو ام الالسنہ کے علاوہ ایک ایسی زبان دی گئی جو کہ جامع الالسنہ ہے۔

چونکہ اُردو دورِ احمدیت کی زبان بننے والی تھی اس لیے شروع ہی سے اسے فقیروں اور صوفیوں نے پالا۔ حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ (پیدائش ۱۱۳۳ھ وفات ۱۱۹۹ھ) ''میخانہ درد'' میں زبانِ اردو کی ہمہ گیری کے متعلق مندرجہ ذیل خوبصورت الفاظ میں بشارت دیتے ہیں:۔

''اے اردو! گھبرانا نہیں۔ تو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خوب پھلے پھولے گی۔ تو پروان چڑھے گی۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن وحدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے۔ بادشاہی، قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آجائے گی اور تو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی''۔ (میخانہ درد ۱۵۳)

آپ نے دیکھ لیا، فقیروں کا لگایا ہوا پودا ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ قرآن وحدیث کے علوم کے لیے اس کی آغوش وا ہے۔ دنیا بھر کے علوم اس کے مقناطیسی دامن کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔ تحریک احمدیت نے (دین حق) کی نشاۃ ثانیہ کے دَور میں اسے عالمگیر حیثیت دے دی ہے۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ ''بادشاہی قانون'' اسی زبان میں منتقل ہوگا۔ پاکستان کی سرکاری زبان اردو بنے گی، اور اس کا آئین اسی زبان میں ڈھالا جائے گا۔

کلام الامامؑ

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر پیش خدمت ہے۔ فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا، جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ اس وقت حسب منطق آیت

و آخرین منهم لما یلحقوا بهم

اور نیز حسب منطوق آیت

قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً

آنحضرت ﷺ کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لیے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجیے۔ کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ مَیں تمام کافہء ناس کے لیے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لیے تمام لوگوں میں دلائل حقانیتِ قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں''۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷)

(ماہنامہ ''خالد'' جون ۱۹۶۵ء)

☆☆☆

ومبلڈن ٹینس

(مکرم رشید احمد چوہدری صاحب۔لندن)

گذشتہ دنوں لندن کے ومبلڈن کے علاقہ میں ٹینس کے مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ جس میں حصہ لینے کے لئے کھلاڑی اور شائقین دنیا بھر سے جوق در جوق تشریف لائے۔ یہ مقابلہ جات ہر سال انہی دنوں میں منعقد ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ ومبلڈن ٹینس گھاس کے میدان پر کھیلے جانے والے ٹینس میچوں میں اپنا مقام رکھتا ہے۔ لان ٹینس کا آغاز 1875ء میں ہوا۔ جب آل انگلستان Croquet کلب ومبلڈن نے اپنی دیگر کارروائیوں میں لان ٹینس کو بھی شامل کرلیا۔ دو سال کے عرصہ میں ومبلڈن کی اس کلب کو لان ٹینس کی وجہ سے کافی شہرت مل چکی تھی۔ اسی سال پہلا چیمپئن شپ مقابلہ ہوا جسے ایک شخص جس کا نام Spencer Gore تھا، نے جیتا۔ اس طرح آل انگلستان لان ٹینس کی بنیاد پڑی اور ہر سال ٹورنامنٹ منعقد ہونے لگا۔

1899ء سے اب تک ٹینس کے ان مقابلوں کو دیکھنے کے لئے دنیا بھر سے تقریباً پانچ لاکھ شائقین دیکھنے آتے ہیں۔ ہر سال ٹورنامنٹ میں تقریباً پندرہ ہزار ٹینس بال استعمال ہوتے ہیں۔

آج کل ٹورنامنٹ دو ہفتہ تک رہتا ہے اور سارے علاقہ میں میلے کا سا سماں لگتا ہے۔ سر شام سڑک کے کنارے چھوٹے چھوٹے خیموں کی قطاریں لگ جاتی ہیں جن میں لوگ صبح تک انتظار کرتے ہیں تا کہ ٹکٹ خرید کر اپنی پسند کی کورٹ میں جا کر ٹینس کا مقابلہ دیکھا جاسکے۔ کارپوریشن ان لوگوں کے لئے عارضی بیت الخلاء اور پانی وغیرہ کا انتظام کرتی ہے تا کہ ان کو رات گذارنے میں کسی دقت کا سامنا نہ ہو۔

نزدیک ترین ٹیوب سٹیشن ساؤتھ فیلڈز ہے جہاں دن رات گہما گہمی رہتی ہے۔ یہ ڈسٹرکٹ لائن پر واقع ہے۔ ہماری بیت الفضل کو بھی یہی سٹیشن لگتا ہے۔ سٹیشن پر ٹینس کلب تک جانے کے لئے سپیشل بسوں کا انتظام ہوتا ہے مگر چونکہ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں اس لئے لوگ پیدل سفر کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ رستے میں سڑک کے دونوں طرف گھروں کے باہر عارضی دکانیں لگ جاتی ہیں جہاں ومبلڈن ٹینس کی مناسبت سے ٹینس کا سامان، شرٹیں، کیٹ اور مختلف قسم کے سوینئر مل جاتے ہیں۔

☆☆☆

رزلٹ مقابلہ مضمون نویسی "تعارف خدام الاحمدیہ"

سہ ماہی چہارم 2002ء

اوّل:	حارث مجید	دارالرحمت شرقی ربوہ
دوم:	انتصار احمد ازکی	اسلام آباد
سوم:	ہمایوں طاہر احمد	اقامۃ الظفر ربوہ
چہارم:	قیصر حمید	دارالحمد فیصل آباد
پنجم:	فراست احمد شاہد	طاہر ہوسٹل ربوہ
ششم:	ناصر محمود طاہر	دارالیمن شرقی ربوہ
ہفتم:	کاشف محمود	فیصل ٹاؤن لاہور
ہشتم:	طاہر احمد منظور	ناصر ہوسٹل ربوہ
نہم:	منصور احمد محمود	دارالیمن شرقی ربوہ
دہم:	امتیاز احمد	اقامۃ الظفر ربوہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواری مکہ مکرمہ میں

(مکرم مظفر احمد چوہدری صاحب)

مکروب

یونانی جغرافیہ میں پہلی دوسری صدی قبل مسیح میں مکہ مکرمہ کا ذکر MACORABA کے نام سے کیا گیا ہے۔ ماہرین جغرافیہ و تاریخ یہ عقدہ حل نہیں کر سکے کہ MACORABA(۱) کی اصل کیا ہے لیکن عرب اور اسلامی روایات شاید یہ عقدہ حل کر دیں۔

......وَكَانَ يَأتِيهِ الْمَظْلُومُ وَالْمُتَعَوِّذُ
مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَيَدْعُوعِنْدَهُ الْمَكْرُوْبُ
فَكُلُّ مَنْ دَعَا هُنَا لِکَ اِلَّا اُسْتُجِيْبَ لَهُ(۲)

''اور اس کے پاس مظلوم و پناہ گزین زمین کے کناروں سے آتے تھے اور مصیبت زدہ بھی۔ اس کے پاس جا کر دعا کرتے اور جس نے بھی وہاں دعا کی وہ ضرور قبول ہوئی''۔ اسی طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت یونس بن متیٰ جب حج کے لئے آئے تو ان کا تلبیہ

لَبَّیْکَ فَرَّاجَ الْکُرُوْبِ لَبَّیْکَ(۳)

''میں حاضر ہوں اے مصائب دور کرنے والے! میں حاضر ہوں'' مکروب عربی لغت میں مھموم (۴) یعنی کرب اور ہمّ و غم میں مبتلا شخص کو کہتے ہیں اور کروب کرب کی جمع ہے۔

گویا ''مکروب'' یعنی کرب زدہ لوگ دور دراز سے آ کر یہاں فریاد کرتے تھے یوں اس مقام نے جو بكة، بکا اور مــكة کے نام سے بھی معروف تھا ''مکوربہ'' یعنی کرب زدہ لوگوں کی دعاؤں کے مقام کا نام بھی پایا۔

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مکہ ایک معروف مذہبی مقام اور زیارت گاہ تھا۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ''مقروبہ'' سے قرب اور قربانی کی جگہ مراد ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب) نہایت ابتدائی زمانہ سے ہمیں ایسی احادیث ملنی شروع ہو جاتی ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکہ مکرمہ آنے کا ذکر ہے۔

احادیث کی روشنی میں حضرت مسیح کی مکہ میں آمد

......كَانَ مُوسٰى يَقُوْلُ: لَبَّیْکَ اَنَا عَبْدُکَ لَدَيْکَ وَكَانَ تَلْبِيَةُ عِيْسٰى لَبَّیْکَ اَنَا عَبْدُکَ بْنُ اَمَتِکَ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ: اَتٰى عَلٰى هٰذَا الْوَادِیْ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَ صَالِحٌ وَ ذَكَرَ غَيْرَهُمْ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلٰى بَكَرَاتٍ خُطُمُهُمُ اللِّيْفُ وَاِزَارُهُمُ النِّمَارُ وَاَرْدِيَتُهُمُ الْعَبَاءُ يُلَبُّوْنَ، يَحُجُّوْنَ الْبَيْتَ الْعَتِيْقَ.(۵)

ترجمہ ''موسیٰ کہتے تھے: میں حاضر ہوں تیرے حضور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور عیسیٰ کا تلبیہ یہ تھا لَبَّیْکَ اَنَا عَبْدُکَ بْنِ اَمَتِکَ۔ یعنی اے میرے خدا میں حاضر ہوں میں تیرا ایک بندہ اور تیری ایک بندی کا بیٹا ہوں اور ابن عباس سے مروی ہے کہ اس وادی میں عیسیٰ، موسیٰ اور صالح آئے ہیں آپ نے ان انبیاء کے علاوہ چند اور انبیاء کا بھی ذکر کیا کہ وہ سب ایسے جوان اونٹوں پر یہاں آئے جن کی لگامیں کھجوروں کے پتوں کی بنی ہوتی تھیں اور ان کے تہ بند دھاری دار چادر کے تھے اور لباس کا اوپر کا حصہ کئی قسم کا تھا وہ تلبیہ کرتے تھے اور قدیم گھر کا حج کرتے تھے''۔

الازرقی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ یوں بیان کیا ہے:

''......وَتَلْبِيَةُ عِيْسٰى لَبَّیْکَ اَنَا عَبْدُکَ ابْنُ اَمَتِکَ بِنْتِ عَبْدَيْکَ لَبَّیْکَ......''(۶)

ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی اپنی کتاب ''الزھد'' میں یہ حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں:-

حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَااَبِی حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ جَدْعَانَ وَاَسْنَدَهٗ قَالَ مَرَّعِیْسٰی مُلَبِّیاً لَبَّیْکَ عَبْدُکَ وَابْنُ اَمَتِکَ وَابْنَةُ عَبْدِکَ وَمِنْ قَبْلِ ذٰلِکَ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا خَاطِمِیْ اِبِلِهِمْ بِاللِّیْفِ حَتّٰی صَلُّوْافِی مَسْجِدِالْخَیْفِ(۷)

ترجمہ ’’عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھے بتایا کہ سفیان نے سند کو ابن جدعان تک پہنچاتے ہوئے یہ روایت کی کہ عیسیٰ یہ تلبیہ کرتے ہوئے گزرے کہ اے اللہ میں حاضر ہوں میں تیرا بندہ ہوں اور تیری ایک بندی اور تیرے ایک بندے کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔اور اس سے قبل ستر نبی اپنے اونٹوں کو کھجور کے پتوں کی لگامیں لگائے (یہاں سے) گذرے یہاں تک انہوں نے مسجد الخیف میں نماز ادا کی‘‘۔

ابو جعفر محمد بن یعقوب الرّازی فروع من الکافی میں (۳۲۹ھ) حضرت موسیٰ اور یونس علیہ السلام کے حج کے ذکر کے بعد کہ وہ صفاح الروحاء میں آئے لکھتے ہیں:

......وَمَرَّعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ بِصِفَاحِ الرَّوْحَاءِ وَهُوَیَقُوْلُ: لَبَّیْکَ عَبْدُکَ ابْنُ اَمَتِکَ (لَبَّیْکَ)(۸)

’’......اور عیسیٰ ابن مریم صفاح الروحاء کے مقام پر اونٹ پر سوار یہ کہتے ہوئے گزرے۔اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا‘‘۔

باقر مجلسی بحارالانوار میں علل الشرائع (صفحہ ۱۴۵) کے حوالے سے یہی بات لکھتے ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام روحاء کے میدان میں آئے تھے اور ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ لَبَّیْکَ اَنَا عَبْدُکَ بْنُ اَمَتِکَ لَبَّیْکَ۔(۹)

ایک اور حدیث میں کرب کی جگہ کروب اور اَنَا عَبْدُکَ ابْنُ اَمَتِکَ کے ساتھ بِنْتُ عَبْدَیْکَ کے الفاظ ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ: اَتٰی هٰذَاالْوَادِی عِیْسٰی وَمُوْسٰی وَصَالِحٌ وَغَیْرُهُمْ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ عَلٰی بَکَرَاتٍ خُطُمُهُمُ اللِّیْفُ وَاَزَارُهُمُ النِّمَارُ وَ اَرْدِیَتُهُمُ الْعِبَاءُ، یُلَبُّوْنَ، یَحُجُّوْنَ هٰذَا الْبَیْتَ الْعَتِیْقَ.(۱۰)

محمد ابن اسحاق الخوارزمی (۸۲۷ھ) نے ہی حضرت ابن عباس سے یہ نقل کیا ہے کہ:

اَنَّهٗ حَجَّ الْحَوَارِیُّوْنَ،فَلَمَّا دَخَلُواالْحَرَمَ مَشَوْاتَعْظِیْمًا لِلْحَرَمِ.(۱۱)

ترجمہ ’’یہ کہ حواریوں نے حج کیا اور جب وہ حرم کی حدود میں داخل ہوئے تو حرم کی تعظیم واحترام کی وجہ سے پیدل چلنے لگے‘‘۔

کعب بن لوئی بن غالب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات

کتاب التیجان فی ملوک حمیر اسلامی دور میں تاریخ کی قدیم ترین کتب میں شمار ہوتی ہے کیونکہ اس کو معروف مورخ ابن ہشام نے تحریر کیا تھا۔ یہ کتاب جنوبی عرب کے بنی حمیر بادشاہوں اور تاریخ عرب کے بارے میں ہے۔اس محل نظر روایت کو صرف موضوع سے ہم آہنگی کی بنیاد پر دیا جارہا ہے ورنہ یہ بظاہر درست معلوم نہیں ہوتی۔

اس کتاب کی رو سے:-’’بنوجرھم اور بنوعجلاق نے بنی اسرائیل کا مکہ پر حملہ پسپا کر دیا وہ تابوت جس میں زیور تھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ان قبائل نے اس تابوت کو مکہ کے ایک مزبلہ میں دفن کر دیا‘‘۔

ھمسیع بن نبت بن قیدار بن اسماعیل نے ایک رات اسے نکال لیا اور نسلاً بعد نسلٍ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک یہ تابوت ان کی اولاد میں رہا۔

یَتَوَارَثُوْنَهٗ وَارِثٌ عَنْ وَارِثٍ اِلٰی زَمَانِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَاِنَّهٗ اَخَذَهٗ مِنْ کَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ.(۱۲)

ترجمہ ’’وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانہ تک نسل بعد نسل اسے ورثہ میں پاتے آئے چنانچہ انہوں نے اسے کعب

بن لوئی بن غالب سے لیا''۔

تابوت والی روایت تو بے سروپا لگتی ہے۔ تاہم یہ امکان بظاہر دلچسپ ہے کہ کعب بن لوئی بن غالب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمعصر تھے اور ان کی باہم ملاقات بھی ہوئی۔

حضور ﷺ کا کعب بن لوئی تک شجرہ یوں ہے:-

حضرت محمد رسول اللہؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب۔

گویا سلسلہ نسب میں کعب بن لوئی بن غالب آٹھویں پشت پر آتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ۵۷۱ء (تین چار سال زیادہ شمار کئے جائیں تو ۵۷۵ برس کے بعد نبی کریم ﷺ کی پیدائش ہوئی۔ اس لحاظ سے یہ روایت قابل غور اور محل تحقیق ہے۔ قابل تحقیق بات یہ ہے کہ کیا ۵۷۵ برس میں صرف آٹھ نسلیں گزریں؟ عملاً تعداد اس سے کافی زیادہ ہونی چاہیے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ ملاقات حضور ﷺ کے اُس جد امجد نے کی ہوگی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مکہ میں آباد ہوگا بعد ازاں اصل نام فراموش کر کے زیادہ مشہور نام کو لے لیا گیا۔

مکہ میں دیگر عیسائی آثار

مقدسی (معروف عرب جغرافیہ دان) نے مکہ کے قریب ایک مقام کا ذکر کیا ہے جس کا نام مسجد مریم تھا۔ (۱۳)

تاج العروس میں مکہ کے قریب ایک مقام ''موقف نصرانی'' کا ذکر ہے۔ (۱۴) مقدسی ہی یہ ذکر کرتا ہے کہ:-

مقبرة النصارى و بر المقلع على طريق بئر عنبة بذى طوىٰ. (۱۵)

مدینہ منورہ کے قریب حواری مسیحؑ کا مزار

مدینہ سے متصل وادی عقیق کے ایک پہاڑ جماء ام خالد کی چوٹی پر ایک قدیم قبر کی بابت طبری (۱۶) نے لکھا ہے کہ وہاں سے ایک کتبہ دستیاب ہوا تھا جس پر تحریر تھا کہ یہ رسول عیسیٰ بن مریم کی قبر ہے۔ وفا الوفاء (۱۷) میں اسے حواری مسیح علیہ السلام کی قبر بتایا گیا ہے۔

پولوس عرب میں

عہد نامہ جدید سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد دمشق میں حضرت مسیح علیہ السلام اور پولوس کا آمنا سامنا ہوا جسے ''کشف'' قرار دیا گیا ہے۔ تاہم مشرقی عیسائی روایات اور دمشق کی عوامی روایات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ ملاقات خالص جسمانی تھی۔ دمشق میں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد پولوس عرب کی طرف نکل گیا۔ (۱۸)

اس سے علمائے عہد نامہ جدید نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عرب میں نہایت ابتدائی زمانہ سے ہی ایک مسیحی جماعت موجود تھی جس کا تعلق حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے سے تھا۔

نتیجہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حج کے لئے مکہ تشریف لانے کی کثرت سے اسلامی کتب میں موجود روایات اور حواریوں کے حجاز آنے کے بیانات صریحاً اس بات کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں کہ یہ واقعات واقعہ صلیب کے بعد پیش آئے کیونکہ کسی بھی عیسائی و غیر عیسائی مأخذ میں ہمیں واقعہ صلیب سے قبل اس قسم کی کسی سرگرمی کے آثار نہیں ملتے۔

گذشتہ چند دہائیوں سے جو گمشدہ اناجیل ظاہر ہوئی ہیں ان میں واضح طور پر مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے بعد کئی برس تک فلسطین سے دور رہ کر حواریوں کو تعلیم دینے کا ذکر موجود ہے۔ پولوس بھی واقعہ صلیب کے معاً بعد دمشق سے ہوتا ہوا عرب کی طرف جاتا ہے۔ مندرجہ بالا اقتباسات کو ان تاریخی شواہد کے ساتھ رکھ کر دیکھا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے

کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام اور حواریوں نے کچھ عرصہ حجاز میں اور مکہ میں بھی گذارا تھا؟ لیکن اس بارے میں حتمی ثبوت فراہم کرنے کے لئے ابھی کافی کام کرنا باقی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صفحہ ۱۴ نقشہ زیر عنوان Arabia in classical times
W.C.BRICE - An historical atlas of Islam-
شائع کردہ ادارہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ ۱۹۸۱ء Leiden۔
۲،۳۔ دیکھئے حوالہ نمبر ۹ اور ۱۰
۴۔ المنجد زیر لفظ ھذا۔ (کرب)
۵۔ مسند احمد بن حنبل بحوالہ اخبار مکہ
۶۔ ابی الولید محمد بن عبداللہ بن احمد الازرقی 'اخبار مکہ' جلد اوّل صفحہ ۷۳ مطبع دار الثقافۃ مکہ مکرمہ (ازرقی نے یہ عبارت جامع الاصول سے لی ہے)
۷۔ الامام أبی عبداللہ أحمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (۱۶۴ تا ۲۴۱ ھجری) کتاب الزھد۔ صفحہ ۷۵۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان۔ طبع اول ۱۹۸۳ء۔
۸۔ ابی جعفر محمد بن یعقوب الرازی۔ الفروع من الکافی (۳۲۹ ھجری) صفحہ ۲۱۳ جلد ۴ کتاب الحج دار الکتب الاسلامیہ ۱۳۹۱ھ ق۔
۹۔ علامہ باقر مجلسی بحار الانوار جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۷۔ (نیز علل الشرائع صفحہ ۱۴۵)
۱۰، ۱۱۔ محمد بن اسحاق الخوارزمی (المتوفی ۸۲۷ھ)
أثارۃ الترغیب والتشویق الی المساجد الثلاثۃ والبیت العتیق الجزء الاوّل۔ طبع اوّل ۱۹۹۸ء۔ سعوی عرب (مکہ مکرمہ ریاض) مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز۔
۱۲۔ ابن ہشام۔ کتاب التیجان فی ملوک حمیر۔ صفحہ ۱۲ طبع اوّل۔ مطبع مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد دکن ۱۳۴۷ ھجری۔
۱۳، ۱۴، ۱۵۔ بحوالہ۔ عربستان میں مسیحیت۔ صفحہ ۱۳۰۔ ریلیجس سوسائٹی انار کلی لاہور۔
۱۶۔ تاریخ الرسل والملوک۔ طبری۔ جلد ۲ صفحہ ۷۵ ۱۹۸۷ء بیروت دار الفکر۔
۱۷۔ وفا الوفا۔ صفحہ ۱۱۰، صفحہ ۱۱۱
۱۸۔ عہد نامہ جدید۔ گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ایک آیت ۱۷

☆☆☆

حضور انور کا کلام

("لجنہ سے ملاقات" منعقدہ 16 جنوری 2000ء)

سوال: آپ نے سب سے پہلے کون سی نظم کہی تھی اگر یاد ہو تو اس کا کوئی شعر سنا دیں؟

جواب: عجیب اتفاق ہے کہ آج کل میں یہی کام کر رہا ہوں کہ اپنی پرانی نظمیں نکال کے، تو اُن کو ٹھیک کر رہا ہوں۔ کچھ تو آج لکھنے کے لئے ٹھیک کر کے دے دی ہیں۔ اس کا عنوان بھی عجیب سا ہے۔ "بدلا ہوا محبوب" اس کا آخری شعر یہ ہے:-

جا! کہ اب قرب سے تیرے مجھے دکھ ہوتا ہے
اے شب غم کے سویرے مجھے دکھ ہوتا ہے

تُو کس حال میں آیا، کتنا انتظار کروایا۔ دیکھا بھالا، صبح و شام یاد کیا اور اب آیا بھی ہے تو یہ حال کہ غیر کے بھیس میں لپٹا ہوا۔ کیا خوب آیا ہے۔

نظر اس کی ہے سب انداز نظر غیر کے ہیں

اس قسم کے شعر ہیں سارے۔ زبانی یاد نہیں، تو اتفاق سے آج ہی میں نے یہ نظم دہرائی ہے۔ دوبارہ جب چھپے گا نا! میرا کلام، اس میں جو پرانی نظمیں تھیں وہ بھی شامل ہو جائیں گی۔ تو یہ اس زمانے کی نظم ہے اور پرانی نظموں میں سے ہے۔ اور بھی ہیں بعض، مزے مزے کی۔

یہ میری آنکھیں شعلے ہیں یا جلتے ہیں پروانے دو
یہ اشک ندامت پھوٹ پڑے یا پھوٹ گئے پیمانے دو
پہلے تو مری موجودگی میں تم اکتائے سے رہتے تھے
اب میرے بعد تمہارا دل گھبراتا ہے گھبرانے دو

یہ بھی پرانی نظموں میں سے ہے۔ بہت پرانی نظم ہے۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ غالباً ابھی کالج میں گیا تھا اُس وقت میں نے کہی تھی اور اُس وقت جو بیٹھے ہوئے تھے سارے۔ میری نظر اٹھی تو سارے رو رہے تھے بچارے، تو بچپن سے ہی شوق تھا۔

(روزنامہ الفضل 7 جولائی 2000ء)

شگفتہ تحریر

(ابن انشاء)

مادے کی قسمیں

مادے کی تین قسمیں ہیں۔ٹھوس، مائع،گیس۔

ٹھوس کا مطلب ہے ٹھوس۔ جیسے ٹھوس دلائل،ٹھوس اقدامات،ٹھوس نتائج وغیرہ۔

ٹھوس دلائل ایسے دعووں کے لئے لائے جاتے ہیں جو خود کمزور ہوں۔سب سے ٹھوس دلیل اب تک لاٹھی ہی ثابت ہوئی ہے۔بھینسوں کے لئے بھی،انسانوں کے لئے بھی۔

ٹھوس اقدامات اتنے ٹھوس ہوتے ہیں کہ کبھی نہیں کئے جاتے۔بس حکومتیں ان کے ٹھوس وعدے کیا کرتی ہیں۔ٹھوس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسی حکومتیں بہت دن نہیں رہتیں۔

ٹھوس اشیا اپنی شکل نہیں بدلتیں۔ ہاں دوسروں کی بدل دیتی ہیں۔ پتھر ٹھوس ہے۔جیسا ہے ویسا ہی رہتا ہے لیکن کسی آدمی کے لگے تو وہ کیسا ہی ٹھوس ہو اس میں سے مائع اور گیس وغیرہ نکلنے لگتے ہیں۔ مائع جیسے آنسو۔گیس جیسے آہیں، گالیاں وغیرہ۔

مائع

مائع کا مطلب آپ جانتے ہی ہیں لہذا تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ پانی بھی مائع ہے۔دودھ بھی مائع ہے۔اسی لئے مثل مشہور ہے۔ مائع کو مائع ملے کر کر لمبے ہاتھ۔بعض اوقات مائع کو مائع میں ملانے کا نتیجہ بڑا ٹھوس نکلتا ہے۔ چنانچہ بعض گوالوں نے اسی فارمولے پر عمل کر کے بڑے بڑے مکان کھڑے کر لئے ہیں۔ یہ قول بھی دودھ والوں ہی پر صادق آتا ہے۔ مائع تیرے تین نام پرسا، پرسو، پرسورام۔

بعض اوقات ٹھوس کو ٹھوس سے ٹکرا کر بھی مائع حاصل کرتے ہیں۔مثلاً بھینس کو ڈنڈا ٹکرایا جائے تو مائع دیتی ہے ورنہ نہیں دیتی۔مائع کو سیال بھی کہتے ہیں جیسے آتش سیال۔ہیر سیال۔

گیس

گیس کا مطلب بھی ہمارے عزیز طالب علموں سے مخفی نہ ہوگا۔ جسے دیکھو اس کی شکایت لئے پھرتا ہے۔ یہاں ہم اس کے لئے ایک آزمودہ نسخہ درج کرتے ہیں:

اجوائن، کالا نمک،کلونجی اور اطریفل ہم وزن لیجئے اور ہتھیلی پر، اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پھانک لیجئے۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔سوڈا واٹر بھی مفید ہے۔

گرمیاں آتی ہیں تو کراچی کا محکمہ واٹر سپلائی پانی کے نلکوں میں گیس سپلائی کرنے لگتا ہے۔ اسی لئے لوگ غسل خانوں میں روٹی پکاتے ہیں اور باورچی خانوں میں (پسینہ میں) نہاتے دیکھے جاتے ہیں۔

حرارت

حرارت کا مطلب ہے گرمی۔ گرمی کا لفظ آسان ہے۔ اسے استعمال کریں تو خطرہ ہے کہ طالب علموں کو سمجھ میں آجائے گا اور تعلیم کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اصطلاحیں مشکل ہی اچھی لگتی ہیں۔ انگریزی ذریعہ تعلیم کو بدلنے میں بھی ہچکچاہٹ اور تاخیر اسی وجہ سے ہے۔

حرارت ناپنے کا آلہ تھرمامیٹر کہلاتا ہے جوں جوں حرارت بڑھے گی اس کا پارا چڑھتا جائے گا۔ آدمی بھی اسی اصول پر کام کرتا ہے۔ پیسے والے غریبوں کے مطالبات سنتے ہیں۔ گرمی کھاتے ہیں اور ان کا پارہ چڑھ جاتا ہے۔ حرارت سے چیزیں پھیلتی ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ ایک آپ بھی جانتے ہوں گے کہ جب تک کسی کی مٹھی گرم نہ کی جائے کام نہیں کرتا۔

طوطا

طوطا بڑا خوبصورت جانور ہے۔ بعض طوطوں میں انسان کی بعض خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً آنکھیں پھیر لینا۔ خصوصاً مطلب نکل جانے کے بعد۔ طوطے آپس میں ایسے طوطے کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔ کیسا انسان چشم واقع ہوا ہے۔ طوطا بہت فصیح البیان جانور ہے لیکن اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کچھ اس کا مالک یا چوگا دینے والا سکھاتا ہے وہی یہ کہتا ہے۔ آج کل ہمارے ہاں بھی طوطوں کی بھرمار ہے۔ طرح طرح کی بولیاں سننے میں آرہی ہیں۔ کبھی کان دھر کر سنو، یہ کیا کہتے ہیں اور اس سے ان کے سکھانے پڑھانے اور چوگا دینے والوں کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔

طوطے کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ جنگلی طوطے جو جنگل میں رہتے ہیں۔ پالتو طوطے جو پنجروں میں رہتے ہیں۔ فالتو طوطے جنھیں جنگل میسر ہے نہ پنجرہ۔ آئے دن ان کی وطنیت کا سوال اٹھتا ہے اور آخری قسم ہے ہاتھوں کے طوطے۔ ان کے متعلق اب تک یہی معلوم ہوسکا ہے کہ اُڑ جایا کرتے ہیں۔ طوطا فال کا لفافہ لاتا ہے۔ قسمت کا حال بتاتا ہے۔ .... ایسے طوطوں کی تصویریں اکثر دولہا دلہن کے کالم میں چھپتی ہیں۔ (ماخوذ از ''اردو کی آخری کتاب'')

☆☆☆

سالانہ پوزیشن شعبہ مال برائے سال 2001-2002ء

علاقہ جات

-1	علاقہ سانگھڑ	اوّل
-2	علاقہ آزاد کشمیر	دوم
-3	علاقہ سرحد	سوم
-4	علاقہ بہاولپور	چہارم
-5	علاقہ گوجرانوالہ	پنجم

اضلاع

-1	ضلع لاہور	اوّل
-2	ضلع منڈی بہاؤالدین	دوم
-3	ضلع سانگھڑ	سوم
-4	ضلع سیالکوٹ	چہارم
-5	ضلع لودھراں	پنجم
-6	ضلع میرپور AK	ششم
-7	ضلع مٹھی	ہفتم
-8	ضلع راولپنڈی	ہشتم
-9	ضلع اسلام آباد	نہم
-10	ضلع فیصل آباد	دہم

اللہ تعالیٰ پوزیشن لینے والے علاقہ جات اور اضلاع کے لئے یہ اعزاز ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ اور بیش از پیش خدمات دینیہ کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

(مہتمم مال۔ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

فہرست خصوصی نمبرز (1952ء تا 2002ء)

نوٹ: یہ ان خاص نمبرز کی فہرستیں ہیں جو مختلف شخصیات، اہم موضوعات اور خاص مواقع پر شائع ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ''خالد'' جلسہ سالانہ (دسمبر) کے موقع پر اپنا سالانہ نمبر نکالا کرتا تھا نیز کبھی کبھار سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ (اکتوبر/نومبر) کے موقع پر بھی خاص نمبر چھپتے تھے۔ لیکن وہ اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔

(مرتبہ:۔ مکرم طارق محمود صاحب + مکرم محمد شفیق احمد جچہ صاحب)

''خلافت نمبر'' ماہ مارچ 1955ء

نام مضمون	مصنف/شاعر/مضمون نگار	صفحہ نمبر
پاکستانی احمدیوں کے نام دردانگیز پیغام	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی	۲
پہلا خطاب عام	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی	۶
ایام اللہ میں سے ایک تاریخی دن	حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب	۱۰
فضل عمر	احمد صادق محمود صاحب	۱۳
آسمان خلافت کے پانچ ستارے	محمد اسحق خلیل صاحب	۱۹
حضرت مصلح موعود کی حیات طیبہ پر ایک طائرانہ نظر	عبدالحکیم اکمل صاحب	۲۳
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا انقلاب انگیز لٹریچر	شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی	۲۶
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے الہامات		۲۹
علامات خلافت	چوہدری رشید الدین صاحب	۳۱
نقشہ عالم پر تبلیغ (دین) کی مہم کا سرسری جائزہ	ادارہ	۳۴
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مایہ ناز شاگرد	عبدالباسط صاحب	۳۶

''ریلیف نمبر'' ماہ جنوری 1956ء

نام مضمون	مصنف/شاعر/مضمون نگار	صفحہ نمبر
نوجوانانِ احمدیت کے نام	حضرت امام جماعت احمدیہ کا روح پرور پیغام	۴
ہمارا ابدی نصب العین		۶
خدام الاحمدیہ کی قومی اور ملکی خدمات پر ایک نظر		۹
خدام الاحمدیہ کی خدمات کا چرچا پاکستانی پریس میں		۱۵
خدمتِ خلق		۶۴
جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں		۶۸

''مسیح موعودؑ نمبر'' ماہ اپریل، مئی 1956ء

نام مضمون	مصنف/شاعر/مضمون نگار	صفحہ نمبر
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خودنوشت سوانح		۲

”خلافت نمبر“ ماہ ستمبر و اکتوبر 1956ء

منظومات: ثاقب زیروی صاحب، عبدالمنان ناہید صاحب، قیس مینائی صاحب، اختر گوبند پوری صاحب، حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب، محمد ابراہیم شاد صاحب،

"ذکر حبیبؑ نمبر" دسمبر 1957، جنوری 1958ء

منظومات: حضرت میر محمد اسماعیل صاحب، حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب، عبدالمنان ناہید صاحب

"خلافت نمبر" ماہ مئی 1960ء

منظومات: روشن دین تنویر صاحب، عبدالسلام اختر صاحب، نسیم سیفی صاحب، میر اللہ بخش تسنیم صاحب،

"تربیتی کلاس نمبر" ماہ نومبر، دسمبر 1961ء

پیغامات: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

''خلافت ثانیہ نمبر'' ماہ دسمبر 1964ء

"دورہ مغربی افریقہ نمبر" اکتوبر 1970ء

"دورہ امریکہ نمبر" ماہ دسمبر 76ء، جنوری 77ء

"دورۂ یورپ نمبر" ماہ دسمبر 1977ء

''کسرِ صلیب نمبر'' ماہ جون 1978ء

نوٹ: لنڈن میں ہونے والی کسر صلیب کانفرنس کی مفصل روداد الگ طور پر بھی جون ۱۹۷۸ء میں بطور ضمیمہ شائع ہوئی۔

''دورۂ مغرب نمبر'' نومبر، دسمبر 1980ء

""سیدنا ناصرؒ نمبر"" مئی 1983ء

"دورہ مشرق بعید نمبر" جنوری 1984ء

''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نمبر'' اکتوبر 1984ء

''حضرت چوہدری ظفر اللہ خان نمبر'' دسمبر 1985ء جنوری 1986

"احمدیہ صد سالہ جشن تشکر نمبر" فروری، مارچ 1989ء

"حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نمبر" ماہ مئی 1991ء

☆ نامور محقق اور مذہبی سکالر جناب شیخ عبدالقادر صاحب کے پانچ سو کے قریب مقالہ جات اور مضامین جو مختلف اخبارات اور رسائل میں چھپ چکے ہیں اُن کا انڈیکس ''خالد'' ستمبر 1991ء میں شائع ہوا۔ یہ انڈیکس سولہ (16) صفحات پر مشتمل ہے۔

☆ ''خالد'' ستمبر 1992ء میں ''الفرقان'' میں شائع ہونے والے اہم مضامین کی 35 صفحات پر مشتمل فہرست شائع کی گئی ہے۔

''رمضان المبارک نمبر'' ماہ فروری 1993ء

''کسوف وخسوف نمبر'' اگست 1994ء

"حضرت ملک سیف الرحمٰن نمبر" ستمبر، اکتوبر 1995ء

''گولڈن جوبلی پاکستان نمبر'' اگست 1997ء

''ڈاکٹر عبدالسلام نمبر'' دسمبر 1997ء

مشکل الفاظ کے معانی

صفحہ	الفاظ	معانی
6	ملاحت	خوبصورتی
10	خلف الرشید	فرمانبردار بیٹا
11	شَصت	ساٹھ (60)
15	ملیح	خوبصورت
17	بن گہنے	بغیر زیور کے
//	چھَب	آرائش، زینت
27	پرچارک	مبلّغ
//	کشتی کھینا	کشتی چلانا
31	بَحُجَّتٌ	دلیل کے ساتھ
37	علمبردار	پرچم اٹھانے والا
//	سپہدار	فوج کا لیڈر
//	بے کراں	بے کنار
//	قلزم	نہایت گہرا سمندر
45	حلقۂ تلمّذ	شاگردی کا دائرہ/ جماعت
61	غیرتِ لالہ رُخاں	محبوبوں کو شرمانے والا، نہایت حسین
//	رشکِ بُتاں	جس پر محبوبوں کو بھی رشک آئے
//	کُلبۂ حزن	غم کا گھر
//	فانوسِ اَماں	امان کی شمع
//	حجلۂ حُسن	حُسن کا پردہ
//	غُرفہ	کمرہ
//	خاورِ عیش	زندگی کا سورج
66	اِصابتِ رائے	صحیح نتیجہ پر پہنچنا
72	زُنّار	ہندوؤں کا ایک مقدس دھاگہ
74	حُدی	شتربانوں کا نغمہ
89	رشکِ کوئے جِناں	جس پر جنت کے کوچے بھی رشک کریں
//	عمیم	سب پر حاوی
//	کیفِ وصال	وصال کا نشہ/سرور
93	گرداب	بھنور، منجدھار
//	خاروخس	کانٹے اور گھاس
106	نانِ جویں	جَو کی روٹی، غریبانہ کھانا
129	شورش	ہنگامہ
139	حباب	پانی کا بلبلہ
147	غول	گروہ

فارسی اشعار کا ترجمہ

صفحہ	ترجمہ
4	''یہ سعادت زور بازو سے نہیں بلکہ خدائے رحمان کی عطا سے ملتی ہے''
22	''اے بے خبر! قرآن کریم کی خدمت پر کمربستہ ہو جا۔ اس سے قبل کہ یہ آواز آئے فلاں (اِس دنیا میں) نہیں رہا''۔
37	''فاتح عالم تیز عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر آسمانوں سے بھی آگے نکل گیا''۔
157	''دریا کی گہرائی کے درمیان مجھے تختے سے باندھ کر پھر تو یہ کہتا ہے کہ خبردار! کہیں دامن تر نہ ہو جائے۔

☆☆☆

Favourite
Hot
Cool
Taste...

TOMATO
KETCHUP
NEW
DELICIOUS! SPICY! APPETIZING!
Shezan
TOMATO KETCHUP

Monthly
KHALID
Digitized By Khilafat Library Rabwah
C. Nagar
Editor:
IsfandYar Muneeb
Nov, Dec 2002
Regd. CPL # 139